Title - TAREEKH MASEEH.

Creator - Murattiba Hazrat Khwaja Hasan Nizami

Publisher - Matabue Hameediya Press (Delhi).

Date - 1927.

Pages - 216.

Subjects -

یا معین　　　　ہو الکل　　　　۷۸۶

عیسائی مذہب کی تاریخی معلومات کیلئے

جس میں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تمام زندگی اور تعلیم کے تاریخی حالات ہیں

انجیلوں و عیسائیوں کی معتبر کتابوں سے

حضرت خواجہ حسن نظامی مصورِ فطرت دہلی نے مرتب کی

اور
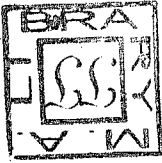
جنوری سنہ ۱۹۲۷ء میں

ابن عربی کارکن حلقہ مشائخ بکڈپو دہلی

نے

مطبوعہ حمیدیہ پریس دہلی

پہلی بار　　　　قیمت عمر

تاریخ مسیح کی اشاعت

الحمدللہ عرصۂ دراز کے بعد یہ کتاب آخر تیار ہوگئی۔ اوّل تو اس کے مضامین کی فراہمی میں بہت دیر لگی کیونکہ بہت سی انگریزی کتابوں کے ترجمے کرا کر میں نے پڑھے اور اناجیل شریف سے بھی مضامین اقتباس کرائے اور ان کی ترتیب میں بہت دقتیں ہوئیں۔

اسکے بعد نظر ثانی کے وقت متعدد دشواریاں پیش آئیں، اور جب کاپیاں لکھی گئیں تو میرے مسلسل سفر کی وجہ سے انکی اصلاح میں دیر لگی کیونکہ میں نے اس کتاب کا کام اہل دفتر پر نہیں چھوڑا خود ہر چیز کو دیکھا اور درست کیا۔

کچھ دیر طبع میں بھی ہوئی لیکن اسکا ذمہ دار بھی میں خود ہوں کہ سب کاپیاں ٹھیک وقت پر طبع میں نہ بھیج سکا۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میری بہت پرانی تمنا پوری ہوئی اور تاریخ مسیح آج شائع ہو رہی ہے۔

اب آرزو یہ ہے کہ جناب گرونانک صاحب اور سری رامچندر جی کے حالات بھی میرے قلم سے مرتب ہو جائیں۔

اس تاریخ مسیح میں اگرچہ میں نے کوشش اور خرچ کی کمی نہیں کی تاہم کم فرصتی اور دوسرے کاموں کے ہجوم کے سبب حسب منشار کام نہ ہو سکا، اور مجھے محسوس ہوتا ہے کہ جیسی میں چاہتا تھا ویسی یہ کتاب نہیں ہے۔ پھر بھی اُردو زبان میں مسیحی معلومات کا تھوڑا بہت اضافہ اس کتاب سے ہو جائیگا۔

حسن نظامی دہلی

۱۱ر جنوری سنہ ۱۹۲۷ء

تاریخِ مسیح کا دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ کتاب اسکول کے لڑکوں اور لڑکیوں کی تاریخی معلومات بڑھانے کی نیت سے لکھی گئی ہے۔ خاصکر مسلمان بچوں کی واقفیت کا مجھے زیادہ خیال تھا اسی واسطے عیسائی قوم کے اعتقادات اور ان کی مذہبی روایات بیان کر دینے کے ساتھ ہی اسلامی عقائد اور اسلامی روایات کو بھی لکھدیا گیا ہے۔

اس سے عیسائی بچوں کو تو یہ فائدہ ہوگا کہ وہ حضرت عیسےٰؑ کی نسبت مسلمانوں کے اصلی خیالات سے واقف ہو جائیں گے، اور مسلمان بچوں کو یہ نفع ہوگا کہ وہ اپنے دین کی تعلیم سے بھی جو حضرت عیسےٰؑ کی نسبت قرآن مجید میں ہے باخبر ہو جائیں گے اور عیسائی عقائد سے بھی ان کو آگاہی ہو جائے گی۔

میرا خیال تو یہ ہے کہ یہ کتاب اسکول کے اُن بچوں کو مفید ہو سکیگی جو اعلیٰ جماعتوں میں پڑھتے ہیں یا شاید کالجوں میں تعلیم پانے والے ہی اس کتاب کے مضامین سے فائدہ اُٹھا سکیں اور اسکولوں کے بچوں کی سمجھ اس کتاب کے مضامین کو ذہن نشین کرنے کے ناقابل رہے۔

یہ ضروری نہیں ہے کہ میں اس کتاب کو اسکولوں اور کالجوں کے طلبا تک محدود سمجھوں۔ کیونکہ حقیقت تو اصل میں یہ ہے کہ تاریخ مسیح ہر ہندو مسلمان اور عیسائی وغیرہ کے کام آسکے گی اور وہ سب حضرت عیسےٰؑ اور ان کی تاریخ اور ان کی تعلیم سے آگاہ ہو جائیں گے۔

مسلمانوں اور عیسائیوں میں تیرہ سو برس سے سیاسی لڑائیاں ہوتی آئی ہیں اور ہو رہی ہیں۔ اس واسطے ہر قوم کے آدمی ایک دوسرے کے پیشوا اور مذہب کے ہادی سے اور اس کی اصلی حقیقت سے بے خبر اور ناآشنا ہیں اور سیاسی تعصبات کے سبب اصلی بات کو سُننا اور جاننا بھی نہیں چاہتے۔

ان کو اس کتاب کے ذریعہ معلوم ہو جائیگا کہ سیاسی یا کسی اور خارجی وجہ سے سچی اور اچھی باتوں کو ترک کر دینا اور معلوم نہ کرنا بہت بے عقلی کی بات ہے۔ خاصکر مسلمانوں کو تو حضرت عیسٰیؑ کے حالات ضرور ہی معلوم کرنے چاہئیں کیونکہ قرآن مجید میں حضرت عیسٰیؑ اور ان کی کتاب انجیل شریف کا بہت مقامات پر ذکر آیا ہے۔ اور اچھے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

کوئی قوم دوسری قوم کے مذہبی پیشوا کے صحیح حالات پڑھنے کے سبب اپنے عقائد سے منحرف نہیں ہو سکتی۔ اگر عیسائی لوگ حضرت محمد رسول اللہ ؐ کے اصلی حالات پڑھیں تو مسلمان نہیں ہو جائیں گے، اور مسلمان اگر حضرت عیسٰیؑ کے حالات کا مطالعہ کریں تو وہ عیسائی نہ بن جائیں گے۔

میں نے ہندوؤں کے مشہور اوتار سری کرشن جی کے حالات پر کئی سال ہوئے ایک کتاب لکھی تھی جو کئی بار چھپ چکی ہے اور کئی زبانوں میں اس کے ترجمے بھی ہو گئے ہیں۔ مگر آجتک نہیں سُنا کہ کوئی مسلمان اس کو پڑھکر ہندو ہو گیا ہو یا کوئی ہندو اس کے پڑھنے سے مسلمان ہو گیا ہو۔ تاریخی کتابیں تو علم کی ترقی کیلئے ہوتی ہیں، ان کا مقصد کسی مذہب کی تردید یا تائید سے تعلق نہیں رکھتا۔

میں مسلمان ہوں، اور میں نے یہ کتاب ایک مسلمان کی طرح لکھی ہے۔ مگر عیسائی مذہب کے اہلِ علم اندازہ کر سکیں گے کہ میں نے کوئی بات حضرت عیسٰیؑ یا ان کی تعلیم کی تردید میں اس طرح نہیں لکھی جس سے عیسائیوں کی دل آزاری ہو

بلکہ جہاں عیسائیوں کا عقیدہ لکھا ہے وہیں مسلمانوں کا اعتقاد بھی لکھدیا ہے کہ عیسائی اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں اور مسلمان اس طرح عقیدہ رکھتے ہیں۔ اس پر خود اپنی رائے موافق یا مخالف نہیں لکھی۔

اگر مجھے فرصت ملی اور میری زندگی اس وقت تک قائم رہی تو میرا ارادہ ہے کہ کتاب کے آخر میں حضرت عیسےٰؑ کے حالات و تعلیم پر اپنا خیال بطور ایک تبصرہ کے ظاہر کردوں جس سے عیسائیوں کو تو یہ معلوم ہوجائے کہ مسلمان ان حالات کی نسبت کیا رائے رکھتے ہیں اور مسلمان اس کو جان جائیں کہ مسلمانوں کو حضرت عیسیٰؑ کی بابت کیا رائے رکھنی چاہیئے۔

اس کتاب کی زبان جہاں تک ممکن ہوا صاف اور سلیس رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مگر تاریخی واقعات بیان کرنے میں زبان کی فصاحت و بلاغت کا خیال رکھنا بعض اوقات واقعات کی اصلیت کو مشتبہ کر دیتا ہے۔ اس لیئے میں نے زیادہ خیال اس کا رکھا ہے کہ حالات معتبر ہوں اس کا خیال ضروری نہیں سمجھا کہ میں اپنی اُس روش تحریر کو نمایاں کروں جس کی ہندوستان میں بعض لوگ تعریف کرتے ہیں یا جیسی عبارت کی مجھ سے توقعات کی جاتی ہیں۔

مجھے حضرت عیسےٰؑ سے محبت ہے اس لیئے کہ حسب ارشاد قرآن مجید وہ برگزیدہ پیغمبر تھے اور اس واسطے کہ وہ بڑے فلاسفر تھے، اور اس واسطے کہ وہ بڑے ہادی اور مصلح تھے، اور اس واسطے کہ وہ بڑے صوفی بھی تھے۔

ان کی اُمت سے میری قوم اور میری قوم سے ان کی اُمت صدیوں سے ملک کی حکومت کے لیئے لڑ رہی ہے اور شاید لڑتی رہیگی اور اس سلسلہ میں جب کبھی بھی ضرورت ہو میں خود بھی اپنی قوم کے ساتھ ہو کر حضرت عیسےٰؑ کی اُمت سے جنگ کرنا سیاسی فرض سمجھوں گا۔ مگر یہ کبھی نہ ہوگا اور ہرگز نہیں ہو سکتا کہ سیاسی

وجوہ کے سبب میں خود حضرت عیسیٰؑ اور ان کی بزرگی اور ان کی پاکیزہ تعلیم کو بُرا کہوں یا اچھا کہنے سے بچوں یا اس کی خوبیوں کو پوشیدہ رکھوں، یا ان پر ایسا پانی ڈالوں کہ خوبیاں اپنی اصلی شکل وصورت میں باقی نہ رہیں۔

لہٰذا میں نے جو کچھ اس کتاب میں لکھا ہے نیک نیتی سے لکھا ہے، اور امید ہے کہ نیک نیتی ہی سے اس کو پڑھا جائے گا۔

کتاب ہٰذا کے ماخذ

اس کتاب کی تیاری میں حسب ذیل کتابوں سے مدد لی گئی ہے۔ اور ایک لائق انگریزی داں عیسائی دوست نے یہ اقتباسات مہیا کئے ہیں۔

(۱) سوانح عمری حضرت عیسیٰؑ مصنفہ ڈاکٹر فیرار۔ اور ڈاکٹر ایڈرشائم اور ڈاکٹر ایبرارڈ اور ڈاکٹر نینڈر اور گوڈینی پینی اور خمیٹا اور ڈاکٹر اشاکر اور پیٹرسن اسمتھ اور ڈاکٹر سینڈی۔

(۲) سائکلوپیڈیا ببلیکا۔

(۳) ڈکشنری آف دی بائبل

(۴) چاروں مروجہ انجیلیں۔ انجیلی روایات کو ایک سلسلہ میں مربوط کر دیا گیا ہے اور جہاں مناسب معلوم ہوا انجیل کی اصل عبارت بھی نقل کر دی ہے۔

(۵) تعلیمات المسیح کے اقتباسات زیادہ تر کتاب تعلیمات المسیح مؤلفہ ڈاکٹر اسٹونر سے ماخوذ ہیں۔

حسن نظامی

درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ دہلی

یکم جون ۱۹۲۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

حضرت عیسیٰ کی سوانح عمری لکھنے سے پہلے اس ملک اور قوم کا مختصر حال بیان کرنا ضروری ہے جسمیں وہ مبعوث ہوئے تھے۔ تاکہ ناظرین اوراق ہذا، اُن ناموں سے پہلے روشناس ہوجائیں جن کا بار بار ذکر ہوگا۔

فلسطین یہ علاقہ ملک شام میں واقع ہے اور بنی اسرائیل کا وطن ہے اسی کو ارض مقدس اور آرض موعود بھی کہتے ہیں۔ یہودی اس خطہ کو ناف زمین خیال کرتے تھے کیونکہ حضرت حزقیل نبی کی کتاب میں لکھا ہے "خداوند نے فرمایا کہ میں نے بیت المقدس کو اقوام عالم کے وسط میں قائم کیا ہے"۔

دنیا کے اتفاقات میں سے یہ امر بھی ہے کہ اکثر بڑی باتیں چھوٹے مقاموں سے شروع ہوئی ہیں۔ مثلاً یونان جو فلسفہ وحکمت کا معدن ہے وسعت کے لحاظ سے صوبۂ پنجاب سے بھی چھوٹا ہے۔ سلطنت رومتہ الکبریٰ دراصل ابتدا میں صرف ایک شہر روم ہی میں محدود تھی۔ اسی طرح فلسطین جو بہت سے انبیائے کرام کی جائے ولادت ہے وہ بھی ایک چھوٹا سا علاقہ ہے جسکی لمبائی ۱۳۹ میل اور چوڑائی زیادہ سے زیادہ ۴۰ میل ہے لیکن خدا تعالیٰ نے اس مقام کو پسند کیا، اور توریت، زبور و انجیل کے حاملانِ محترم نے یہیں سے دین الٰہی کی نشر و اشاعت شروع کی اور حجاز جو تہامتہ گرم اور گمنام علاقہ تھا حضور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مظہر ہوا۔

فلسطین تمامتر ایک کوہستانی علاقہ ہے۔ حدود اربعہ حسب ذیل ہیں:۔

شمال میں ملک شام۔ جنوب میں کوہ فاران۔ مشرق میں ریگستان۔ اور

مغرب میں بحیرۂ روم ہے۔ پہاڑوں کا سلسلہ شمالاً جنوباً چلا گیا ہے۔ درمیان میں زرخیز وادیاں ہیں۔ آب و ہوا عموماً گرم ہے، مگر سمندر کی نزدیکی کے سبب سے خشکی کم ہے۔ درمیان میں کھاری اور بدمزہ پانی کی دو جھیلیں ہیں جنھیں بحیرہ موتا اور بحیرہ گلیل کہتے ہیں (ان دونوں ناموں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ آگے جاکر ان کا بہت ذکر آئے گا۔ حسن نظامی)

حکومت اور فرقے

بیرونی اور خارجی حالات

حضرت عیسےٰ ؑ کے زمانہ میں فلسطین کے دو صوبے یہودیہ اور سامریہ رومی حکومت کے ماتحت تھے اور پلاطوس اُنپر حکمران تھا یہ افسر شام کے گورنر کے ماتحت تھا، رومی حکومت میں سخت گیری اور استبداد کا عنصر غالب تھا لیکن رومی یہاں کے باشندوں کے طرز عمل کو ملحوظ رکھکر حکومت کرتے تھے اور تحصیل محصول کا کام عموماً یہودیوں کے سپرد تھا۔ مگر دیندار یہودی ان سرکاری ملازموں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

فلسطین کا شمالی و مشرقی حصہ وہاں کے دیسی نوابوں کے زیرنگین تھا۔ ہیرودیس کا بڑا بیٹا انتیپاس گلیل پر اور چھوٹا بیٹا فلپ اتروریا پر حکمران تھا۔

اندرونی حالات

(۱) مشہور اور بااثر مگر آزاد خیال گویا نیچری فرقہ جسکے ہاتھ میں قومی اختیارات تھے صدوقیوں کا تھا۔ اس جماعت میں حکومت رس اور صاحب اثر افراد موجود تھے۔ یہ لوگ عام یہود کی طرح روایات مذہبی کے پابند نہ تھے، صرف توریت پر ایمان رکھتے تھے مگر محض زبانی۔ عمل سے کچھ سروکار نہ تھا۔

(۲) دوسرا مشہور فرقہ فریسیوں کا تھا۔ یہ لوگ مذہبی روایات کے شیدائی تھے اور ان کا خاص کام یہ تھا کہ جمہور میں دینداری اور عبادت گزاری اور احترام شریعت

کا جذبہ بڑھائیں اور قائم رکھیں۔ ان کو یہودیوں کا صوفی گروہ کہنا چاہیئے۔

(۳) تیسرا فرقہ فقیہوں کا تھا۔ یہ لوگ محض علم دین کی خدمت پر مامور رہتے تھے۔ ان کا کام یہ تھا کہ تمام قوم کو مذہبی اصولوں کی تعلیم دیں اور یہودی فقہ مدوّن و مرتب کریں۔ ان کو یہودیوں کا مولوی فرقہ کہنا چاہیئے۔

(۴) چوتھا فرقہ سیاسی انتہا پسندوں کا تھا۔ یہ لوگ رومی حکومت کے خلاف عامۃ الناس میں ہیجان اور اضطراب پیدا کیا کرتے تھے۔ اور سیاسی تحریکات کے لیڈر تھے۔ اور ہر دم اس فکر میں رہتے تھے کہ کسی طرح ملک میں انقلاب ہو اور رومی حکومت کا تختہ الٹ جائے اور سوراج حاصل ہو جائے۔

ان کے علاوہ ایک فرقہ الیسی نیز کا تھا جسے بحیثیت قوم یہود سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اور اسی لئے یہود انہیں نفرت اور شبہ کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اُن سے میل جول شرعاً ممنوع تھا۔

قومی حالات

یہودی لوگ عجیب خصائل اور شمائل کا مجموعہ تھے۔ صدیوں کی غلامی نے اُن کے اندر فراخدلی، روشن خیالی، رواداری، مسالمت، حریت اور ترقی وغیرہ کے تمام جذبات کا خاتمہ کر دیا تھا۔ اور یہ لوگ بحیثیت قوم بالکل الگ تھلگ رہنا پسند کرتے تھے۔ اپنے آپ کو تمام دیگر اقوام سے بہتر اور برگزیدہ سمجھتے تھے۔ اگرچہ غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے لیکن اس پر بھی بہت مغرور اور متکبر تھے۔ اُن کا خیال تھا کہ دنیا میں اگر کوئی قوم جنت کی اجارہ دار اور مستحق ہے تو وہ صرف یہودی قوم ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں ان لوگوں کی نخوت کا اور خود پسندی کا اکثر موقعوں پر ذکر ہوا ہے۔ مثلاً سورہ بقر رکوع ۱۳ میں ہے " اور یہود کہتے ہیں کہ یہود کے سوائے اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ نصاریٰ کے سوائے کوئی جنت میں نہیں جانے پائے گا" اور سورۂ مائدہ رکوع ۳ میں ہے

" اور یہود اور نصاریٰ دعوے کرتے ہیں کہ ہم خدا کے بیٹے ہیں اور اُس کے پیارے ہیں" وغیرہ۔ یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے یار و مددگار تھے لیکن غیر قوم کے آدمی کو آدمی ہی نہ سمجھتے تھے۔ مختصر یہ کہ قومی تعصب اور تنگدلی ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ باایں ہمہ مذہبی لحاظ سے بہت راسخ العقیدہ تھے۔ اپنے بچوں کو مذہبی تعلیم دینا اور اصول مذہب سے آگاہ کرنا ہر شخص اپنا فرض سمجھتا تھا۔ چنانچہ مشہور یہودی مورخ جوزیفس لکھتا ہے " اگر ہماری قوم کے کسی فرد سے کوئی دینی بات دریافت کرو تو وہ اس کا جواب اپنا نام بتانے سے بھی جلد تر اور زیادہ یقین کے ساتھ دے سکیگا" توریت شریف کا پڑھنا اور احکام شرعی کا یاد کرنا ہر متنفس پر فرض تھا لیکن اخلاقی لحاظ سے ان کی حالت بہت خراب تھی۔ چنانچہ قرآن مجید میں ان کی 'قساوۃ' کا ذکر بار بار آیا ہے۔ نخوت اور غرور، نمائش اور ریاکاری نے بُری طرح اُن کے دلوں میں گھر کر لیا تھا۔ اور شریعت موسوی کے مغز سے کوسوں دور ہو گئے تھے۔

مسیح موعود کا انتظار

یہودی علماء کا مذہبی لقب ربی (میرا آقا) تھا یہ لوگ بڑی عزّت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے اور اُن کے ساتھ بیٹھکر کھانا، گویا جیتے جی جنت میں جانا خیال کیا جاتا تھا۔ یہ لوگ یہودیوں میں اس خیال کو مروّج کرتے رہتے تھے کہ بنی اسرائیل کو غیر اقوام کی غلامی سے نجات دلانے کے لئے خدا تعالیٰ عنقریب مسیح ؑ کو مبعوث فرمائے گا۔ جو خدا کا محبوب اور اُس کا خاص الخاص رسول ہوگا۔ وہ شاہی خاندان یعنی حضرت داؤد ؑ کی نسل سے ہوگا۔ اور ملک شام میں بہت شان و شوکت کے ساتھ یہود کی حکومت قائم کریگا۔ اُس وقت تمام قوم دنیاوی ادبار سے مخلصی پاکر عیش و آرام کی زندگی بسر کرے گی۔ مسیح موعود کی حکومت غیر معمولی اور فوق العادات ہوگی۔ ہر شے

کی افراط ہوگی، اموال اور غلہ کی کثرت ہو گی۔ گیہوں کی بالیں کھجور کی ٹہنیوں کے برابر لمبی ہوں گی، اور گیہوں کا ہر ایک دانہ اونٹ کے دونوں گردوں کی برابر ہوگا، اور خدا تعالیٰ اُن پر اس قدر مہربان ہوگا کہ انھیں غلہ جمع کرنے کی تکلیف ہی نہ رہیگی بلکہ خود اناج کو بالوں سے بذریعہ ہوا جھاڑیگا اور کھلیان میں پہونچائے گا۔ غرض اُس موعود کے متعلق ایسی ایسی دل خوش کن باتیں مشہور اور زبان زد خاص و عام تھیں کہ انہیں اپنی غلامی کی تکالیف کا احساس، اُن کے تصور سے کم ہو جاتا تھا اور وہ ہر مصیبت کو خاموشی کے ساتھ برداشت کر لیتے تھے، اسی بنا پر انتہا پسندوں کا طبقہ اس وقت کا بڑی بے صبری کے ساتھ انتظار کر رہا تھا کہ عنقریب بیت اللحم میں وہ موعود پیدا ہوگا اور جلد نشو و نما پاکر رومی حکومت کا قلع قمع کرنے کے لئے فوجیں آراستہ کرکے خروج کرے گا:۔

حضرت عیسیٰؑ کے والدین کا مختصر حال

حضرت مریمؑ حضرت مریمؑ کا تاریخی اور واقعی طور پر کچھ حال معلوم نہیں ہوتا، جو کچھ معلوم ہوا ہے وہ صرف اتنا ہے کہ آپ کے والد کا نام یوقیم اور والدہ کا نام آنا تھا، اور آپ قبیلۂ لیوی سے تھیں، اور حضرت ہارونؑ کی اولاد میں سے تھیں۔ چونکہ یہود نے اس بات پر اعتراض نہیں کیا لہذا یہ امر ثابت ہے کہ آپ حضرت داؤدؑ کی نسل سے تھیں۔ پیدائش کا سن وغیرہ معلوم نہیں ہو سکتا۔ آپ کا ذکر قرآن شریف میں کئی جگہ آیا ہے جو یہ ہے:۔ سورۃ آل عمران رکوع ۴

"اور جب عمران کے خاندان کی ایک عورت (مریم کی والدہ) نے خدا سے عرض کی اے خدا جو میرے رحم میں ہے میں اُسے تیری نذر کرتی ہوں کہ وہ تیری خدمت کرے پس تو اُسے میری طرف سے قبول کر

کیونکہ تو سننے والا اور دانا ہے، پس جب بعد چندے اُس نے
بچہ جنا تو کہنے لگی اے خدا میرے تو لڑکی پیدا ہوئی۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ
اس سے زیادہ عالم ہے کہ اُس نے کیا جنا اور مرد عورت کی مثل نہیں
ہوا کرتا۔ میں اس کا نام مریمؑ رکھتی ہوں اور اُسے اور اُس کی ذریت کو
شیطان سے محفوظ رکھنے کے لئے تیری پناہ میں دیتی ہوں، پس خدا
نے اسکا نذرانہ بخوشی قبول کیا اور اس لڑکی کو عمدہ نشو و نما عطا فرمائی
اور حضرت زکریاؑ کو اسکا کفیل بنایا۔ جب حضرت زکریا ہیکل (معبد)
میں اسکے پاس جاتے تو اسکے پاس رزق پاتے اور دریافت کرتے کہ
اے مریم یہ کھانا کہاں سے آیا تو وہ کہتی کہ یہ خدا کے پاس سے آیا ہے
اور اللہ جسے چاہے بے حساب رزق عطا کرتا ہے"۔

ان آیات کے متعلق مولوی محمد علی صاحب لاہوری نے اپنے **ترجمۃ القرآن** میں صفحہ ۱۵۰ پر یہ نوٹ لکھا ہے:۔ "اگرچہ ہم مریمؑ کے والدین کے متعلق بہت ہی کم جانتے ہیں کہ وہ کون لوگ تھے لیکن روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ تین سال کی عمر سے بارہ سال کی عمر تک ہیکل (معبد) میں پرورش پاتی رہیں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کاہنوں کے خاندان سے تھیں جنکا کام معبد کی خدمت تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں ایک جگہ آپکو اخت ہارونؑ کہا گیا ہے اخت موسیٰؑ نہیں کہا گیا۔ کیونکہ کہانت یعنی معبد کی خدمت ہارونؑ کے خاندان میں قایم تھی"۔

آیات متذکرۃ الصدر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ خدا تعالیٰ کی برگزیدہ اور عصمت مآب خاتون تھیں، اور معبد میں رہتی تھیں۔ خدا تعالیٰ پر آپ کا ایمان بہت قوی تھا اور اس کا کرم آپ کے شامل حال تھا۔ آپ کی عصمت پر قرآن شریف نے کئی بار گواہی دی ہے۔ مثلاً سورۂ انبیاء رکوع ۶ میں آیا ہے:۔ " اور اس بی بی کو یاد کرو جس نے

اپنی ناموس کی حفاظت کی تو ہم نے ان میں اپنی روح پھونکدی۔ اور ہم نے اُن کو اور اُنکے بیٹے کو دنیا کے لوگوں کے لئے اپنی قدرت کا نشان قرار دیا" نیز سورۃ تحریم رکوع ۲ میں آیا ہے "اور مریم جو عمران کی بیٹی تھیں جنھوں نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا ہم نے اُن کے پیٹ میں اپنی روح پھونکدی اور وہ اپنے پروردگار کے کلام اور اُسکے صحیفوں کی تصدیق کرتی رہیں اور وہ ہمارے فرمانبردار بندوں میں سے تھیں"

یوسف ناصری

یہ بزرگ حضرت مریم کے منگیتر تھے اور بستی ناصرۃ میں بڑھئی کا پیشہ کرتے تھے۔ روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شریف اور خدا ترس آدمی تھے، قبل اسکے کہ حضرت مریمؑ کو رخصت کرا کر اپنے گھر لائیں اور خلوت صحیحہ کریں حضرت مریمؑ کو خدا کی قدرت سے حمل ہو گیا اور فرشتے نے یوسف کو خواب میں اس واقعہ سے مطلع کیا جس سے انہیں حضرت مریمؑ کی پاکدامنی پر یقین ہو گیا، اور وہ انہیں اپنے گھر لے آئے۔ اس سے ان کے خدا ترس اور مومن ہونیکا پتہ چلتا ہے۔ وفات کا حال کہ کب ہوئی صحیح طور پر معلوم نہیں ہوا[۱]

شمہ قدم — فرشتے کا حضرت مریمؑ کے پاس آنا

(دیکھو انجیل لوقا۔ ۱: ۲۶ تا ۳۸) حضرت زکریاؑ کو حضرت یحییٰؑ کی بشارت دینے کے چھ مہینے بعد، حضرت جبرئیل بحکم خدا حضرت مریمؑ کے پاس آئے جو اُس زمانہ میں گلیل کے ایک چھوٹے سے گانوں ناصرۃ میں رہتی تھیں۔ فرشتہ نے

---

[۱] حضرت مریمؑ کے شوہر حضرت یوسف کی نسبت یہ تمام حالات عیسائی روایات سے ماخوذ ہیں۔ اسلامی روایات اس معاملہ میں خاموش ہیں۔ قرآن مجید کی آیات سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ حضرت مریمؑ کا کوئی شوہر بھی تھا۔ مگر عیسائی روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسےٰؑ تو بغیر شوہر کے پیدا ہوئے، مگر حضرت مریمؑ کی دوسری اولاد شوہر سے یعنی یوسف نجار سے تولد ہوئی۔ حسن نظامی

پاس آکر کہا "اے مریمؑ تجھپر سلامتی ہو اور خداوند تیرے ساتھ ہو، تو عورتوں میں معزز اور رحمتا زلی گئی ہے" حضرت مریمؑ ایک شرمیلی اور ناکتخدا خاتون تھیں۔ اپنے مکان میں ایک نامحرم شخص کے آجانے سے ان کو ضرور پریشانی ہوئی ہوگی۔لہذا جبرئیل نے انکی وحشت دور کرنے کے لئے کہا "اے مریم خوفزدہ نہ ہو۔ میں خدا کا فرستادہ ہوں اور اسلئے آیا ہوں کہ تجھے اس امر کی بشارت دوں کہ تیرے بطن سے مسیح موعودؑ پیدا ہوگا تو اسکا نام عیسیٰؑ رکھیو۔ وہ بہت مقتدر شخص ہوگا۔ اور خداوند خدا اس کے باپ داؤدؑ کا تخت اُسے عطا کریگا۔ اور وہ آل یعقوب پر ہمیشہ حکمراں رہیگا اور اسکی سلطنت ابدی ہوگی"

حضرت مریمؑ کی اگرچہ منگنی ہوچکی تھی لیکن شادی کی وداع نہیں ہوئی تھی اسلئے آپ نے حیران ہوکر فرشتہ سے پوچھا "میرے لڑکا کیونکر پیدا ہوگا، مجھے تو اب تک کسی مرد نے بھی نہیں چھوا" اسپر فرشتہ نے جوابدیا "ہاں خدا کی پاک روح تجھپر نازل ہوگی اور خدا کی قدرت تیرے اوپر سایہ کرے گی، اسی لئے وہ پاک شے تیرے پیٹ سے پیدا ہوگی دیکھو ابھی چھ ماہ گذرے ہیں نے زکریاؑ کو بیٹے کی بشارت دی تھی، چنانچہ انکی بی بی الصابت بڑھاپے میں حاملہ ہوگئی اور جو بانجھ کہلاتی تھی اُسے اب چھ مہینے کا پیٹ ہے اسی طرح تو بھی قدرتِ خداوندی سے حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی" جبرئیل یہ کلمات کہکر رخصت ہوگئے۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ ایک کنواری لڑکی کو ان باتوں سے بہت حیرانی ہوئی ہوگی لیکن حضرت مریمؑ پاکدامن تھیں اُن کے دل میں کوئی چور نہ تھا، پھر فرشتہ نے اُن کی تسلی بھی کردی، اور حضرت زکریا والا معاملہ نظیر میں پیش کیا۔ تو یقیناً انہیں پوری تسلی ہوگئی ہوگی۔ اور کوئی تعجب نہیں اگر انہیں دلی خوشی ہوئی ہو۔ کیونکہ اس زمانہ میں ہر یہودی عورت اس امر کی خواہشمند تھی کہ مسیح موعودؑ اسکے بطن سے پیدا ہو۔ قصہ مختصر حضرت مریم کو حمل ہوگیا۔ اور آپ بیتا وقت صرف کرنے کے لئے اپنی رشتہ دار الصابت زوجہ حضرت زکریاؑ کے یہاں چلی گئیں اور گھر میں پہونچکر حضرت الصابت کو سلام کیا۔ جب انھوں نے آپؑ کی

آواز سنی تو ان کے پیٹ کے بچہ کو جو ان کے رحم میں تھا، حرکت ہوئی اور اُن پر روح قدس نازل ہوئی اور انہوں نے باواز بلند کہا اے مریمؑ تو عورتوں میں معزز اور ممتاز ہے اور جو تیرے پیٹ میں ہے وہ بھی مبارک اور معزز ہے اور میں کس طرح اس محبت کا شکریہ ادا کروں کہ پیغمبر کی ماں میرے گھر آئے کیونکہ جب تیری آواز میرے کان میں پڑی تو وہ بچہ جو میرے پیٹ میں ہے خوشی کے مارے حرکت کرنے لگا۔ اور اب اُن پیشین گوئیوں کے پورا ہونے کا زمانہ آگیا جو خدا تعالیٰ نے انبیاء کی معرفت کی ہیں۔

حضرت مریمؑ نے اسکے جواب میں کہا ”میری روح خدا کی عظمت کا بیان کرتی ہے اور میری جان آنے والے کی یاد میں مست ہے کہ اُس نے اپنی عاجزہ کنیزہ پر یوں نظر رحمت فرمائی کیونکہ آئندہ تمام نسلیں اور قومیں مجھے مبارک اور مسعود خیال کرینگی اور وہ قادر مطلق بڑے بڑے کام میرے لئے کرے گا۔ اور اسکا نام پاک ہے، اسکا رحم نسلاً بعد نسل ہوتا ہے مگر انپر جو اُس سے ڈرتے ہیں۔ اُس نے اپنے ہاتھ کی قوت ظاہر کی اور جو لوگ بزعم خویش بلند مرتبہ اور رفیع الشان تھے انہیں تحس نحس کر دیا۔ وہ شاہزادوں کو تخت سے اُتار کر خوار کر دیتا ہے اور اکثر چھوٹے حقیر آدمیوں کو بادشاہ بنا دیتا ہے (وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ) اور وہ بھوکوں کو عمدہ کھانے عطا فرماتا ہے۔ اور اکثر مالدار بھوکے مرجاتے ہیں۔ اُس نے مختلف موقعوں پر بنی اسرائیل کی مدد کی ہے اور اپنی رحمت کی یاد تازہ کر دی ہے۔ جس طرح اس نے ہمارے آبا و اجداد اور حضرت ابراہیمؑ سے فرمایا کہ میں تجھپر اور تیری ذریت پر مہربان رہونگا۔“

حضرت مریمؑ الصابت کے پاس تین ماہ تک مقیم رہیں۔ بعد ازاں وہ اپنے گھر میں چلی آئیں۔

حضرت عیسیٰ کی پیدائش

جب حضرت مریمؑ اپنے گھر میں واپس آئیں تو ان کی والدہ نے انھیں خاوند کے گھر رخصت

کرنے کا سامان کیا۔ لیکن اس دوران میں آثار حمل ظاہر ہو گئے اور رشتہ شدہ یوسف کو اسکی اطلاع پہونچی کہ تیری منگیتر تو پہلے ہی سے حاملہ ہے۔ اس وحشت اثر خبر کو سن کر یوسف عجب شش و پنج میں گرفتار ہو گئے۔ دل میں طرح طرح کے خیالات آنے لگے اور آخر کار یہی فیصلہ کیا کہ اس رشتہ کو خاموشی کے ساتھ توڑ دینا چاہئے۔ لیکن اسی رات جبرئیل ان کے پاس خواب میں آئے اور کہا "یوسف! مریمؑ کی پاکدامنی پر شبہ نہ کر وہ روح قدس کی وساطت سے حاملہ ہوئی اور کسی انسان کا اسمیں مطلق دخل نہیں ہے بلا تامل رخصت کرالا۔ یہاں آکہ اُس کے بیٹا پیدا ہوگا اُس کا نام عیسیٰؑ رکھیو۔ جیسا کہ لکھا ہے" دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی اور لوگ اس کا نام عمانیویل کہینگے جس کے معنی یہ ہیں "خدا ہمارے ساتھ ہے" جب یوسف نے خدا کی طرف سے یہ بشارت پائی تو انھیں کامل یقین ہوگیا کہ میری منگیتر پاک اور عفیفہ ہے۔ چنانچہ وہ مریم کو رخصت کرالائے اور جب تک مسیح موعود پیدا نہوئے اُن سے بیوی کے تعلقات قائم نہ کئے۔

اسکے کچھ دن بعد قیصر روم کا فرمان جاری ہوا کہ تمام رعایا کی مردم شماری کیجائے اسی سلسلہ میں ہیرودیس کے نام حکم آیا کہ یہود کی مردم شماری بھی کرو۔ ہیرودیس نے قبائل کے لحاظ سے مردم شماری کی۔ لہٰذا حضرت مریمؑ کو ناصرہ سے چلکر بیت لحم آنا پڑا۔ کیونکہ آپ کا قبیلہ یہیں آباد تھا۔ الغرض یوسف اور مریم دونوں شام کے وقت بیت لحم میں وارد ہوئے۔ مسافروں کی کثرت کی وجہ سے انھیں سرائے میں جگہ نہ مل سکی مجبوراً اصطبل میں فروکش ہوئے اور اسی رات کو حضرت عیسیٰؑ اُس حقیر اور غیر معروف جگہ میں شکم مادر سے اس عالم فانی میں جلوہ افروز ہوئے۔ حضرت مسیحؑ کی پیدائش کے سال میں اختلاف ہے۔

(۱) ایلی کاٹ کی رائے میں ۴ قبل مسیح ق م۔ ولسیلر اور گریسویل بھی اس کے ہمخیال ہیں۔

(۲) ٹشنڈارف کی رائے میں مابین سنہ ۵ و سنہ ۴ ق م۔

(۳) لارڈنر کی رائے میں سنہ ۶ و سنہ ۵ ق م کے درمیان۔

(۴) کلنٹن ورڈس ورتھ اور ڈآمنیس کی رائے میں سنہ ۵ ق م۔

(۵) سینکلی بینٹس منٹر اور وتنمر کی رائے میں سنہ ۴ ق م۔

لیکن مقبول سن تاریخ سنہ ۵ ق م ہے۔ اسی طرح تاریخ میں بھی اختلاف ہے۔ کلیمنٹ کی رائے میں ۲۰ مئی تھی۔ بعض کی رائے میں ۲۰ اپریل تھی۔ وکیل کہتا ہے ان باتوں کا فیصلہ نہیں ہوسکتا۔ اب تو عموماً ۲۵ دسمبر کو یوم ولادت منایا جاتا ہے۔ مگر یہ تاریخ چوتھی صدی میں مقرر ہوئی تھی۔ پادری فیرار نے بہت کچھ جدوجہد اور جانچ پرتال کے بعد یہ رائے قائم کی ہے کہ انجیلی بیانات کی بنا پر مسیح کی پیدائش فروری سنہ ۴ ق م کے بعد نہیں ہوسکتی۔ اور ماہ و سال یا دن وغیرہ کا علم تو صحیح طور پر حاصل کرنے کی کوشش کرنا محض وقت کا ضائع کرنا ہے۔

قرآن مجید میں مسیحؑ کا ذکر ولادت

یہ سب تو عیسائیوں کے بیانات تھے۔ اب قرآن شریف میں حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کا جو ذکر ہوا ہے لکھا جاتا ہے۔ (دیکھو سورۃ مریم، رکوع ۲)

"اور یاد کر اس کتاب میں مریمؑ کو جب اپنے لوگوں سے دور ایک شرقی مکان میں جا پڑی اور اُن سے پردہ کیا۔ پس ہم نے اسکی طرف اپنا فرشتہ بھیجا اچھے خاصے آدمی کی صورت میں۔ پس مریم نے کہا تحقیق میں پناہ پکڑتی ہوں خدا کے ساتھ تجھ سے اگرچہ تو ہو پرہیزگار، کہنے لگا سوائے اسکے نہیں کہ میں فرستادہ ہوں تیرے رب کا کہ بخش جاؤں تجھکو اک لڑکا پاکیزہ۔ مریم نے کہا میرے کیونکر ہوگا لڑکا نہیں ہاتھ لگایا مجھے کسی آدمی نے اور نہیں ہوں میں زناکار۔ کہا اسی طرح کہا رب تیرے نے کہ یہ کام آسان ہے میرے لئے اور کرینگے ہم اسکو نشانی واسطے لوگوں کے اور مہربانی اپنی طرف

سے اور یہ کام تو مقرر کردہ ہے، پس حاملہ ہوگئی اور چلی گئی اس حالت میں جنگل کو سب سے علیحدہ۔ پس درد زہ سے مجبور ہوکر ایک کھجور کے درخت کی طرف گئی اور کہنے لگی کاش میں اس سے پہلے مرگئی ہوتی اور ہوگئی ہوتی بھولی بسری۔ پس نیچے سے پکارا اس کو کہ مت غم کھا تحقیق جاری کردیا ہے پروردگار تیرے نے ایک چشمہ تیرے نیچے اور ہلا اس درخت کو اللہ ڈالیگا تر و تازہ کھجوریں تیری طرف پس کھا اور پی اور ٹھنڈی رکھ اپنی آنکھوں کو پس اگر دیکھے تو آدمیوں میں سے کسی کو کہدے میں نے رحمان کا روزہ رکھا ہے اور میں نہ بولوں گی آج کی تاریخ کسی آدمی سے پس آئی ساتھ عیسیٰؑ کے اپنے لوگوں کی طرف"

ناظرین کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ اگرچہ قرآن مجید اور انجیل جلیل کے بیان میں قدرے اختلاف ہے مگر بات قریب قریب وہی ہے۔ حضرت مریمؑ کی پاکیزہ اور زاہدانہ زندگی' فرشتے کا بشارت دینا، حضرت عیسیٰؑ کا غیر معمولی اور تنہا مقام میں پیدا ہونا، دونوں میں یکساں طور پر مرقوم ہے۔

نوٹ: مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو اس رنگ میں پیدایش کے قایل نہیں اور کہتے ہیں کہ عیسیٰؑ معمولی انسانوں کی طرح عورت اور مرد کے میل سے پیدا ہوئے تھے لیکن ہمیں اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ یہ کتاب مباحثوں سے کچھ تعلق نہیں رکھتی۔

گلہ بانوں کا حضرت عیسیٰؑ کو دیکھنے آنا

(دیکھو لوقا ۲: ۸ تا ۲۰)

لوقا کی انجیل میں ہے کہ چند گلہ بانوں نے جو رات کی تاریکی میں اپنے جانوروں کو چرا رہے تھے آسمانی خوشخبری پائی کہ زبردست ہستی داؤدؑ کے شہر میں پیدا ہوئی ہے، جو مسیح ہے۔ اُس فرشتہ نے جو اُن پر ظاہر ہوا تھا، ان کو مسیح کا پتہ دیا کہ وہ فلاں اصطبل میں کپڑوں میں لپٹا ہوا لیٹا ہے۔ یکایک،

ہیکل میں ایک اور شخص بھی تھا اور یہ ایک عورت تھی جو وہاں رہتی تھی اور نبیہ تھی اس لحاظ سے کہ اسپر بھی الہام الٰہی نازل ہوتا تھا اور پیش گوئیاں کرتی تھی۔ سات سال خاوند کے ساتھ گذارے۔ جب بیوہ ہوگئی تو ہیکل میں آگئی اور یہاں ۶۴ سال سے مقیم تھی۔ قریب ۸۵ سال کی عمر تھی، رات دن نماز روزہ میں بسر کرتی تھی۔ اُس نے بھی اس بچہ کی زیارت کی اور مبارکباد دی

مجوسں کا حضرت عیسےٰؑ کی زیارت کرنا

(دیکھو متی ۲: ۱ تا ۱۲) یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ مشرقی لوگ کب حضرت عیسےٰؑ کو دیکھنے آئے اور ان کی تعداد کتنی تھی۔ روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ولادت کے دو ماہ کے بعد آئے تھے۔ انھوں نے اپنے علم کے زور سے معلوم کیا تھا کہ جب ستاروں کی چال میں فُلاں فُلاں تبدیلی ہوگی تو خدا کا برگزیدہ بندہ پیدا ہوگا۔ اس بنا پر یہ لوگ حضرت عیسےٰؑ کی زیارت کو آئے ہونگے، بیت اللحم ایک چھوٹی سی بستی ہے، لوگوں سے یوسف نجار کا گھر پوچھا ہوگا، پتہ پوچھتے ہوئے مکان پر پہونچے ہونگے، ان لوگوں کے آنے کی خبر ہیرودیس کو بھی لگی اور جب لوگوں نے اُس سے کہا کہ یہ لوگ بڑی دور سے یہودیوں کے بادشاہ کی زیارت کو آئے ہیں، تو اُسے بڑی فکر دامنگیر ہوئی کیونکہ وہ پہلے ہی سے یہود کی زبانی سُن چکا تھا کہ مسیح عنقریب پیدا ہونے والا ہے جو یہودی قوم کو رومی حکومت سے نجات دلائیگا اور عظیم الشان بادشاہت قائم کریگا۔ پس ہیرودیس نے سوچا کہ جتنے بچے دو سال کے اندر اندر ہوں سب کو مروا دوں تو اس نئی آفت کا سدِباب ہو سکیگا۔ ادھر مجوسیوں نے حضرت مریمؑ سے کہا کہ تمھارا بادشاہ اس بچہ کے درپے آزار ہے اسی رات یہاں سے بچہ سمیت باہر نکل جاؤ ورنہ صبح کو اس کی خیر نہیں ہوگی (دیکھو متی ۲: ۱۳ تا ۱۸) راتوں رات مریمؑ اور یوسف بچہ کو لیکر مصر کی طرف روانہ ہوگئے۔ صبح کے وقت ہیرودیس نے سپاہیوں کو

کو قتل اطفال خورد سال کا حکم دیدیا۔ ہزاروں بیکس ماؤں کا کلیجہ ہمیشہ کے لئے چھلنی ہوگیا
لیکن ہیرودیس کو حصول مقصد میں ناکامی ہوئی کیونکہ جسے خدا رکھے اُسے کون چکھے۔
یوسف اور مریمؑ مسیح کو لئے ہوئے مصر میں پہونچے۔ یہاں ہزاروں یہودی آباد تھے
اس لئے انھیں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی ہوگی۔ تین سال بعد ہیرودیس نے وفات پائی۔
تو فرشتے نے خواب میں آکر والدین سے کہا "تمہارا دشمن مرگیا اب اپنے وطن کو واپس
جاؤ" بعض کا خیال ہے کہ چند ہی روز بعد ہیرودیس نے وفات پائی اور اس بنا پر
حضرت عیسیٰؑ چند دنوں سے زیادہ مصر میں نہیں رہے۔ بہرحال یقینی طور پر دونوں باتیں
محتاج ثبوت ہیں، البتہ مصر جانا اور قیام کرنا یقینی ہے۔ وہاں سے واپس آکر ناصرہ میں
حسب معمول سکونت اختیار کرلی۔

سنہ میں حضرت عیسیٰؑ واپس آئے اور اس چھوٹے سے مقام میں (ناصرہ
ایک گانوں ہے) آپ نے اپنی ساری زندگی علاوہ آخری ڈھائی تین سالوں کے صرف کردی

ناصرہ کا مختصر حال

ناصرہ ایک پہاڑی مقام ہے اور اسکے اردگرد میلوں
تک پہاڑ ہی پہاڑ ہیں جن میں خوشنما وادیاں چراگاہیں
اور سبزہ زار بکثرت ہیں۔ انار اور نارنگیاں بافراط پیدا ہوتی ہیں۔ موجودہ زمانہ میں صرف
تین چیزیں ایک سیاح کے لئے دلچسپی کا باعث ہوسکتی ہیں۔ مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی
مسجد ہے، نصاریٰ کا ایک خوشنما گرجا ہے اور راہبوں کی ایک پرانی سی خانقاہ ہے۔

ناصرہ میں زمانہ قیام کے حالات

بدقسمتی سے حضرت عیسیٰؑ کی زندگی کے
پہلے تیس سالوں کا سوائے ایک واقعہ
کے اور کچھ بھی حال معلوم نہیں ہوتا۔ چاروں انجیلوں میں سوائے اسکے کہ بارہ سال کی عمر
میں آپ اپنے والدین کے ساتھ بیت المقدس گئے تھے اور کوئی واقعہ مرقوم نہیں ہے
دیگر اناجیل مثلاً "انجیل طفولیت عیسیٰؑ" میں بہت سی روایات آپ کے بچپن کے متعلق

اس فرشتہ کے ساتھ قدوسیوں کی ایک بھاری جماعت نمودار ہوئی اور وہ یہ ترانہ گا رہے تھے "خدا کی حمد و ثنا بدرجہ اتم ہو اور اس زمین پر اُن لوگوں پر سلامتی ہو جن سے وہ خوش ہے"۔

جب فرشتہ آنکھوں سے نہاں ہو گیا تو وہ گڈریے بڑے اشتیاق کے ساتھ اُس مقام پر آئے جہاں حضرت عیسیٰؑ لیٹے ہوئے تھے۔ انھوں نے حضرت مریمؑ کو مبارکباد دی اور بچے کی سلامتی کی دعا کی اور واپس چلے گئے۔ اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید خدا نے حضرت مریمؑ کی تسلی کے لئے غیروں کو بھیجا تاکہ وہ بشارت آمیز کلمات سے آپ کے الفاظ کی جو یوسف سے کہے ہونگے تائید کریں اور آپ کو سرخروئی حاصل ہو۔

مسیح کا ختنہ

(دیکھو لوقا ۲: ۲۱) یہودیوں میں قدیم سے یہ رسم چلی آتی تھی کہ آٹھویں دن نوزائیدہ بچہ کا ختنہ کرتے تھے چنانچہ مردم شماری کے قصہ سے فراغت پاکر آٹھویں دن حضرت مریمؑ نے آپ کا ختنہ کرایا اور عیسیٰؑ نام رکھا۔ عبرانی لفظ یسوع ہے۔ ابن مریم۔ ابن داؤدؑ۔ ابن آدمؑ وغیرہ یہ آپ کے القاب ہیں۔ مسیح آپکے عہدہ کا نام ہے۔ یعنی آپ خدا کی طرف سے مسیح موعود تھے۔ مسیح عبرانی میں اُس شخص کو کہتے ہیں جسکے سر پر تخت نشینی کے وقت، دینی پیشوا تیل سے مسح کرے۔ بعضوں کا خیال ہے کہ آپ کا لقب مسیحؑ سیاحت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کا ہیکل میں تشریف لیجانا

(دیکھو لوقا ۲: ۲۲ تا ۳۸) موسوی شریعت کے مطابق چالیس روز کے بعد زچہ پاک ہوتی تھی تب نہا دھو کر، اپنے بچہ کو لیکر ہیکل میں جاتی تھی اور پہلوٹھی کے بچہ کو خدا کی نذر کرتی تھی۔ ہر بچے کے پیدا ہونے پر یہ رسم ادا نہیں کیجاتی تھی، صرف پہلوٹھی کے بیٹے کی قید تھی۔ چنانچہ ایام نفاس سے فارغ ہونے کے بعد دستور کے مطابق حضرت مریمؑ اور یوسف حضرت عیسیٰؑ کو ہیکل میں لیگئے۔ قاعدہ تھا کہ والدین اپنے

ساتھ قربانی کے لئے ایک برس عمر کی بکری یا بھیڑ اور گناہ کی قربانی کے لئے، ایک کبوتر یا فاختہ ضرور لاتے تھے لیکن جو لوگ غریب ہوتے تھے اُن کے ساتھ یہ رعایت ہوتی تھی کہ وہ گوسفند کی جگہ کبوتر ہی لے آئیں۔ پس چونکہ یوسف غریب آدمی تھے لہذا حضرت مریم ۴ اپنے ساتھ صرف دو عدد کبوتر لائیں، جو کاہن کے حوالہ کر دئے۔ دوسری رسم یہ تھی کہ پہلوٹھی کا بیٹا دینی خدمت کے لئے وقف ہوتا تھا (یاد کرو والدہ مریم ۴ کی دعا) اور بارہ سال کی عمر تک اپنے والدین کے پاس رہتا تھا لیکن والدین پر فرض تھا کہ اس کا فدیہ ہیکل میں ادا کریں۔ لہذا فدیہ کے پانچ شیکل یعنی مبلغ ۵ حضرت مریم ۴ نے حسب ضابطہ خزانہ میں جمع کئے۔ ان تمام رسوم سے فارغ ہو کر جب حضرت مریم واپس ہونے کو تھیں تو ایک ضعیف العمر یہودی نے جسکا نام شمعون تھا حضرت عیسیٰ کو دیکھا۔ یہ شخص صالح اور متقی تھا اور روح قدس سے معمور، اور اُسے الہام ہوا تھا کہ اپنی وفات سے پہلے مسیح موعود کو دیکھے گا۔ پس روح القدس کی مدد سے اسکے دل میں ڈالا گیا کہ یہی بچہ مسیح موعود ہے پس اُس نے آپ کو بڑی محبت سے گود میں لیا اور اس طرح خدا کی حمد بیان کرنے لگا:-

"اے خدا شکر ہے تیرا کہ تو نے اپنے فرمان کے موافق مجھے موقعہ دیا کہ دلی اطمینان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوں، کیونکہ میری آنکھوں نے اس نجات کا مشاہدہ کر لیا جو تو نے تمام مخلوق سے پیشتر لوگوں کے لئے مہیا کر رکھی تھی۔ ایسا نور ہے جو اقوام عالم کے لئے کشف حجاب کرتا ہے اور تیرے بندوں بنی اسرائیل کے لئے عزت کا باعث ہے"

یہ کلمات سُنکر یوسف اور مریم ۴ بڑے حیران ہوئے۔ حضرت شمعون نے ان دونوں کو مبارکباد دی اور مریم ۴ سے خطاب کیا "یہ بچہ بنی اسرائیل میں سے بہتوں کے تنزل اور ترقی کا باعث ہوگا اور یہ بچہ وہ نشان ہوگا جسکی تردید اور تکذیب کی جائے گی اور تیرے پہلو میں بھی تلوار کی انی بھونکی جائیگی، تاکہ اکثر الناس کے خیالات ظاہر ہو جائیں"

حاصل کرتا ہے مبالغہ نہ تھا بلکہ ایک حقیقت تھی۔ یہود میں اُس شخص کو بہت ہی بدتر خیال کیا جاتا تھا جو صاحب اولاد ہو کر اپنی اولاد کو دین کا علم نہیں سکھاتا تھا۔ اور تمام لوگ اُسے حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور انگلیاں اٹھاتے تھے۔ ان حالات کے ماتحت یہ قیاس کرنا بیجا ہوگا کہ حضرت عیسیٰؑ کا بچپن بھی اسی طور پر گزرا ہوگا۔ حضرت مریمؑ نے قومی روایات کے ماتحت آپکو توراۃ اور شریعت کا علم دیا ہوگا۔ اور ہوش سنبھالنے پر کسی مدرسہ میں بھی داخل کیا ہوگا۔ مگر

چونکہ اسکی کوئی تاریخی سند نہیں ہے لہذا وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ آپؑ کی ابتدائی تعلیم کس نہج پر ہوئی۔ کہاں اور کن استادوں سے پڑھا لیکن انجیل کے مطالعہ سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ آپ کو توراۃ اور صحف انبیاء کا بھی پورا علم تھا۔ چنانچہ انجیلوں سے ظاہر ہے کہ آپ دوران گفتگو میں عہد عتیق سے بکثرت حوالے پیش کیا کرتے تھے اور بات بات میں یہود کو بائبل کی آیات یاد دلاتے تھے۔ مثلاً کیا تم نے نہیں پڑھا الخ۔ اور یہ کہ علاوہ عبرانی کے جو اسوقت مردہ ہو گئی تھی آپ کی زبان آرامی تھی۔ علاوہ بریں یونانی قرب وجوار میں مروج تھی اور وہ بھی آپ کو آتی ہوگی۔ اگرچہ اناجیل میں یہ باتیں صراحتاً مرقوم نہیں ہیں لیکن یہود کی تمدنی زندگی کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ قیاسات غلط نہیں معلوم ہوتے کہ حضرت عیسیٰؑ کی تعلیم معقول ہوئی ہوگی۔

سنہ ۷ء حضرت عیسیٰؑ کا بارہ سال کی عمر میں بیت المقدس جانا

(دیکھو لوقا ۲: ۳۹ تا ۵۲) یہود کی زندگی اور دینی شغف کو دیکھتے ہوئے اس امر کا اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ فصح کی عید یہود کے لئے کس قدر اہم اور محبوب ہوتی ہوگی۔ یہ مبارک تہوار یہود میں، مصریوں کی غلامی سے رہائی کی یادگار میں منایا جاتا تھا۔ علاوہ بریں ہر ایک یہودی کے دل میں اپنے خداوند کا گھر یعنی بیت المقدس دیکھنے کا جذبہ موجود تھا۔ اور ہر دیندار یہودی جسے استطاعت تھی ضرور اس موقعہ پر

بیت المقدس پہونچتا تھا۔ خواہ وہ کسی حصہ ملک میں کیوں نہ رہتا ہو۔ ناظرین کو معلوم ہے کہ حضرت مریم ؑ اور یوسف دونوں دیندار اور راستباز الشان تھے۔ اور اگرچہ عورتوں کے لئے اس موقعہ پر بیت المقدس جانا فرض نہ تھا تاہم حضرت مریم ؑ بوجہ زیادہ دیندار ہونے کے یوسف کے ہمراہ بیت المقدس گئیں اور چونکہ حضرت عیسیٰ ؑ اب بارہ سال کے ہو گئے تھے اور یہ وہ عمر تھی جب بچوں پر مذہبی تہواروں میں شرکت ضروری قرار دیجاتی تھی۔ لہذا حضرت عیسیٰ ؑ بھی والدین کے ہمراہ شریک سفر ہوئے۔ قصہ مختصر حضرت عیسیٰ ؑ پہلی دفعہ گھر سے چل کر بیت المقدس آئے اور یہاں ایک ہفتہ قیام کیا۔ آپ نے اپنی عمر میں پہلی مرتبہ اس قدر عظیم الشان مجمع دیکھا ہوگا۔ کیونکہ **عید فصح** کے موقعہ پر کم و بیش دو لاکھ آدمی بیت المقدس میں جمع ہوتے تھے۔ **گلیل** کا علاقہ ان دنوں بہت آباد تھا اور وہاں سے زائرین بکثرت آتے تھے جو مختلف ٹولیاں بنا کر سفر کرتے تھے۔ ان میں سے ایک ٹولی میں حضرت عیسیٰ ؑ کے والدین بھی واپسی کے لئے تیار ہوئے انھوں نے چلتے وقت آپ کو نہ پایا تو یہ خیال کیا کہ مجمع کے ساتھ ہونگے۔ جب شام کو پڑاؤ پر پہونچے تو بھی حضرت عیسیٰ ؑ انھیں نہ ملے۔ رات بھر دونوں میاں بی بی سخت بیچین رہے اور صبح ہوتے ہی پھر بیت المقدس میں واپس آئے اور وہاں پہونچ کر گھر گھر تلاش کرنا شروع کیا۔ مگر کہیں پتہ نہ چلا۔ وہ رات بھی تارے گن گن کر بسر کی، صبح ہوئی تو پھر تلاش کی مگر ہنوز روز اوّل تھا، وہ رات بھی سولی پہ کاٹی۔ تیسرے دن خدا خدا کرکے حضرت عیسیٰ ؑ ہیکل میں ملے۔ اسوقت آپ یہودی علماء سے دینی مسائل پر گفتگو فرمارہے تھے۔ اور اس چھوٹی سی عمر میں ایسے ایسے عالمانہ نکات بیان کر رہے تھے کہ سُننے والے انگشت بدنداں تھے۔ ماں کی مامتا سب کو معلوم ہے۔ حضرت مریم نے آپ سے درد بھرے لہجہ میں کہا "اے بیٹا! تم یہاں بیٹھے ہوئے ہو اور ہمپر یہ تین دن پہاڑ سے بھی زیادہ سخت گذر گئے۔ تمھیں کیا خبر کہ تمھارے نہ ملنے سے میرے دل کو کس قدر پریشانی ہوئی

لکھی ہیں۔ مثلاً ایک دفعہ آپ چند لڑکوں کے ساتھ تالاب کے کنارے کھیل رہے تھے بچوں نے مٹی کے چند پرند بنائے تو حضرت عیسےٰ نے کہا لاؤ میں ان میں جان ڈالدوں۔ یہ کہکر آپنے اُن پر پھونک ماری تو وہ سب زندہ ہو گئے اور پھر سے اُڑ گئے وغیرہ وغیرہ مگر یہ اناجیل عیسائیوں میں پایۂ اعتبار سے ساقط ہیں لہذا ان کی روایات لکھنی فضول ہیں تاہم مشہور مصنفین نے یہودی قوم کی روزمرہ زندگی کے جو صحیح حالات مرتب کئے ہیں اُن کے مطالعہ سے اس بات کا پتہ چل سکتا ہے کہ عام اور معمولی حالات کے ماتحت حضرت عیسیٰؑ کی زندگی کس طرح بسر ہوئی ہوگی۔ لہذا اُن حالات کا ضروری اقتباس ناظرین اوراق ہذا کی دلچسپی کے لئے لکھنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

یہود کے معاشرتی حالات

جن لوگوں نے توراۃ شریف کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ یہودی والدین اپنے بچوں کی کسقدر احتیاط اور محبت سے پرورش کیا کرتے تھے اور ان کو دیندار بنانے کے لئے کیا کچھ نہیں کرتے تھے۔ یہودیوں میں مثل مشہور تھی کہ بچہ دین کا علم اپنی ماں کے دودھ کے ساتھ ہی حاصل کرتا ہے اور حقیقت بھی یہی تھی کہ جب بچہ آنکھ کھولتا تھا تو اپنے چاروں طرف دینی اور مذہبی باتوں کا چرچا پاتا تھا۔

یہود کا دستور تھا کہ وہ اُٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے دینی معلومات اپنے بچوں کے دلوں پر نقش کیا کرتے تھے اور سال میں دو ماہ تو بالکل دینی امور اور مذہبی علوم وغیرہ کے لئے وقف ہوتے تھے جن میں سوائے مذہبی باتوں کے اور کوئی دنیا کی بات نہیں ہوا کرتی تھی۔ دن رات توریت شریف کا ورد اور درس وعظ اور لیکچر عبادت اور نوافل، نماز روزہ، غرضکہ تمام اوقات مذہبی امور کا چرچا رہا کرتا تھا جس طرح رمضان کے مہینہ میں عموماً مسلمان زیادہ دیندار اور نمازی ہو جاتے ہیں۔ جوزیفس مشہور یہودی مورخ لکھتا ہے "پہلی بات جو یہودی بچہ کے کان میں پڑتی تھی وہ یہ کہ خدا تعالیٰ وحدہٗ لا شریک قادر مطلق اور خالق کل شے ہے، اور جوں جوں بچہ ہوش سنبھالتا جاتا تھا اسکے دل میں یہ بات جمتی جاتی تھی کہ یہودی قوم

خدا تعالیٰ کی برگزیدہ اور اس کی پاک شریعت کی حامل اور خادم ہے، اور یہود کا نصب العین صرف یہ ہے کہ دنیا میں کوئی کام علم دین حاصل کرنے سے زیادہ ضروری اور مفید نہیں ہے اور انسان کی زندگی کا واحد مقصد یہی ہے کہ شرع موسوی کا پورا پورا علم اُسے حاصل ہو تاکہ خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق زندگی بسر کر سکے۔"

اسلام میں بھی طلب علم دین پر بہت زور دیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "مسلمانوں میں سب سے بہتر شخص وہ ہے جو قرآن پڑھے اور پڑھائے۔" نیز یہ کہ "علم کی طلب ہر مومن اور مومنہ پر فرض ہے۔" نیز یہ کہ "علم طلب کرو خواہ وہ چین میں ملے۔" یہود میں علماء کا حکم جاری تھا کہ سب سے پہلے بچہ کو شریعت کے احکام اور توراۃ کے مقامات متداولہ یاد کرائے جاویں۔ عموماً پانچ سال کی عمر سے بچہ کو معلم کے سپرد کیا جاتا تھا اور چودہ سال کی عمر تک وہ علم دین حاصل کرتا تھا۔ چنانچہ ایک مشہور یہودی عالم اور متکلم اور فیلسوف کا قول ہے "میں چودہ سال کی عمر میں توراۃ کا ایسا ماہر ہو گیا تھا کہ بڑے بڑے علماء مجھ پر رشک کرتے تھے۔" اس شخص کا نام حکیم فائلو ہے۔ یہود کا عام خیال تھا کہ جس قصبہ میں دینی مدرسہ نہ ہو وہ برباد ہو جاتا ہے اور وہاں رحمت کا فرشتہ نہیں آتا۔ اسی خیال کا یہ نتیجہ تھا کہ قوم کا ہر ایک فرد دینی احکام اپنے نام سے زیادہ یقین کے ساتھ بتا سکتا تھا۔ وہی فائلو ایک جگہ لکھتا ہے "یہود کا یقین ہے کہ توراۃ منجانب اللہ ہے۔ لہذا جو چیز انہیں سب سے پہلے سکھائی جاتی ہے وہ علم دین ہے اور یہ علم اُنکے دلوں پر کالنقش فی الحجر ہے۔ مدرسہ میں داخل ہونے سے پیشتر بچہ رات دن اپنے گھر میں دینی امور کا چرچا دیکھتا تھا۔ بستر سے اٹھکر جب تک ایک یہودی باقاعدہ وضو نہ کر لیتا دنیا اور مافیہا کا کوئی کام نہیں کرتا تھا۔ اسکے بعد باقاعدہ طور پر صبح کی نماز میں ہر شخص شریک ہوتا تھا۔ اسی طرح تمام دن دینی باتوں کا چرچا دیکھتا تھا۔ رات کو سوتے وقت جو کیا جاتا تھا وہ بھی نماز عشاء ہی تھی۔ پس یہود کا یہ قول کہ ہمارا بچہ پوتڑوں ہی سے علم د

میں اور تمھارے والد دونوں نے تمھاری تلاش میں بیت المقدس کا کونہ کونہ چھان مارا آپ نے نہایت متانت سے جواب دیا" اماں گھبرانے کی کونسی بات تھی؟ آپکو سمجھ لینا چاہئے تھا کہ میں سوائے خدا کے گھر کے اور کہیں نہیں ہونگا۔ غرضکہ حضرت مریم ؑ اپنے یوسف گم گشتہ کو ساتھ لیکر وطن میں واپس آئیں۔

حضرت عیسیٰ ؑ کے بھائی اور بہنیں

اناجیل اربعہ اور حواریوں کے نوشتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ ؑ کے اور چھوٹے بھائی بہن بھی تھے جو آپ کے بعد حضرت مریم ؑ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے چار بھائی تھے اور دو بہنیں تھیں۔ اُن کے نام جیمس جوڈیز، جوزیز اور شمعون۔ اور لڑکیوں کے ایستھر اور تھامر بتائے جاتے ہیں۔ غرض اور یوحنا کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح ؑ کی زندگی میں اُن کے بھائی بہن اُن پر ایمان نہیں لائے تھے لیکن واقعہ صعود کے بعد ایمان لے آئے۔ ان میں سے ایک یعنی جیمس یہودی مسیحیوں میں بہت ممتاز اور سربرآوردہ تھے۔ مگر رومن کیتھولک لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت مریم ؑ کے بطن سے کوئی اولاد سوائے حضرت عیسےٰ ؑ کے نہیں ہوئی اور جنھیں مسیح ؑ کے بھائی بہن کہا جاتا ہے وہ یوسف کی پہلی بیوی سے تھے۔ لیکن اسکے لئے یوسف کی پہلی بیوی کا ثبوت درکار ہے۔ علاوہ بریں آپؑ کے بھائیوں کا وجود کسی طرح حضرت مریم ؑ کی ذات پر اعتراض کا سبب نہیں ہے۔ آخر مریم اور یوسف میاں بی بی تھے تو کیا تعجب ہے اگر اُن کے اولاد ہوئی ہو۔ رومن کیتھولک لوگوں کا یہ خیال محض اس وجہ سے ہے کہ حضرت مریم ؑ کی شخصیت کو غیر معمولی اہمیت دیجائے کیونکہ وہ انھیں "خدا کی ماں" کا لقب دیتے ہیں۔ اور ایک زمانہ میں مریم ؑ اقانیم ثلاثہ کا ایک فرد بھی رہ چکی ہیں۔ ان کی نظر میں خدا کی ماں کے بطن سے کسی انسان کا پیدا ہونا خلاف شان ہے۔ یہ انکی خوش اعتقادی کی بات ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ بچے حضرت مریم ؑ کی بہن کے تھے اور اُن کا نام بھی مریم

ہی تھا، مگر یہ بھی کوئی واقعی اور مدلل بات نہیں ہے، محض قیاس ہے لہذا اسپر یقین نہیں کیا جاسکتا جبکہ حضرت مسیح کے حقیقی بھائیوں یا بہنوں سے انپر کوئی اعتراض نہیں پڑتا تو ان لوگوں کو آپ کے حقیقی بھائی ماننے میں کیا قباحت ہے؟

(دیکھو انجیل لوقا ۱: ۵ تا ۲۳ و ۵۷ تا ۷۹)

سنہ ۲۶ء حضرت یحییٰ کا مصروف تبلیغ ہونا۔

قیصر طائبریس کی حکومت کے پندرہویں سال میں جبکہ پلاطوس فلسطین کا گورنر تھا اور ہیرودیس ثانی علاقہ گلیل کا باجگذار نواب تھا، حضرت یحییٰؑ ابن حضرت زکریاؑ کو ارشاد باری ہوا کہ تبلیغ حق میں مصروف ہو جاؤ۔ چونکہ حضرت یحییٰؑ کی زندگی بھی آیات اللہ کے رنگ سے رنگین ہے لہذا ان کی پیدایش کا مختصر حال ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔

حضرت یحییٰؑ کے والد کا نام زکریاؑ اور والدہ کا نام الصابت تھا، یہ دونوں پاکباز اور شریعت خدا پر پورے طور سے عامل تھے۔ ایک روز جبکہ زکریا ہیکل میں بخور جلا رہے تھے، یکایک خدا کا فرشتہ قربان گاہ کے داہنی طرف ظاہر ہوا اور کہا "اے زکریا تیری دعا قبول ہوگئی۔ تیرے بیٹا ہوگا اور اس کا نام یحییٰ رکھیو۔ یہ بچہ اللہ تعالیٰ کا مقرب ہوگا اور بنی اسرائیل میں وعظ وہدایت کریگا۔ حضرت زکریا نے کہا میں اور میری بیوی دونوں بوڑھے ہوگئے ہیں۔ اب ہمارے اولاد کیونکر ہوسکتی ہے۔ فرشتہ نے کہا چونکہ تو نے خدا کی بشارت پر شک کیا لہذا جب تک اسکا قول پورا نہو تو بات نکرسکیگا جب زکریا ہیکل سے باہر نکلے تو لوگوں نے صورت حال دریافت کی کہ اندر دیر کیوں ہوئی؟ مگر آپ بات نہ کہہ سکے۔ لوگ سمجھ گئے کہ کوئی خواب دیکھا ہے۔ حسب منشار خداوندی الصابت حاملہ ہوئیں۔ اور مدت حمل منقضی ہونے کے بعد یحییٰؑ پیدا ہوئے۔ آٹھویں دن ختنہ کیا گیا اور یحییٰ نام رکھا گیا۔ لوگوں نے کہا بھی کہ یہ نام تو بالکل نیا ہے لیکن زکریا نے کاغذ پر لکھا "یہی نام رکھنے کا حکم خدا کی طرف سے مجھے ملا ہے اسکے خلاف نہوگا۔ نام رکھنے کے بعد

آپ کی قوت گویائی عود کر آئی۔ قرآن مجید میں اس واقعہ کا بیان اس طرح ہوا ہے (دیکھئے سورۂ مریم رکوع ۱) "یہ اُس مہربانی کا مذکور ہے جو تمہارے پروردگار نے اپنے بندے زکریاؑ پر کی، جب انہوں نے خدا کو دبی آواز سے پکارا اور کہا اے پروردگار میں تیری جناب میں کبھی محروم نہیں رہا اور مجھے اپنے بھائی بندوں سے خوف ہے کہ میرے بعد کچھ خرابی نہ ڈالیں اور میری بیوی بانجھ ہے۔ پس اپنی طرف سے مجھ کو ایک جانشین عطا فرما، جو میرا اور نسل یعقوب کا وارث ہو۔ خدا نے فرمایا اے زکریا! ہم تمہیں ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جسکا نام یحییٰ ہوگا اور اس سے پہلے اس نام کا کوئی آدمی نہیں ہوا۔ زکریا نے کہا اے خدا میرے ہاں لڑکا کس طرح ہوگا؟ جبکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی حد کو پہونچ گیا ہوں۔ فرمایا خدا نے ایسا ہی ہوگا تم کو اس عمر میں بیٹا دینا ہمارے لئے آسان ہے اس سے پہلے تم کو پیدا کیا حالانکہ تم کچھ بھی نہ تھے۔ زکریاؑ نے عرض کی اے پروردگار! اس کی نشانی عطا فرما، فرمایا تم برابر تین دن رات لوگوں سے بات نہ کرسکو گے" چنانچہ وقت مقررہ پر یحییٰ پیدا ہوئے، ان کے بارہ میں قرآن شریف فرماتا ہے "اے یحییٰ! توراۃ کو مضبوطی کے ساتھ تھام لو یعنی موسوی شریعت کی تبلیغ کرو، ہم نے انکیں اپنی مہربانی سے نبوت، پاک طینتی اور رحمدلی عطا کی، وہ پرہیزگار متقی اور والدین کے خدمتگزار تھے۔ سخت گیر اور خود سر نہ تھے۔ اُن کو ہر حال میں خدا کی امان جس دن وہ پیدا ہوئے، جس دن وفات پائی اور جب دوبارہ قیامت میں اُٹھیں گے۔"

دونوں واقعات، جیسا کہ ناظرین پر بھی روشن ہوا ہوگا قریب قریب یکساں ہیں۔ یحییٰؑ بہت ہی حلیم، بردبار اور متقی تھے۔ قرآن مجید میں لفظ "حصوراً" آپ کے لئے استعمال ہوا ہے۔ انجیل لوقا ۳: ۱۵ تا ۱۸ و ۳ تا ۱۴ میں لکھا ہے کہ آپ کی خوراک ٹڈی اور شہد تھا، عموماً اونٹ کے بالوں کا لباس پہنتے تھے۔ اب تبلیغ کا حال سنئے

آپ بیابان میں تھے جب وحی الٰہی نازل ہوئی کہ ہدایت پر کمربستہ ہوجاؤ۔ چنانچہ حسب ارشاد باری گناہوں کی معافی کے لئے توبہ کا بپتسمہ دینے لگے اور اعلان فرمایا "اے لوگو! توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آگئی ہے اور مسیح موعودؑ عنقریب ظاہر ہونے والا ہے جسکے ظہور کے متعلق یسعیاہ نبی کی کتاب میں یوں لکھا ہے "بیابان میں پکارنے والے کی آواز کہ خداوند کی راہ طیار کرو، اسکے راستے سیدھے کرو، ہر وادی پُر کیجائے گی، ہر پہاڑ پست کیا جائیگا، ہر کجی راستی میں مبدل ہوگی اور تمام مخلوق خدا کی نجات کو دیکھے گی"

بہت سے لوگ آپ کی تعلیم سے متاثر ہوکر ایمان لائے۔ جب آپ نے فقیہوں اور فریسیوں کو آتے ہوئے دیکھا تو کہا "او سانپوں کی اولاد! تمھیں کس نے سکھایا کہ آئندہ خطرات سے راہ گریز اختیار کرو۔ لہذا اگر خدا کے غصہ اور غضب سے بچنا چاہتے ہو تو سابقہ گناہوں سے توبہ کرو اور اعمال حسنہ بجالاؤ۔ اور یہ خیال کرکے دل میں خوش نہو کہ ہمارا مورث ابراہیمؑ جیسا زبردست انسان گذرا ہے کیونکہ اگر خدا چاہے تو پتھروں سے اولاد پیدا کرسکتا ہے اور یاد رکھو کہ کلہاڑا درختوں کی جڑ پر رکھدیا گیا، جو درخت اچھا پھل نہیں لاتا کاٹ ڈالا جائیگا۔ مجمع نے آپ سے سوال کیا "پس گناہوں سے بچنے کے لئے ہمیں کیا طرز عمل اختیار کرنا چاہئے"؟ آپ نے جواب دیا "جسکے پاس دو کوٹ ہوں اُسے لازم ہے کہ ایک کوٹ اس شخص کو دیدے جو برہنہ ہے اور جسکے پاس دو روٹیاں ہوں وہ ایک روٹی اُسے دے جو گرسنہ ہے"۔ بعض محصول گیر بھی اصطباغ پانے کے لئے آئے اور انہوں نے دریافت کیا اے اُستاد ہمیں کیا طرز عمل اختیار کرنا چاہئے؟ آپ نے فرمایا "مقررہ رقم سے زیادہ مت لو اور خدا سے ڈرو"۔ بعض فوجی آدمی بھی اصطباغ لینے آئے۔ انہوں نے بھی یہی دریافت کیا "اے آقا ہمیں کیا طرز عمل اختیار کرنا چاہئے؟ آپ نے فرمایا کسی کو مت ستاؤ اور کسی سے زبردستی روپیہ وصول نہ کرو، اور اپنی تنخواہ پر قناعت کرو"۔

لوگ آپس میں مشورہ کر رہے تھے کہ آیا یہی مسیح موعود ہیں تو حضرت یحییٰؑ نے بھی سُنا تو کہنے لگے "عزیزو میں تو تمھیں پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں لیکن ایک شخص عنقریب ظاہر ہونیوالا ہے وہ تمھیں روح قدس سے بپتسمہ دیگا اور اُس کی عظمت و شان کا کیا ٹھکانا ہے، میں تو اُس کی جوتیوں کا تسمہ بھی کھولنے کے لائق نہیں ہوں"

(دیکھو انجیل لوقا ۳: ۲۱ تا ۲۳)

سنہ ۲۶ء حضرت مسیحؑ کا حضرت یحییٰؑ کے پاس آنا

گذشتہ اوراق کے مطالعہ سے یہ بات ظاہر ہے کہ حضرات عیسیٰ اور یحییٰؑ آپس میں رشتہ دار تھے لیکن کبھی ملاقات کا موقعہ نہیں ملا تھا کیونکہ حضرت یحییٰؑ "جطی" میں رہتے تھے جو یہودیا کے علاقہ میں ہے اور حضرت عیسیٰؑ "ناصرۃ" میں رہتے تھے جو گلیل کے علاقہ میں ہے۔ اب حسب منشا خداوندی حضرت عیسیٰ دریائے یردن کے کنارے جہاں حضرت یحییٰ وعظ و تبلیغ میں مشغول تھے، اپنے وطن سے چلکر آئے تاکہ حضرت یحییٰؑ کے ہاتھ سے بپتسمہ حاصل کریں۔ حضرت یحییٰؑ نے فراست نبوی سے آپ کو شناخت کرلیا اور آگے بڑھکر معانقہ کیا۔ حضرت عیسیٰؑ نے آپ سے کہا میں آپ کے پاس بپتسمہ لینے آیا ہوں۔ حضرت یحییٰؑ نے کہا میں رتبہ میں آپ سے بدرجہا کمتر ہوں۔ مناسب ہے کہ آپ مجھے بپتسمہ دیں لیکن حضرت عیسیٰ نے فرمایا "نہیں جیسا میں کہتا ہوں اُسی کے موافق کرو۔ مجھے شریعت کی پابندی منظور ہے۔" یہ کہکر حضرت عیسیٰؑ دریا میں داخل ہوئے۔ اور حضرت یحییٰؑ کے ہاتھ سے اصطباغ پایا انجیل میں لکھا ہے کہ آسمان ایک جگہ سے شق ہوگیا اور روح قدس فاختہ کی شکل میں حضرت عیسیٰ پر نازل ہوئی۔ اور آسمان سے بشارت کی آواز آئی۔

اس واقعہ کے بعد سے حضرت عیسیٰؑ کی پرائیوٹ زندگی ختم ہوئی اور تبلیغ و ہدایت کا کارنامہ شروع ہوا۔

حضرت عیسیٰؑ کی شیطان سے آزمائش

(دیکھو متی ۴: ۱ تا ۱۱) پہلی بات جو انجیلوں میں،

واقعہ اصطباغ کے بعد مرقوم ہے وہ آپ کی آزمائش ہے لہذا اسے مختصر طور پر بیان کیا جاتا ہے۔

پہلی آزمائش: - ایسا خیال کرنا قرین قیاس ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو یہود کے اندر تبلیغ کا زبردست احساس پیدا ہوا اور آپ کچھ عرصہ مراقبہ و مجاہدہ کی نیت سے کسی نامعلوم غیر آباد مقام میں چلے گئے اور وہاں آپ نے سارا وقت مجاہدہ اور ریاضت میں بسر کیا پے درپے روزے رکھے، اسوقت یقیناً آپ کو بھوک لگی ہوگی۔ پس اسوقت شیطان آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا " اگر آپ خدا کے رسول ہیں تو ان پتھروں کو حکم دیجئے کہ روٹیاں بنجاؤ۔ آپ نے جواب دیا " انسان صرف روٹی ہی کھا کر نہیں جیتا بلکہ بسا اوقات وہ صرف خدا کے کلام کی تلاوت سے بھی جیتا رہتا ہے۔

دوسری آزمائش: - تب شیطان آپ کو ہیکل کی چھت پر لیگیا اور کہنے لگا۔ " اگر آپ خدا کے رسول ہیں تو اپنے کو ہیکل کے کنگورے سے نیچے گرا دیجئے، خدا فرشتوں کو حکم دیگا کہ وہ آپ کے جسم کو چوٹ سے بچالیں " آپ نے فرمایا " خدا تعالیٰ کو آزمانا ایک مومن کی شان سے بعید ہے "

تیسری آزمائش: - تب شیطان نے کہا " اگر آپ مجھے ایک دفعہ سجدہ کرلیں تو میں دنیا کی بادشاہت آپ کو دیدوں " آپ نے فرمایا " اے شیطان میرے پاس سے دور ہو۔ انسان کو زیبا نہیں کہ سوائے خدا کے اور کسی کو سجدہ کرے میں ہرگز غیر کو سجدہ نکرونگا " یہ جواب سنکر شیطان وہاں سے چلا گیا۔

نوٹ: - اس واقعہ کے متعلق مفسرین اناجیل نے بڑی بڑی اور دور از کار بحثیں اٹھائی ہیں مثلاً آزمائش کب ہوئی، کہاں ہوئی، کیونکر ہوئی، یعنی یہ واقعہ خارجی حیثیت رکھتا ہے یا محض ذہنی کیفیات کا خاکہ ہے۔

حضرت یحییٰؑ کی گواہی حضرت مسیحؑ کے حق میں | (دیکھو یوحنا ۱: ۲۹ تا ۳۴)

الغرض حضرت عیسٰیؑ اپنی ریاضت کا زمانہ ختم کرنے کے بعد پھر دریائے یردن کے کنارے تشریف لائے اور حضرت یحییٰؑ نے اعلان کیا" اے لوگو! وہ مسیح جسکے آنے کا وعدہ کیا گیا تھا یہی ہے دیکھو یہ خدا کا برّہ جو دنیا کے گناہ اٹھائیگا اور دنیا والوں کو گناہ سے نجات دلائے گا۔ یہی ہے جسکے متعلق میں نے کہا تھا کہ ایک شخص آنے والا ہے جو اگرچہ وقت کے لحاظ سے میرے بعد ہے مگر شرف کے لحاظ سے مجھ سے پہلے ہے۔ میں نے روح قدس اسپر نازل ہوتے ہوئے دیکھی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ شخص خدا کا بیٹا ہے"۔
(خدا کے بیٹے کے الفاظ انجیل یوحنا کے ہیں مسلمان اسکو تسلیم نہیں کرتے)
(دیکھو یوحنا ۱: ۲۴ تا ۵۲)

حضرت مسیحؑ کے پہلے چار حواری

دوسرے دن حضرت عیسٰیؑ چلے جارہے تھے کہ دو نوجوان جنھوں نے حضرت یحییٰؑ سے آپ کی تعریف سُنی تھی، آپ کے پیچھے ہوئے، آپ نے اُن کے قدموں کی آہٹ سُنی تو پیچھے مڑکر فرمایا "کسکی تلاش ہے؟" انھوں نے کہا ربی! آپ کا قیام کس جگہ ہے؟" آپ نے کہا آؤ دیکھ لو"۔ چنانچہ وہ آپکے ساتھ ہولئے اور آپ انہیں لئے ہوئے جائے قیام پر آئے۔ ان نوجوانوں کے نام اندریاس اور یحییٰ تھے۔ صبح ہوئی تو اندریاس اپنے مکان پر گیا اور اپنے بھائی شمعون کو ساتھ لیکر آیا۔ اسی طرح یحییٰ اپنے مکان پر گیا اور اپنے بھائی یعقوب کو ساتھ لیکر آیا غرض یہ پہلے چار حواری ہیں جو آپ کے ساتھ ہوئے۔ اور یہ چاروں بیت صیدہ کے ماہی گیر تھے۔

چوتھے روز آپ گلیل کی طرف روانہ ہوئے۔ راہ میں ایک نوجوان فلپ نامی سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے اُس سے کہا اے فلپ میرے ساتھ ہولے یہ سنکر وہ آپ کے ساتھ ہولیا۔ راستہ میں فلپ کو اسکا دوست نتھانیل ملا، اس نے کہا اے نتھانیل آخر کار وہ شخص جسکا ہمیں انتظار تھا آگیا۔ وہ موعودؑ یہ عیسٰیؑ ناصری ہے

نتھانیل نے ازراہ تعجب کہا "کیا مسیح موعود جیسی شخصیت ناصرۃ جیسے گمنام مقام سے ظاہر ہوگی؟ فلپ نے کہا بھائی ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے آؤ دیکھ لو۔ جب نتھانیل حضرت عیسیٰؑ کے سامنے آیا تو آپ نے کہا "یہ ایک مخلص اور راستباز انسان ہے" نتھانیل نے متعجب ہو کر کہا "اے جناب! آپ مجھے کب سے جانتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا "قبل اسکے کہ فلپ تمہیں بلائے میں نے تمہیں سامنے والے انجیر کے درخت کے نیچے بیٹھا ہوا دیکھا تھا اور ایک ہی نظر میں پہچان لیا تھا کہ تم نیک اور راستباز ہو۔ قصہ مختصر نتھانیل بھی آپ کے ساتھ ہو گیا اور سب حواری آپ کے ساتھ ناصرۃ پہونچے

حضرت عیسیٰؑ کا موضع قانا میں شریک شادی ہونا

(دیکھو یوحنا ۲: ۱تا۱۱)

تیسرے دن آپ کا خاندان، ایک گاؤں میں شادی کے سلسلہ میں مدعو کیا گیا چنانچہ آپ بھی تشریف لے گئے۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شادی حضرت مریمؑ کے رشتہ داروں میں تھی۔ کیونکہ موصوفہؑ وہاں دخیل کار تھیں، اتفاق ایسا ہوا کہ شراب ختم ہو گئی۔ حضرت مریمؑ نے حضرت عیسیٰؑ سے کہا "شراب ختم ہو گئی ہے اب کیا کیا جائے؟ آپ نے نوکروں کو حکم دیا "چند گھڑے اٹھالاؤ اور ان میں پانی بھردو" چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، اسکے بعد آپ نے حکم دیا اب جام بھر بھر کے لوگوں میں تقسیم کرنا شروع کرو۔ چنانچہ دور چلنے لگا جس نے گلاس پیا بیحد تعریف کی کہ ایسی لذیذ اور خوش ذائقہ شراب کبھی نہ پی تھی شادی کے اختتام پر آپ معہ والدہ، برادران، وخواہران وحواریون کفرناحوم تشریف لے گئے اور وہاں چند سے قیام کیا۔ (گویا حضرت عیسیٰؑ نے معجزہ سے پانی کو شراب بنا دیا شراب اس وقت حرام نہوئی تھی)

حضرت عیسیٰؑ کا بیت المقدس جانا

(دیکھو یوحنا ۲: ۱۳تا ۲۲)

چند روز بعد عید فصح نزدیک آگئی

اور یہ وہ زمانہ ہوتا ہے جبکہ کل یہودی قوم بیت المقدس میں جمع ہوتی ہے۔ لہذا آپ نے مناسب خیال کیا کہ اس موقعہ پر بیت المقدس میں جاکر ان لوگوں میں تبلیغ حق کا فرض ادا کریں۔ وقت مقررہ پر آپ بیت المقدس پہونچے۔ ہیکل میں جاکر دیکھا تو عجیب نقشہ نظر آیا۔ خدا کے گھر میں ہر قسم کی دوکانیں لگی ہوئی تھیں۔ ایک طرف صراف بیٹھے تھے جو زائرین کو پیزگاری مہیا کر رہے تھے۔ دوسری طرف بیوپاری بیٹھے تھے جو قربانی کے پرندے فروخت کر رہے تھے اس بازار کی ابتدا یوں ہوئی کہ یہود اس موقعہ پر دور دراز سے جمع ہوتے تھے۔ اور نذریں چڑھاتے تھے، قربانیاں کرتے تھے، وہاں کے مساکین کو خیرات دیتے تھے، لہذا ان تینوں باتوں کے متعلق سہولت بہم پہونچانے کے لئے ہیکل کے قریب ان ضروریات کی دوکانیں لگادی جاتی تھیں جسطرح آج کل بھی مختلف مزاروں کے راستوں میں ہار پھول والے اور ریوڑی والے خوانچے لئے بیٹھے ہوتے ہیں، لیکن رفتہ رفتہ یہ دوکانیں ہیکل کے اندر پہونچ گئیں۔ آپ کا فرض تھا کہ قوم کے مصلح کی حیثیت میں، قوم کو خدا کے گھر کا قرار واقعی ادب سکھائیں۔ لہذا آپ نے ایک سرے سے ان دوکانداروں کو باہر نکالنا شروع کیا۔ جب یہود نے اس فعل پر ناک بھوں چڑھائی تو آپ نے اُن سے کہا "کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ تم نے خدا کے گھر کو تجارت کی جگہ بنا رکھا ہے تمہیں شرم نہیں آتی؟ کیا حضرت موسیٰؑ نے تمہیں یہی تعلیم دی تھی کہ خدا کے گھر میں مہاجنوں کی طرح لین دین کرو؟" آپ کے الفاظ نے یہودیوں کے مجرم دلوں پر ایسا اثر کیا کہ پھر کسی نے چوں نہ کی۔ اور ایک ایک کرکے سارے دوکاندار باہر چلے گئے۔

(دیکھو یوحنا ۲: ۱۳ تا ۲۱)

نقودیمس کا آپ سے ملاقات کیلئے آنا

آپکے مواعظ حسنہ نے مخلوق پر بہت اچھا اثر کیا۔ اکثر لوگ آپ پر ایمان لائے، اور بعض سمجھدار لوگوں کے دلوں میں آپ سے ملاقات کا جذبہ پیدا ہوا۔ ان میں ایک شخص جو فریسی تھا قابل ذکر ہے۔

اُس کا نام نقودیمس تھا۔ یہ شخص رات کے وقت آپ کے پاس آیا تاکہ دوسرے لوگ اُسے نہ دیکھیں اور بولا " اے ربی! میں جانتا ہوں کہ آپ خدا کی طرف سے مبعوث ہوئے ہیں کیونکہ تاوقتیکہ خدا مؤید اور ناصر نہو کوئی شخص یہ کام نہیں کرسکتا جو آپ سے ظہور میں آئے ہیں" آپ نے فرمایا " جب تک انسان از سرِنو پیدا نہو، وہ خدا کی بادشاہت میں داخل نہیں ہوسکتا " نقودیمس آپ کا مطلب نہ سمجھ سکا۔ بولا " یہ کیونکر ممکن ہے بوڑھا آدمی کس طرح دوبارہ پیدا ہوسکتا ہے، کیا وہ پھر اپنی ماں کے رحم میں داخل ہو اور دوبارہ پیدا ہو۔ نقودیمس کا خیال جسمانی پیدائش کی طرف مبذول ہوا۔ حالانکہ آپکا مطلب روحانی پیدائش سے تھا، دوبارہ پیدا ہونے سے آپ کی مراد یہ تھی کہ انسان پہلے اپنے تمام دنیاوی خیالوں کے لحاظ سے فنا ہوجائے اور پھر دوبارہ از سرِنو پاک زندگی بسر کرنا شروع کرے گویا از سرِنو پیدا ہو۔ آپ نے فرمایا یاد رکھو جب تک کوئی شخص روح قدس کے ذریعہ پیدا نہو وہ خدا کی بادشاہت میں داخل نہیں ہوسکتا، جو جسم سے پیدا ہوا وہ جسمانی ہے لیکن جو روح سے پیدا ہو وہ روحانی ہوگا اور خدا کا مقرب بن سکے گا۔ تم میرے کلمات پر تعجب نہ کرو۔ ہاں تم نہیں سمجھ سکتے کہ روحانی پیدائش سے کیا مراد ہے۔ ہوا چلتی ہے اور تم اسکی آواز سنتے ہو لیکن تمہیں یہ پتہ نہیں چلتا کہ وہ کدھر سے آتی ہے اور کدھر کو جاتی ہے۔ اسی طرح تم روحانی انسان کو نہیں پہچان سکتے کہ وہ کہاں سے آیا ہے"۔ نقودیمس نے متعجب ہوکر کہا جناب والا! آپ کی باتوں پر کس طرح عمل کیا جاسکتا ہے؟" آپ نے کہا " تم تو بنی اسرائیل کے معلم اور ہادی ہو۔ اتنا بھی نہیں سمجھتے؟ ہم انہیں باتوں کے متعلق کہتے سُنتے ہیں جنہیں دیکھا بھالا ہے اور جسے دیکھا ہے اُسی کے متعلق شہادت دے سکتے ہیں لیکن تم میری شہادت کو قبول نہ کروگے۔ جب تم دنیاوی باتوں پر یقین نہیں کرتے تو روحانی حقائق پر کب ایمان لاؤگے؟ اور آسمان پر کوئی نہیں گیا، مگر وہ جو وہاں سے آیا ہے اور جس طرح موسیٰ نے بیابان میں ایک سانپ کو

اونچے پر لٹکا دیا تھا، اسی طرح ابن آدم بھی لٹکایا جائیگا۔ تاکہ جو کوئی اسپر ایمان لائے ہلاک نہو اور حیات ابدی حاصل کرے کیونکہ خدا نے اس جہان کو اسقدر پیار کیا کہ اپنا اکلوتا بیٹا بخشدیا تاکہ جو کوئی اُسپر ایمان لائے ہمیشہ کی زندگی حاصل کرے۔ اسی طرح بہت سی باتیں آپ نے اُس کو سمجھائیں۔ اس کے بعد وہ رخصت ہوگیا۔ (مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے کبھی اپنے آپ کو خدا کا بیٹا نہیں کہا)

سامری عورت سے گفتگو

(دیکھو یوحنا ۴: ۷ تا ۴۲)

عید فصح کے بعد آپ نے معہ شاگردوں کے یہودیہ کے علاقہ میں وعظ کرنا شروع کیا، اس وقت آپ کی عمر تیس سال کی تھی۔ چند روز آپنے یہاں قیام کیا۔ اسکے بعد آپ گلیل کے علاقہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ راستہ میں سامریا کا علاقہ پڑتا ہے۔ یہاں کے لوگ دراصل فارسی نژاد تھے۔ رفتہ رفتہ دین موسوئی میں جذب ہوگئے باایںہمہ یہودی انہیں "اچھوت" خیال کرتے تھے اور اُن کے ساتھ کوئی تعلق یا رسم و راہ نہیں رکھتے تھے جس طرح ہندوستان میں اعلیٰ طبقہ کے ہندو بھنگی، چماروں سے کوئی رسم و راہ نہیں رکھتے۔ دوران سفر میں آپ ایک موضع کے قریب پہونچے جسکا نام سیکار تھا وہاں ایک بہت پرانا کنواں تھا جسے لوگ حضرت یعقوب کا کنواں کہتے تھے۔ آپ اس کنوے پر آرام لینے کے لئے بیٹھ گئے اور حواری بھی ارد گرد جمع ہوگئے، تھوڑی دیر بعد ایک سامری عورت وہاں پانی بھرنے آئی اور جب وہ گھڑا بھر کر چلنے لگی تو آپ نے اُس سے کہا "مہربانی سے مجھے پانی پلاؤ۔" اس عورت نے تعجب سے آپ کی طرف دیکھا، کیونکہ آپ کی وضع قطع یہودیوں کی سی تھی اور کہنے لگی "جناب آپ یہودی، میں سامری، مجھسے آپ کس طرح پانی مانگ سکتے ہیں؟ آپ نے کہا تو سچ کہتی ہے میں یہودی ہوں لیکن اگر تو مجھ سے واقف ہوتی تو مجھ سے پانی طلب کرتی اور میں تجھے آب حیات پلاتا۔ اُس نے کہا جناب آپ کے پاس نہ ڈول ہے نہ رسی۔ آپ کس طرح پانی پلا سکتے ہیں؟ آپؑ نے

فرمایا "جو آدمی کنوئیں کا پانی پیتا ہے اُسے پھر بھی پیاس لگتی ہے لیکن جو شخص میرا عطا کردہ پانی پیتا ہے اُسے پھر کبھی پیاس نہیں لگتی۔ عورت نے کہا "جناب مہربانی سے وہ پانی مجھے بھی دیدیجیئے تاکہ مجھے بار بار کنوئیں پر پانی بھرنے نہ آنا پڑے" آپ نے کہا جا، اپنے خاوند کو بلا لا" عورت نے کہا "جناب میرا کوئی خاوند نہیں ہے" آپ نے فرمایا تو نے سچ کہا اس سے پہلے تو پانچ خاوند کر چکی ہے اور اب جس شخص کے پاس تو رہتی ہے وہ بھی تیرا خاوند نہیں ہے" عورت یہ باتیں سنکر بولی جناب! آپ تو خدا کے رسول معلوم ہوتے ہیں" آپ نے فرمایا "وہ وقت آگیا ہے جب لوگ آسمانی باپ کی پرستش صداقت اور راستی کے رنگ میں کیا کرینگے" عورت نے کہا جناب! میں جانتی ہوں کہ مسیح موعود عنقریب ظاہر ہونے والا ہے اور جب وہ آئیگا تو یہ باتیں ہمیں سکھائیگا" آپ نے کہا "وہ موعود میں ہی ہوں" یہ سنکر وہ عورت اپنے گاؤں میں گئی اور لوگوں سے کہا "ابھی ایک شخص سے کنوئیں پر میری باتیں ہوئی ہیں وہ نبی معلوم ہوتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں مسیح موعود ہوں"

اس اثناء میں شاگردوں نے آپ سے کہا "جناب کچھ کھانا کھا لیجئے" آپ نے کہا "میں جو کھانا کھاتا ہوں اُس سے تم مطلق خبردار نہیں ہو" شاگردوں نے آپس میں کہا "شاید کوئی شخص آپ کے لئے کھانا لے آیا ہو" آپ نے اُن سے کہا "میرا کھانا یہ ہے کہ میں اپنے بھیجنے والے کی مرضی کے مطابق کام کروں اور اس کا حکم بجالاؤں" اس اثناء میں گانوں کے لوگ آپ کے پاس آن پہونچے اور انہوں نے آپ سے کہا کہ ہمارے گانوں میں تشریف لے چلئے" آپ ان کی درخواست پر اُنکے گانوں میں تشریف لیگئے اور وہاں دو روز تک قیام کیا، لوگوں کو ہدایت و تبلیغ کی اور بہت سے آپ پر ایمان لائے۔

حضرت یحییٰ کا قید ہونا اور شہادت پانا

(دیکھو مرقس ۶: ۱۴ تا ۲۹)

حضرت یحییٰ چونکہ خدا کے نبی تھے لہذا آپکا

فرض تھا کہ اعلائے کلمۃ الحق میں بلا خوف لومۃ لائم سرگرم رہیں۔ چونکہ ہیرودیس نے اپنے بھائی فلپ کی بیوی سے نکاح کر لیا تھا حالانکہ فلپ زندہ تھا۔ لہذا آپ نے ہیرودیس سے کہا "اے بادشاہ تو زنا کا مرتکب ہو رہا ہے اس فعل سے باز آ۔ جب ہیرودیا (زوجہ فلپ) نے اپنے متعلق یہ الزام سُنا تو چراغ پا ہو گئی اور ہیرودیس سے کہکر آپ کو قید خانہ میں ڈلوا دیا۔ اور جب کچھ دنوں کے بعد ہیرودیس نے سالگرہ کا جشن منایا تو ہیرودیا کی جوان بیٹی شاہی محفل میں ناچنے آئی۔ بادشاہ اس کے رقص و سرود سے بہت خوش ہوا، اور بولا "مانگ کیا مانگتی ہے؟" وہ ماں کی سکھائی ہوئی تھی کہنے لگی "یحییٰ کا سر چاہتی ہوں"۔ اگرچہ ہیرودیس کو اس درخواست پر بہت پس وپیش ہوا کیونکہ وہ رعایا سے ڈرتا تھا لیکن قول کا پاس بھی ضرور تھا لہذا بادشاہ نے جلاد کو بلا کر حکم دیا کہ یحییٰ کا سر لے آؤ۔ حکم کی تعمیل کی گئی اور جب معصوم حضرت یحییٰ کا سر خون آلودہ طشت میں ہیرودیا کے سامنے لایا گیا تو اُس کے کلیجہ میں ٹھنڈک پڑی۔ اور اس طرح خدا کے برگزیدہ نبی کو ناحق قتل کیا گیا۔

درباری کے بیٹے کو تندرست کر دینا

(دیکھو یوحنا ۴: ۴۳ تا ۵۴)

سامریا کے علاقہ سے حضرت مسیحؑ گلیل میں آئے اور قانا میں فروکش ہوئے۔ یہاں ایک بڑا آدمی جو ہیرودیس کے درباریوں میں سے تھا رہتا تھا جب اُسے آپ کے قیام کا علم ہوا تو دوڑا ہوا آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا "حضرت! میرا بیٹا کفرناحوم میں لب دم ہے۔ آپ دعا کریں کہ وہ اچھا ہو جائے۔ آپ اس کی درخواست پر کفرناحوم تشریف لے گئے اور اس مریض کو اپنے معجزہ سے اچھا کر دیا۔ اس معجزہ سے آپ کا شہرہ گرد و نواح میں پھیل گیا اور بہت سے اور بیماروں کو آپ کے اعجاز سے صحت ہوئی۔

کفرناحوم کے قریب ایک جھیل ہے آپ وہاں تشریف لے گئے اور جھیل کے کنارے لوگوں میں وعظ فرما رہے تھے کہ آپ نے چند ماہی گیروں کو دیکھا جو اپنے جال

درست کر رہے تھے، اور پاس ہی ایک کشتی موجود تھی جسکا مالک شمعون تھا۔ آپ نے شمعون سے کہا اے شمعون تو کب تک جانور پکڑتا رہیگا؟ آ میں تجھے آدمیوں کا شکار سکھا دوں آج سے تو میرے ساتھ ہو۔ شمعون فوراً آپ کے حواریوں میں شامل ہو گیا شمعون کو ساتھ لئے ہوئے آپ ناصرۃ میں تشریف لائے اور یہاں پر وعظ کہا۔ لوگ متعجب تھے کہ کل تک یہ شخص ہمارے سامنے کا بچہ تھا آج اس میں اس قدر لیاقت کہاں سے آگئی۔ چنانچہ بعضوں نے کہا ارے میاں کیا یہ وہی یوسف نجار کا بیٹا نہیں ہے۔ یہ کس طرح نبی بن گیا۔ یہ تو کل تک یونہی پھرا کرتا تھا اور محنت مزدوری کیا کرتا تھا؟ چنانچہ انھوں نے آپ کی مخالفت شروع کر دی، لہذا آپ وہاں سے گلیل کے دوسرے مواضعات میں چلے گئے۔

ایک جذامی کو اچھا کرنا

(دیکھو مرقس ۱: ۴۰ تا ۴۵)

گلیل کے علاقہ میں ایک جذامی آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا حضرت! اگر آپ دعا کریں تو میں اس موذی مرض سے نجات پا جاؤں" آپ نے فرمایا" میں تیرے حسن عقیدت پر تحسین کرتا ہوں" یہ کہکر آپ نے اپنا ہاتھ اسکے جسم پر پھیرا اور وہ اسی دم اچھا ہو گیا۔ اور دعائیں دیتا ہوا چلا گیا۔

ایک مفلوج کو اچھا کرنا

(دیکھو مرقس ۲: ۱ تا ۱۲)

وہاں سے آپ کفرناحوم تشریف لائے۔ اب لوگوں کی بھیڑ آپ کے ہمراہ تھی جس مکان میں آپ مقیم ہوئے وہ کھچا کھچ آدمیوں سے بھر گیا۔ تھوڑی بعد لوگ ایک مفلوج کو چارپائی پر ڈالکر آپ کے پاس لائے، آپنے اس کے حق میں دعا کی اور وہ اسی دم اچھا ہو گیا۔

متی کا حواریوں میں داخل ہونا

(دیکھو متی ۹: ۹ تا ۱۷)

یہاں سے آپ جھیل کے کنارے تشریف لے گئے اور مجمع کو وعظ و پند سے مستفید فرمایا۔ اس اثناء میں آپ نے ایک شخص کو

دیکھا جو پل پر آنے جانے والوں سے محصول وصول کرتا تھا اسکا نام متی تھا۔ آپنے
اُس سے کہا "میرے ساتھ ہو لے"۔ وہ شخص اپنا کام چھوڑ کر آپ کے حواریوں میں داخل
ہوگیا، اور اس خوشی میں کہ مسیح نے اُسے اپنی جماعت میں داخل کیا تھا اُس نے تمام
دوستوں کی دعوت کی۔ اسکے دوستوں میں وہ لوگ بھی تھے جنہیں یہودی "اچھوت"
خیال کرتے تھے لیکن حضرت عیسیٰ تو ان باتوں کی اصلاح کے لئے آئے تھے۔ آپ امیر
غریب، چھوٹے بڑے، دیندار اور فاسق سب قسم کے لوگوں کے ساتھ یکساں برتاؤ کرتے
تھے۔ غرض جب یہود نے حضرت عیسیٰ کو اُن لوگوں کے ساتھ ہم پیالہ دیکھا تو کہنے لگے "یہ کیسا نبی
ہے جو ان ناپاک لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا کھا رہا ہے"۔ لیکن آپ نے اُن لوگوں سے فرمایا
"بیشک تندرست آدمیوں کو طبیب کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ بیماروں کو۔ میں راستبازوں
کو نہیں، بلکہ گناہگاروں کو بچانے کے لئے بھیجا گیا ہوں"۔

آپکا بیت المقدس جانا

(دیکھو یوحنا ۵: ۱ تا ۱۵)

یہود کے ایک تہوار کے موقعہ پر آپ پھر بیت
المقدس تشریف لیگئے اور لوگوں میں وعظ فرمایا۔ یہاں ایک چشمہ ہے جسمیں اکثر مریض
شفا پانے کی امید میں پڑے رہا کرتے تھے۔ انہیں میں ایک شخص ۳۸ سالہ مریض تھا۔
آپ نے اسکے حق میں دُعا فرمائی اور وہ اچھا ہوگیا۔ اتفاق کی بات وہ دن سبت کا تھا
یعنی سنیچر کا دن تھا اور یہودی لوگ سنیچر کے دن کوئی کام کرنا گناہ سمجھتے ہیں۔ جب اس شخص
نے لوگوں کے استفسار پر یہ جواب دیا کہ مجھے حضرت عیسیٰ نے تندرست کیا ہے تو یہود
بہت برافروختہ ہوئے کہ یہ کیسا نبی ہے جو شریعت موسوی کی پابندی نہیں کرتا لیکن آپنے
فرمایا "خدا تعالیٰ سبت کے دن بھی خالق اور رازق ہے، وہ اس دن معطل تو نہیں
ہو جاتا پس اسکے بندوں کے لئے بھی جائز ہے کہ سبت کے دن اگر کوئی نیک کام کرنیکا
موقعہ ہو تو ضرور کریں نیکی خواہ کسی دن کیوں نہ کیجائے، نیکی ہی اور کرنیوالے پر کوئی الزام

نہیں۔ اور میں اپنے آپ تو کچھ بھی نہیں کر سکتا، میں اپنے آسمانی مالک کی مرضی پر چلتا ہوں۔ اور جو وہ مجھ سے فرماتا ہے اُسی کے مطابق عمل کرتا ہوں۔

حواریوں کا انتخاب کرنا

(دیکھو مرقس ۳: ۱۳ تا ۱۹)

حضرت عیسٰی بیت المقدس بحیرہ موت سے روانہ ہوکر بحیرۂ موت کے کنارے تشریف لے گئے اور ارد گرد کے علاقوں مثلاً یہودیا یروشلیم، ایڈومیا، ماوراالیردن، سیڈان، ٹائر سے لوگ ہر قسم کے مریضوں کو لیکر حاضر خدمت ہوئے، آپ نے اُن کے لئے دعا کی اور وہ صحت یاب ہو گئے۔ بعد ازاں آپ چند روز کے لئے، ایک پہاڑ پر عبادت اور خلوت کی خاطر چلے گئے اور وہاں تمام وقت عبادت الٰہی میں بسر فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے اپنے ہمراہیوں میں سے بارہ آدمی منتخب کئے اور انہیں حکم دیا کہ ہمیشہ آپ کے ساتھ رہیں۔ اُن کے نام یہ ہیں:۔

شمعون پطرس، اندریاس، یعقوب زبدی، یحیٰی، فلپ، بارتھلمو، متی، توما یعقوب الفی، شمعون، یہودا تھیڈی، یہودا اسخریوطی۔

اس انتخاب کے بعد آپ نے انہیں بہت بیش قیمت نصایح ارشاد فرمائیں اور خلوت میں شریک کیا، اور یہی بارہ حواری کہلاتے ہیں۔

حضرت مسیح کا پہاڑی والا مشہور وعظ

(دیکھو متی ۵ تا ۷)

یہ وعظ بہت مشہور ہے اور سراسر اخلاقی تعلیمات سے مملو ہے۔ ایک دفعہ جب آپ کے گرد بہت سا مجمع ہو گیا تو آپ ایک پہاڑی پر چڑھ گئے اور لوگوں کو اس طرح خطاب کیا:۔

دل کے حلیم اور فروتن بنو، خوش خوئی اور بردباری اختیار کرو، صداقت اور راستبازی کے لئے جان دیدو۔ ہر فرد بشر کے ساتھ محبت سے پیش آؤ، دل کو ناپاک خیالات سے بچاؤ، دنیا میں امن و امان قایم کرو۔ دشمنوں کے درمیان صلح

کراؤ۔ اور اگر لوگ ان باتوں کی وجہ سے تمہیں برا بھلا کہیں، ماریں، ستائیں، جلا وطن کرائیں حتیٰ کہ قتل کریں تب بھی تم ہرگز نکوکاری سے باز نہ آؤ۔

اے لوگو جو مجھپر ایمان لائے ہو، تم زمین کے لئے بمنزلہ نمک ہو جسطرح ہانڈی بغیر نمک بیکار ہے اسی طرح دنیا بغیر تمہارے ناقص ہے لیکن یہ یاد رہے کہ اگر نمک کا ذائقہ خراب ہو جاتا ہے تو وہ سوائے پھینک دینے کے اور کسی کام کا نہیں رہتا۔

اے لوگو! تمہیں اس دنیا میں بمثل شمع کے چمکنا چاہیئے اور دوسروں کو روحانی روشنی پہونچانا چاہیئے۔ اور ایسی پاکیزہ زندگی بسر کرنی چاہیئے کہ لوگ اُس سے سبق لیں۔ میں اسلئے نہیں آیا کہ حضرت موسیٰؑ کی شریعت کو منسوخ کردوں بلکہ اسکی تکمیل کرانے آیا ہوں اور جو شخص شریعت کے احکام کی خلاف ورزی کریگا یقیناً مستوجب سزا ہے، خدا اسکے نزدیک بڑا وہ ہے جو اُسے پیار کرتا ہے، اور پیار کرنے والا محبوب کا دل و جان سے مطیع ہوا کرتا ہے۔

یہود کو حکم دیا گیا تھا کہ "قتل نہ کرنا" میں اسپر اسقدر اور اضافہ کرتا ہوں کہ بنی نوع آدم سے لڑائی جھگڑا، دنگہ، فساد، بلکہ دشمنی تک نہ کرو۔ ہر ایک سے پیار کرو، کسی کو بُری بات نہ کہو، اگر تم ہیکل میں نذر چڑھانے جا رہے ہو اور راستہ میں تمہیں یاد آئے کہ فلاں شخص سے میری دشمنی ہے تو پہلے جاکر اُس شخص سے صفائی کرو، پھر قربانی قبول ہوگی ورنہ نہیں۔

یہود کو حکم ہوا تھا کہ "زنا مت کرو" لیکن میں اسقدر اضافہ کرتا ہوں کہ زنا تو بڑی بات ہے غیر عورت کی طرف شہوت کی نیت سے بھی نہ دیکھو، ورنہ زنا کے مرتکب ٹھہروگے جو شخص کسی غیر عورت کی طرف بُری نگاہ کرتا ہے وہ آنکھوں کے ذریعہ زنا کرتا ہے اور میری رائے میں "زانی" ہے اسکا وہی حشر ہوگا جو زانی کا ہوتا ہے۔ اگر تمہارا ہاتھ تمہیں بُرائی کی ترغیب دے تو یہ بہتر ہے کہ اُسے اپنے جسم سے جدا کردو بجائے اسکے کہ اس گناہ کے عوض تمہارا سارا جسم دوزخ میں جھونکدیا جائے۔

یہود کو حکم ہوا تھا کہ جو شخص اپنی بی بی کو طلاق دے وہ طلاق نامہ لکھ کر اسکے

حوالہ کردے اور رخصت کردے لیکن یہود نے اس اجازت سے ناجائز فائدہ اٹھایا ہے۔ اور بات بات پر طلاق دیتے ہیں، یہ بات بُری ہے۔ لہذا میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ سوائے زناکاری کے الزام کے اور کسی وجہ سے اپنی منکوحہ بی بی کو طلاق مت دو۔

یہود کو حکم دیا گیا تھا کہ جھوٹی قسمیں نہ کھانا لیکن یہود نے خدا تعالیٰ کے نام کو جا و بیجا استعمال کرنا شروع کیا۔ اور بات بات پر خدا کی قسمیں کھا کر اسکے پاک نام کی بے توقیری کی۔ لہذا میں تمھیں حکم دیتا ہوں کہ ہرگز قسم نہ کھاؤ۔ اپنا طرز عمل ایسا استوار اور پسندیدہ بناؤ کہ قسمیں کھانے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔

یہود کو حکم ہوا تھا کہ قصاص لو۔ آنکھ کے بدلہ آنکھ اور دانت کے بدلے دانت لیکن میں دیکھتا ہوں کہ یہود نے اس حکم کا بھی غلط استعمال کیا، اُن کے دل میں رحم دلی، اور عفو کا شائبہ تک نہیں رہا۔ اور قساوت نے ان کے دلوں میں گھر بنا لیا۔ لہذا میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ بدی کا مقابلہ نیکی سے کرو۔ اور اگر کوئی شخص تمہارے ساتھ بدی کرتا ہے تو تم اس کے ساتھ نیکی کرو۔ جو تمہیں گالیاں دے اُسے دعا دو۔

یہود کو حکم ہوا تھا اپنوں کو پیار کرو، غیروں سے نفرت رکھو لیکن میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ دشمنوں کو بھی پیار کرو کیونکہ اگر تم اُس شخص کے ساتھ الفت رکھتے ہو جو تمہارے ساتھ الفت رکھتا ہے تو پھر تم کو اُس پر کوئی فوقیت نہیں۔ بات تو جب ہے کہ جو تمہارے ساتھ بُرائی کرے تم اُسکے ساتھ بھلائی کرو۔

دکھاوے اور نمود کی خاطر کوئی کام مت کرو کیونکہ اس کام کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ بلکہ اُلٹا عذاب ہوگا۔ جب تم صدقات دو تو لوگوں میں مشتہر نہ کرو بلکہ چپ چپاتے خیرات کرو۔ کہ جو تمہارے پاس بیٹھا ہو اُسے بھی خبر نہ ہو۔ کیونکہ خدا تعالیٰ علاّم الغیوب ہے۔ اگر تم کوئی کام لوگوں میں عزت حاصل کرنے کی نیت سے کروگے تو خدا سے کسی اجر کی تمنا نہ رکھو، کیونکہ تم اپنا اجر لوگوں کی تعریف میں پا چکے۔

تم یہود کو دیکھتے ہو ریا اور نمود کی وجہ سے شارع عام پر نمازیں پڑھتے ہیں لمبی تسبیح ہاتھ میں لئے پھرتے ہیں تاکہ لوگ انہیں بڑا دیندار خیال کریں۔ یہ باتیں خدا تعالےٰ کے نزدیک مردود ہیں۔ خدا ریا اور شیخی کو پسند نہیں کرتا۔ پس میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ جب عبادت کرو تو گوشۂ تنہائی میں جاکر اور یوں دعا کرو:۔ اے ہمارے باپ جو آسمان پر ہے تیرے نام کی تقدیس ہو، تیری بادشاہت زمین پر قایم ہو اور جسطرح تیری مرضی آسمان پر پوری ہوتی ہے زمین پر بھی ہو۔ ہماری روز کی روٹی ہمیں عنایت کر۔ اور ہمارے قصوروں کو معاف کر جسطرح ہم اپنے قصورواروں کو معاف کرتے ہیں ہمیں آزمایش میں نہ ڈال بلکہ برائی سے بچا۔ کیونکہ طاقت، قدرت اور جلال ہمیشہ کے لئے تیرا ہی ہے۔ آمین۔

لوگوں کے قصوروں کو معاف کرو تاکہ خدا تمہارے قصوروں کو معاف کرے اپنے اندر الٰہی صفات پیدا کرو۔ جس طرح وہ رحیم و کریم و ستار ہے اسی طرح تم بھی دوسروں کے ساتھ رحم و کرم اور پردہ پوشی کا برتاؤ کرو۔ جب روزے رکھو تو منہ نہ بگاڑو۔ ہر شخص سے پیاس کا تذکرہ نہ کرو تاکہ لوگ تمہیں روزہ دار جانیں، بلکہ خوشی و خرمی سے وقت صرف کرو۔ منہ دھوؤ اور بالوں میں تیل ڈالو۔

خدا پر بھروسہ کرو، دولت جمع کرنے کی فکر میں نہ رہو، کیونکہ اُسے چور چرا سکتا ہے اسکے عوض وہ شے جمع کرو جسے نہ چور چرا سکے نہ گھُن لگ سکے۔ کوئی شخص دو آقاؤں کو خوش نہیں کر سکتا۔ پس تم خدا اور دولت دونوں کو یکجائی طور پر حاصل نہیں کر سکتے۔ ایک کو چھوڑنا پڑیگا۔ اس فکر میں مت رہو کہ کل کیا کھائینگے، خدا پر توکل کرو، وہ سب کو حصہ رسد دیتا ہے۔ روٹی اور کپڑے کی فکر کے بجائے دینداری اور راستبازی حاصل کرو، اور ہر دم نیکی کرنے کی فکر میں رہو۔ دنیا کو اپنا مت بناؤ، خدا کے ہو جاؤ۔ دنیا خود تمہارے قدموں میں آجائے گی۔

دوسروں پر الزام مت لگاؤ۔ عیب جوئی، نکتہ چینی، چغلخوری وغیرہ ترک کردو دوسروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ یاد رکھو! جیسا تم دوسروں کے ساتھ کروگے ویسا ہی تمہارے آگے آئیگا۔ جب تک تم ایک عیب کو ترک نہ کرو، دوسروں کو اس کے متعلق وعظ نہ کرو کیونکہ اندھا دوسرے اندھے کو راہ نہیں دکھا سکتا۔ جب دوسروں پر اعتراض کرنے لگو تو پہلے اپنے آپ کو ٹٹولو مبادا تم میں وہ عیب موجود ہو۔ دوسروں کی آنکھ میں سے تنکا نکالنے سے پہلے اپنی آنکھ کا شہتیر نکال لو۔ اپنے موتی سؤروں کے آگے مت ڈالو۔

بلا مانگے کچھ نہیں مل سکتا۔ مانگو گے تو پاؤ گے۔ دستک دوگے تو دروازہ کھولا جائیگا۔ جوئندہ یابندہ۔ خدا دینے کو طیار ہے مگر تم اُس سے مانگنا سیکھو۔ کون باپ ایسا ظالم ہوگا جو اپنے بیٹے کو جب وہ روٹی مانگے گا تو پتھر دیگا؟ پس اگر دنیاوی والدین اپنے بچوں کی خبرگیری کرتے ہیں تو خدا جو سب کا باپ ہے بدرجۂ اولیٰ ہماری خبرگیری کریگا بشرطیکہ ہم اس کے سامنے عاجزی سے درخواست کریں۔ برائی کا راستہ بہت وسیع ہے اور انسان اس میں بآسانی داخل ہو سکتا ہے لیکن نیکی کا راستہ بہت دشوار گذار ہے اور اسمیں ہو کر گذرنے کے لیئے بہت محنت اور کوشش درکار ہے۔ ہر شخص خدا تک نہیں پہونچ سکتا، صرف وہی لوگ اُس تک پہونچیں گے جو اس کی راہ میں کوشاں ہیں۔

ہر شخص کی بات پر جو تمہیں اپنی طرف بلائے کان نہ دھرو کیونکہ اس دنیا میں بہت سے لوگ پارسائی کا جامہ پہن کر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ پس پہلے اچھی طرح تحقیق کرلو پھر کسی کی بات سنو۔ یاد رکھو کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ جو شخص پارسائی کا دعویٰ کرے اسکے اعمال دیکھو اگر عمل اچھے ہیں تو وہ انسان اچھا ہے۔ محض زبان سے خدا خدا کرنے سے کوئی شخص خدا تک نہیں پہونچ سکتا۔

دنیا میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو رات دن منہ سے اللہ اللہ کرتے ہیں مگر ان کا دل اندر سے بالکل سیاہ ہے۔

مختصر یہ کہ جو شخص میری نصایح کو قبول کر کے ان پر عمل پیرا ہوتا ہے اسکی مثال ایسی ہے جیسے کسی آدمی نے مضبوط چٹان پر اپنا گھر بنایا اس گھر کو باد مخالف اور سیلاب کوئی ضرر نہیں پہونچا سکتے۔ لیکن جس آدمی نے سنکر عمل نہ کیا اسکی مثال ایسی ہے جیسے کسی آدمی نے ریت پر اپنا گھر بنایا ہوا ور جس وقت سیلاب آیا، سارے مکان کو معہ سامان بہالے گیا یعنی ایمان بغیر عمل ایک مہمل شے ہے۔

صوبہ دار کے غلام کو تندرست کرنا

(دیکھو لوقا ۷: ۱تا۱۰)

اس وعظ کو ختم کر کے آپ کفرناحوم میں واپس آ گئے۔ آپ کی آمد کی خبر سنکر رومی فوج کے صوبہ دار کا نوکر آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا جناب! میرے آقا کا غلام لب دم ہے کوئی دوا کارگر نہیں ہوتی۔ آپ دعا کریں تو اسے شفا حاصل ہو۔ اور صوبہ دار نے یہ بھی کہا ہے کہ آپ کو میرے مکان تک تکلیف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں وہیں سے دعا کر دیجئے وہ اچھا ہو جائے گا۔ آپ کو اس کے اعتقاد پر بڑا تعجب ہوا۔ فرمانے لگے "ایسا ایمان کسی میں نہیں دیکھا" آپ نے دعا کی اور وہ غلام فوراً اچھا ہو گیا۔

بیوہ کے لڑکے کو زندہ کرنا

(دیکھو لوقا ۷: ۱۱تا۱۷)

دوسرے دن آپ وہاں سے قصبہ نائین میں گئے۔ جب شہر پناہ کے قریب پہونچے تو ایک جنازہ جاتا ہوا دیکھا۔ بیوہ ماں اکلوتے بیٹے کے غم میں گریہ وزاری کرتی ہوئی جا رہی تھی۔ آپ کو اسکی بیکسی پر رحم آیا۔ آپ نے مردہ لڑکے کو چھوا۔ خدا کی قدرت سے وہ اسی دم زندہ ہو گیا۔ بیوہ ماں کی خوشی کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ اس معجزہ سے آپ کی شہرت دور و نزدیک پھیل گئی۔ جس وقت آپ

اس علاقہ سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو رہے تھے تو ایک شخص آپکے پاس آیا اور کہنے لگا "میں آپ کی خدمت میں رہنا چاہتا ہوں۔" آپ نے فرمایا "میرے ساتھ رہنا کوئی آسان کام نہیں ہے، ہوا کے پرندوں کے پاس بھی گھونسلے ہونگے لیکن میرے پاس سر چھپانے کی بھی جگہ نہیں ہے۔" آپ نے دوسرے شخص کی طرف مخاطب ہو کر کہا "تم میرے ساتھ چلو۔" اس نے جواب دیا "بہت خوب" "لیکن میں اپنے باپ کو دفنا آؤں۔" آپ نے کہا "مردوں کو مردوں کے لئے چھوڑ دو وہ اُسے دفناتے رہیں گے تم میرے ساتھ چلو" اسپر ایک اور آدمی بولا اے مسیح میں آپ کے ساتھ چلنے کو طیار ہوں لیکن ذرا گھر والوں سے رخصت ہو آؤں" آپ نے فرمایا جو شخص گھر والوں کی فکر کرتا ہے وہ میرے ساتھ نہیں رہ سکتا" یہ باتیں کر کے آپ ان لوگوں سے رخصت ہوئے اور کشتی میں بیٹھکر جھیل کو عبور کرنا شروع کیا۔ اثناء سفر میں آپ سو گئے اور جھیل میں طوفان آگیا، اور کشتی ڈگمگانے لگی۔ حواریوں پر خوف و ہراس طاری ہوگیا اور انہوں نے آپ کو جگا کر کہا "آقا ہم ڈوبے جاتے ہیں خدارا ہمیں بچائیے۔" آپ نے اُن سے کہا کیوں اسقدر ضعیف الاعتقاد ہو گئے؟ پھر آپ نے طوفان کو فرو ہو جانے کا حکم دیا۔ طوفان فرو ہو گیا۔ بعد ازاں آپ جھیل کو طے کر کے گلیل کے اُس پار گدرینوں کے علاقہ میں تشریف فرما ہوئے۔ جب ساحل سے آگے بڑھے تو ایک آسیب زدہ آدمی کو دیکھا جو بالکل دیوانہ ہو رہا تھا۔ اور لوگوں کو ستاتا تھا آپ نے اس بد روح کو حکم دیا کہ اس شخص میں سے باہر نکلجا چنانچہ وہ خبیث روح فوراً باہر نکل گئی اور وہ آدمی اچھا خاصہ ہو گیا۔ وہاں کے لوگوں نے آپ کی کرامت دیکھ کر آپ سے درخواست کی کہ ہمارے علاقہ سے تشریف لے جائیے۔ ان کا یہ رنگ دیکھ کر آپ پھر کشتی میں سوار ہوئے اور اس پار آگئے۔ یہاں بڑا بھاری مجمع آپ کا منتظر ساحل پر موجود تھا۔

جیرلیس کی بیٹی کو تندرست کرنا (دیکھو مرقس ۵: ۲۱ تا ۴۳) آپ ساحل سے

اتر کر کفر ناحوم پہونچے۔ یہاں ایک شخص جیریس نامی مقامی ہیکل کا سردار تھا۔ اسکی بیٹی لب دم تھی۔ وہ آپ کی آمد کی خبر سنکر قدموں پر گرا کہ اے مسیح میری بیٹی کو صحت عطا فرمائیے۔ آپ اسکے ساتھ روانہ ہوئے۔ راہ میں ایک شخص دوڑا ہوا چلا آرہا تھا دور سے چلایا "آپ کی بیٹی مرگئی"۔ آپ نے جیریس سے کہا "کچھ گھبرانے کی بات نہیں ہے"۔ خیر آپ گھر پہونچے اور لڑکی کے پاس جاکر بولے "بیٹی اُٹھ بیٹھ" وہ یہ سُنتے ہی اُٹھ بیٹھی اور بھلی چنگی ہوگئی۔

جب آپ وہاں سے واپس آرہے تھے تو راہ میں دو اندھے ملے انہیں جب یہ معلوم ہوا کہ مسیح تشریف لئے جاتے ہیں تو بے اختیار پکار اٹھے "اے مسیح ہم پر رحم کیجئے اور ہمیں بینائی عطا فرمائیے"۔ آپ نے اُن کی آنکھوں کو اپنی انگلی سے مس کیا۔ اسی دم وہ دونوں بینا ہوگئے۔

حواریوں کو تبلیغ کے لئے روانہ کرنا

(دیکھو مرقس ۶: ۷ تا ۱۳)

آپ نے اپنے حواریوں کو کرامت اور خوارق عادات کی قوت عطا کی اور مختلف علاقوں میں تبلیغ کے لئے دو، دو کی ٹولی بنا کر روانہ فرمایا۔ چلتے وقت انہیں نصیحت کی "نہ بت پرستوں میں جاؤ نہ سامریوں میں۔ بلکہ صرف بنی اسرائیل میں وعظ کرو۔ بیماروں کو تندرستی دو، اندھوں کو بینائی، اور اپاہجوں کو ہاتھ پاؤں، اپنے ساتھ کوئی سامان نہ رکھو صرف خدا پر بھروسہ کرو۔ جب کسی گانوں میں جاؤ تو پتہ لگاؤ کہ وہاں کوئی دیندار آدمی رہتا ہے؟ اُس کے پاس قیام کرو اور جب کسی گھر میں جاؤ تو گھر والوں کو سلام کرو اور محبت کے ساتھ خدا کا پیغام پہونچاؤ۔ اگر کوئی شخص تمھاری بات نہ سُنے یا جھگڑا کرنے لگے تو اُس سے بغرض مت کرو۔ خاموشی کے ساتھ وہاں سے چلے جاؤ۔ خدا دانا اور بینا ہے۔ وہ خود ان لوگوں کو جو تمھارے ساتھ سختی کرینگے سزا دیگا۔ یاد رکھو جس وقت تم تبلیغ کے لئے نکلتے ہو تو گویا بھیڑیوں اور درندوں

کے درمیان جاتے ہو۔لوگ حق بات کہنے کی وجہ سے تمھارے ساتھ دشمنی کریں گے، ایذا دینگے، نفرت کرینگے، ذلیل وخوار سمجھینگے اور حتی الوسع تکالیف پہونچائیں گے۔ ان سب باتوں کے لئے طیار ہوجاؤ۔ یاد رکھو میری تعلیم کی بنا پر لوگوں میں اختلاف ہونا یقینی ہے۔ بھائی بھائی کا مخالف ہوجائیگا۔ اگر ایک گھر میں پانچ آدمی ہیں اور دو نے مجھے قبول کیا تین نے رد کیا تو لامحالہ ان کے درمیان اختلاف رونما ہوگا اور جو شخص اسلئے مجھپر ایمان نہیں لاتا کہ اُسے گھر والوں کو چھوڑنا پڑیگا وہ میری شاگردی کے لائق ہی نہیں ہے۔ میرا ساتھ وہ دیسکتا ہے جو میری خاطر سب کو قربان کردے۔ خواہ باپ ہو یا بھائی جو مجھے قبول کرتا ہے وہ کانٹوں کا تاج سر پر رکھنے کے لئے طیار ہوجائے اُسے اپنی صلیب اٹھانی پڑے گی یعنی تکالیف کا سامنا کرنا پڑیگا۔ اور جو شخص زندگی کی پروا کرتا ہے وہ ابدی حیات حاصل نہیں کرسکتا۔ حیات ابدی کا مستحق وہ شخص ہے جو میری خاطر جان قربان کرنے کو طیار ہے، جو تمہیں قبول کرتا ہے وہ مجھے قبول کرتا ہے اور جو مجھے قبول کرتا ہے وہ خدا کو قبول کرتا ہے۔ جو تمہیں آزار پہونچاتا ہے وہ مجھے آزار پہونچاتا ہے اور جو مجھے آزار پہونچاتا ہے وہ خدا کو آزار پہونچاتا ہے۔

اس طویل خطبہ کے بعد حضرت مسیح نے اپنے حواریوں کو تبلیغ کے لئے رخصت کیا۔

حضرت کا ایک آسیب زدہ کو اچھا کرنا اور فریسیوں کا اعتراض

(دیکھو مرقس ۳: ۱۹ تا ۳۰)

کفرناحوم میں آپ کے پاس ایک آسیب زدہ شخص لایا گیا آپ نے اُسی دم اس کا آسیب دور فرمادیا اور وہ بھلا چنگا ہوگیا۔ لوگوں نے آپ کی کرامت پر بیحد اظہار تعجب کیا لیکن فریسیوں نے از راہ حسد لوگوں میں یہ مشہور کیا کہ یہ شخص جادوگر ہے اور شیطانی عمل سے یہ کرشمہ دکھایا ہے۔ آپ نے ان لوگوں کو مخاطب کرکے کہا "اگر شیطان شیطان کو دور کرسکتا ہے تو قاعدہ کے موافق دنیا سے شیطان کا تسلط اٹھ جانا چاہئے

کیونکہ اگر کسی گھر میں خانہ جنگی شروع ہو جائے تو وہ گھر برباد ہو جاتا ہے۔ لیکن شیطان کا تسلط دنیا پر بدستور قائم ہے لہذا تمہارا یہ قول کہ میں شیطان کی مدد سے یہ کام کرتا ہوں باطل ہے شیطان کبھی اپنے ہاتھوں اپنی بربادی کرنی پسند نہ کریگا۔ اگر میں یہ معجزات شیطانی مدد سے دکھاتا ہوں تو تمہارے علماء اور کاہن جو معجزات دکھاتے ہیں کیا وہ بھی شیطانی تصرف ہے؟ اور اگر نہیں تو کیوں؟ اے نادانو! میں خدا تعالیٰ کی قدرت اور اسکی تائید سے یہ معجزات دکھاتا ہوں اس میں شیطان کا دخل مطلق نہیں ہے، اور خدا مختار ہے جسے چاہے اپنی مہربانی سے سرفراز کرے، اور یاد رکھو خدا ہر قسم کے گناہ معاف کر دے گا لیکن جو شخص "روح قدس" کے حق میں بد زبانی کریگا اس کا گناہ معاف نہوگا۔ میں کوئی نئی بات تو نہیں کرتا۔ کیا اس سے پہلے حضرت موسیٰؑ اور دیگر انبیاء نے خدائی طاقت سے معجزات نہیں دکھائے۔ تم کیوں بلا وجہ میری مخالفت کرتے ہو؟

حضرت عیسیٰؑ کا شمعون فریسی کے گھر جانا

(دیکھو لوقا ۷: ۳۶ تا ۵۰)

دوران سفر میں ایک گاؤں میں آپ کو ایک فریسی نے جسکا نام شمعون تھا کھانے کیلئے مدعو کیا۔ آپ اس کے گھر تشریف لیگئے اور جب کھانا کھانے بیٹھے تو ایک عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی، جسکا چال چلن بہت خراب تھا۔ اس نے آپ کے قدموں کو بوسہ دیا اور اپنے بالوں سے گرد صاف کی اور تیل ملا۔ شمعون یہ دیکھ کر دل میں بہت حیران ہوا کہ اگر یہ شخص فی الواقع نبی ہوتا تو اسے یہ بھی معلوم ہوتا کہ یہ عورت جو میرے جسم کو مس کر رہی ہے فاحشہ ہے اور بہت ناپاک ہے۔ آپ نے شمعون کے دل کی بات اسکے بُشرہ سے معلوم فرمائی اور کہنے لگے "شمعون! میں ایک بات تم سے پوچھتا ہوں۔ ایک آدمی نے دو شخصوں کو کچھ روپیہ قرض دیا۔ قرض کردا ایک کو پچاس اور دوسرے کو پانسو۔ پھر کچھ دنوں کے بعد دونوں کو معاف کر دیا۔ بھلا کون شخص

زیادہ ممنونِ احسان ہوگا؟ شمعون نے کہا جناب وہ شخص زیادہ شکرگذار ہوگا جسپر زیادہ رقم آتی تھی۔" تب آپ نے کہا "اس عورت کا طرزِ عمل تم نے دیکھا؟ میں تمھارے گھر مہمان کی حیثیت سے وارد ہوا لیکن تم نے میرے پاؤں کی گرد نہ جھاڑی، اس عورت نے جھاڑی، تم نے ان پر مالش نہ کی، مگر اس عورت نے مالش کی۔ اب خود ہی سوچو میں کس سے زیادہ خوش ہونگا۔ بیشک یہ عورت بہت سیاہ کار اور گنہ گار ہے لیکن اسنے سچی توبہ کا نمونہ پیش کیا ہے اور اسکی توبہ ایسی کامل ہوئی ہے کہ اسکے گناہ معاف ہوگئے۔ پھر آپ نے اس عورت کی طرف خطاب کیا۔ اے عورت! تیری توبہ قبول ہوگئی اور تیرے سب گناہ معاف ہوگئے اب آیندہ نیکی کیا کر۔

حضرت عیسیٰؑ کا معیارِ قرابت

(دیکھو مرقس ۳: ۳۱ تا ۳۵)

آپ ایک گھر میں تشریف لیگئے، وہاں اسقدر انبوہ عام اندر باہر مخلوق کا ہوا کہ راستہ بند ہوگیا۔ اس اثنا میں ایک شخص نے کہا "جناب! آپ کی والدہ اور بھائی بہن باہر کھڑے آپ کو بلاتے ہیں اور آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔" آپ نے فرمایا "میرے اصلی ماں باپ اور بھائی بہن یہ میرے حواری ہیں۔ جو میری فرمانبرداری کرتا ہے وہی میرا بھائی ہے اور جو میری فرمانبرداری کرتی ہے وہی میری بہن ہے۔ یہ دنیاوی رشتے ناطے سب فانی اور عارضی ہیں"

اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ اپنی والدہ کو والدہ نہیں سمجھتے تھے بلکہ اس جگہ یہ بات لوگوں کے ذہن نشین کرنی مقصود تھی کہ اصلی تعلق اور رشتہ دین کا ہوتا ہے۔ جو شخص نبی کی دعوت کو قبول نہیں کرتا خواہ وہ اس کا بھائی کیوں نہو درحقیقت اُس سے جدا ہے۔ اسکا نبی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ حضرت مسیحؑ کی تعلیم میں یہ رنگ نمایاں طور پر ملے گا کہ آپ معمولی معمولی باتوں میں دینی اصول تلقین فرمادیا کرتے تھے اور مصلح کا کام بھی یہی ہوتا ہے۔

معجزہ افزائش طعام

(دیکھو متی ۱۴: ۱۳ تا ۲۱)

عید فصح نزدیک آرہی تھی آپ نے اپنے شاگردوں سے کہا آؤ کچھ عرصہ خلوت اور عبادت میں بسر کرینگے، چنانچہ آپ ان کو لیکر جھیل کے اُس پار بیت صدا کے علاقہ میں ایک سنسان مقام پر چلے گئے لیکن مخلوق نے آپ کو تنہا نہ رہنے دیا۔ رفتہ رفتہ ہزاروں آدمی وہاں جمع ہوگئے اور نصیحت حاصل کرنے کی آرزو ظاہر کی۔ لہذا آپ نے بہت مہربانی سے انہیں اپنے ارد گرد بٹھایا اور اُن کو پاک کلمات سے مشرف فرمایا۔ لوگ ہمہ تن گوش بنے ہوئے آپ کے دلپذیر نصائح سُنتے رہے یہانتک کہ شام ہوگئی۔ تب ایک حواری نے آپ سے عرض کی۔ "جناب شام ہوگئی اب ان لوگوں کو رخصت کرنا چاہیئے۔" آپ نے فرمایا "اچھا انھیں کھانا کھلا دو تو رخصت کرنا"۔ ایک حواری نے کہا "جناب اسقدر کھانا یہاں کہاں ہے؟" آپ نے فرمایا کچھ پرواہ مت کرو، جو کچھ تمھارے پاس موجود ہو لے آؤ۔" ایک حواری نے کہا "جناب ہمارے پاس پانچ روٹیاں اور دو چھوٹی مچھلیاں ہیں، اور آدمی کم از کم پانچ ہزار ہونگے۔" آپ نے فرمایا "وہ کھانا میرے پاس لے آؤ"۔ لوگ وہ روٹیاں آپ کے پاس لے آئے۔ آپ نے آسمان کی جانب نگاہ اٹھائی اور دعا کی کہ اے خدا! اس کھانے میں برکت دے۔ بعد ازاں آپ نے روٹیاں توڑ کر لوگوں میں تقسیم کرانی شروع کیں۔ تمام لوگوں نے شکم سیر ہوکر کھانا کھایا اور بچ بھی رہا۔ بعد ازاں آپ نے اُن لوگوں کو رخصت کردیا اور آپ حواریوں کو وہاں آرام کرنے کیلئے چھوڑ کر سامنے والی پہاڑی پر تشریف لیگئے تاکہ شب بیداری کریں۔

حضرت عیسیٰ کا سطح آب پر چلنا

(دیکھو لوقا ۸: ۲۲ تا ۲۵)

آپ کے رخصت ہونے کے بعد شاگردوں نے کفرناحوم واپس جانے کا ارادہ کیا اور کشتی میں سوار ہوکر چلدیئے۔ چند میل

گئے ہونگے کہ طوفان آگیا بہت مضطرب ہوئے، اسی اثنار میں کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ چلے آرہے ہیں، انھوں نے خیال کیا کہ یہ کوئی روح ہے جو سطح آب پر چل رہی ہے اور وہ لوگ کچھ خوفزدہ ہوگئے۔ آپ نے باآواز بلند فرمایا "ڈرو مت میں تمہارا آقا ہوں" پطرس نے کہا "اے مسیح! اگر حکم ہو تو میں بیدھڑک آپ تک پہونچوں" آپ نے فرمایا "شوق سے چلا آ" آپ کے کلام کی تاثیر سے پطرس بھی سطح آب پر چلنے لگا لیکن کچھ دور جاکر اسکے دل میں ہراس طاری ہوا، معاً ڈگمگانے لگا اور چلّایا "اے مسیح! بچانا میں ڈوبا" آپ نے فرمایا "کیوں اسقدر ضعیف الاعتقاد ہوگیا جو ڈوبنے لگا" یہ کہکر آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور ساتھ لئے ہوئے کشتی تک چلے آئے۔ بعد ازاں سب حواری آپ کی ہمراہی میں جناسرت کے علاقہ میں پہونچے (آپ اکثر کشتی میں سوار ہوا کرتے تھے اور وہ بشریت کا تقاضا تھا اور یہ دریا پر چلنا معجزہ کی بات تھی)

صبح ہوئی تو مخلوق جھیل کے اس پار آپ کی منتظر تھی لیکن جب آپ نہ ملے تو لوگ کشتیوں میں سوار ہوکر آپ کے پاس پہونچے اور دریافت کرنے لگے اے مسیح! آپ یہاں کب آئے؟ آپ نے جواب دیا "تم لوگ میری خاطر مجھے تلاش نہیں کرتے بلکہ کل کی روٹیوں کی خاطر تلاش کرتے ہو"

اے لوگو! دنیاوی خواہشات کے لئے مجھے تلاش مت کرو بلکہ ایسی غذا کے لئے تلاش کرو جسے ایک دفعہ کھاکر پھر کبھی بھوک نہ لگے" لوگوں نے کہا جناب اس غذا کو کس طرح حاصل کریں اور وہ کہاں سے ملے گی؟ آپ نے کہا "اگر اس غذا کی خواہش ہے تو مجھپر ایمان لاؤ" لوگوں نے کہا "ہمیں کوئی معجزہ دکھایئے تاکہ آپ پر ایمان لائیں، کوئی شے آسمان سے نازل ہو جسطرح حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں من و سلویٰ نازل ہوتا تھا۔ آپ نے فرمایا "اس جسمانی مادّی خوراک کا خیال مت کرو، خدا تعالےٰ

نے اپنی مہربانی سے تمھارے لئے روحانی خوراک عطا کی ہے اُسے قبول کرو، اور میں ہی تو وہ روحانی خوراک ہوں مجھے قبول کرو، اور خدا کی برکات کے وارث بنو" یہود نے یہ باتیں سنکر کہا "یہ شخص کب نبی ہوگیا، کل تک تو ہمارے سامنے یونہی پھرا کرتا تھا۔ کیا یہ یوسف بڑھئی کا فرزند نہیں ہے؟ ہم تو اسکے والدین کو بخوبی جانتے ہیں" آپنے ان لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا "ہاں میں خدا کا فرستادہ ہوں، اگر خدا کے محبوب بننا چاہتے ہو تو مجھے قبول کرو۔ جو لوگ من وسلویٰ کھاتے تھے وہ وفات پاگئے لیکن جو شخص روحانی خوراک کھائیگا نہ تو بھوکا ہوگا اور نہ کبھی مریگا" حواریوں نے یہ باتیں سُنکر کہا "یہ بڑی مشکل باتیں ہیں" آپ نے فرمایا "بیشک روحانی غذا مشکل سے ملتی ہے، اور تا وقتیکہ خدا کا فضل شامل حال نہو، انسان کچھ نہیں کر سکتا۔ اس بات پر اکثر شاگرد آپ سے علیحدہ ہوگئے۔ آپ نے باقیماندہ ساتھیوں سے فرمایا "تم لوگوں میں سے بھی جو جانا چاہے جا سکتا ہے۔ میرے ساتھ وہی رہ سکتا ہے جو پورے طور سے مجھپر ایمان رکھتا ہو۔ مذبذب آدمی کسی کام کا نہیں ہوتا" پطرس نے جواب دیا۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ خدا کے نبی ہیں۔ آپ نے فرمایا "مگر ایک شخص تم میں ایسا ہے جو وقت پر کمزوری دکھائے گا۔ آپ کا اشارہ یہودا اسخر یوطی کی طرف تھا۔

باطنی صفائی

(دیکھو متی ۱۵: ۱ تا ۲۰)

چند یہودی آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے "آپکے شاگرد روایات قومی کی پابندی نہیں کرتے اور بغیر ہاتھ دھوئے کھانا کھانے لگتے ہیں" آپ نے فرمایا "تم لوگ محض ظاہر بینی میں مصروف ہو اور باطن کی طرف بھول کر بھی توجہ نہیں کرتے۔ اگر ہاتھ میلے ہوں تو دھولینا چاہیئے۔ لیکن اگر صاف ہوں تو یہ کہاں لکھا ہے کہ بغیر ہاتھ دھوئے کھانا گناہ ہے؟

افسوس کہ تم لوگ خدا کے احکام کی ذرا بھی پرواہ نہیں کرتے اور انسانوں کے اقوال پہ سٹے پھیرتے ہو۔ یاد رکھو اصلی چیز تو دل کی صفائی ہے اور اگر دل صاف نہیں تو لاکھ مل مل کر نہاؤ کچھ بھی فائدہ نہ ہوگا۔ اے لوگو! جو چیز اندر سے باہر آتی ہے وہ ہی انسان کو ناپاک یا گنہگار کر سکتی ہے۔ یعنی دلی خیالات جو بذریعہ الفاظ یا اعمال ظاہر ہوتے ہیں، اگر پاکیزہ نہیں ہیں تو انسان ناپاک ہے۔ انسان کو درحقیقت ناپاک کرنیوالی چیز اس کے خیالات ہیں" یہ سن کر وہ علماء چپ چاپ چلے گئے۔

بعد ازاں حواریوں نے عرض کی "جناب یہ لوگ معلوم ہوتا ہے سخت ناراض ہو کر گئے ہیں" آپ نے فرمایا "مجھے انکی ناراضگی کی مطلق پرواہ نہیں ہے۔ میں انسانوں کو خوش کرنے نہیں آیا بلکہ خدا کی مرضی کے مطابق کام کرنے آیا ہوں۔ پھر انھوں نے کہا "جناب والا اپنے قول کی تشریح فرما دیجئے" آپ نے فرمایا "وہ بات تو بالکل صاف ہے، آدمی کے اندر سے یعنی دل سے ہر قسم کے بُرے خیالات بذریعہ اعمال ظاہر ہوتے ہیں۔ مثلاً چوری، زنا، قتل، حرامکاری لالچ بدمعاشی، دغا، فریب، مکاری، شیخی، ریاکاری وغیرہ۔ اور یہی باتیں آدمی کو ناپاک کرتی ہیں۔ بغیر ہاتھ دھوئے کھانا کھا لینے سے آدمی گنہگار نہیں ہوتا"

یہ گفتگو سنکر بہت سے لوگ آپکے گرد جمع ہو گئے، موافق بھی اور مخالف بھی۔ پس آپ نے چند تمثیلات اُن سے بیان کیں:۔

کاشتکار کی تمثیل

(دیکھو متی ۱۳: ۱ تا ۵۴)

ایک کاشتکار بیج بونے کے لئے کھیت کی طرف گیا، جب وہ بیج بکھیر رہا تھا تو کچھ دانے راہ میں گر گئے اور چڑیوں نے آکر انہیں چگ لیا بعض دانے سنگلاخ زمین پر گرے جلد سرسبز ہو گئے لیکن دھوپ میں

خشک ہو گئے، کیونکہ ان کی جڑیں گہری نہ تھیں۔ بعض دانے جھاڑیوں میں گرے اور پودوں کی نشو و نما اُن جھاڑیوں کی وجہ سے ماری گئی سرسبز نہو سکے بعض دانے اچھی زمین میں گرے، خوب سرسبز ہوئے اور بار آور بھی ہوئے۔ شاگردوں نے کہا۔ "جناب! اس تمثیل کا مطلب کیا ہے اور تمثیل بیان کرنے کا مقصد کیا ہے؟" آپ نے کہا "آسمانی بادشاہت کے اسرار معانی تم پر روشن ہیں لیکن ان لوگوں سے پوشیدہ ہیں کیونکہ جسکے پاس کچھ ہوتا ہے اُسے اور بھی ملتا ہے اور جسکے پاس کچھ نہیں ہوتا اُس سے جو کچھ ہوتا ہے وہ بھی لے لیا جاتا ہے۔ میں تمثیل اس لئے بیان کرتا ہوں کہ یہ لوگ آنکھوں کے باوجود کچھ نہ دیکھ سکیں اور کانوں کے باوجود کچھ نہ سمجھ سکیں۔ خدا نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اور ان لوگوں کے دل سخت ہو گئے ہیں۔ اس تمثیل کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص آسمانی تعلیم کو دل میں جگہ نہیں دیتا وہ شریر آدمی ہے اور تعلیم اسکے حق میں مثل اُن دانوں کے ہے جو راہ میں گر گئے اور چڑیاں چگ گئیں۔ اور جو شخص سُنکر قبول تو کرتا ہے مگر آزمایش کے وقت ثابت قدم نہیں رہتا اسکی مثال اُن دانوں کی ہے جو سنگلاخ زمین پر گرے ہوں۔ اور جو آدمی میری تعلیم کو اچھا سمجھتا ہے مگر دولت اور دنیاوی خیالات کے سبب دل میں جگہ نہیں دیتا، اسکے حق میں تعلیم کی مثال اُن دانوں کی سی ہے جو جھاڑیوں میں گر گئے۔ اور جو آدمی سُنکر قبول کرتا ہے اور اُس تعلیم کے موافق عمل بھی کرتا ہے پس اسکے حق میں تعلیم کی مثال اُن دانوں کی سی ہے جو اچھی زمین میں گرے اور بار آور ہوئے۔

گھاس کی تمثیل

(دیکھو متی ۱۳: ۲۴ تا ۳۰)

پھر فرمایا آسمان کی بادشاہت اُس آدمی کے موافق ہے جس نے کھیت میں گیہوں بوئے لیکن بعد چندے کوئی دشمن اسکے کھیت میں گھاس کے بیج بکھیر گیا۔ اور جب گیہوں کے پودے نکلے تو ان کے ساتھ گھاس کے پودے

بھی برآمد ہوئے۔ کھیت کے ملازم نے آقا سے آکر کہا "جناب! گیہوں کے ساتھ کرکاس بھی اُگ رہا ہے یہ کیا بات ہے؟ اس نے جواب دیا "یہ کسی دشمن کا کام ہے لیکن بہر صورت کرکاس بھی اُگنے دو، مبادا انھیں اکھیڑنے میں گیہوں کے پودوں کو نقصان پہونچے۔ بعد میں دیکھا جائیگا۔ جب فصل طیار ہوئی تو مالک نے نوکروں سے کہا "پہلے کرکاس کاٹو اور ان کے بنڈل باندھ کر ایندھن کے لئے جمع کر دو اور پھر گیہوں کاٹ کر خرمن میں بھر دو۔

رائی کے دانہ کی تمثیل

(دیکھو متی ۱۳: ۳۱ تا ۳۲)

پھر فرمایا "آسمان کی بادشاہت رائی کے دانہ کی مانند ہے جسے ایک شخص نے اپنے کھیت میں بویا۔ اگرچہ رائی کا دانہ سب دانوں میں چھوٹا ہے لیکن جب اُگ آتا ہے تو بڑا درخت بنجاتا ہے۔ اتنا بڑا کہ پرند اپنا گھونسلہ بنا کر رہتے ہیں۔ پس ظاہر میں چھوٹا ہے لیکن بعد میں بڑا ہو جاتا ہے۔

خمیر کی تمثیل

(دیکھو متی ۱۳: ۳۳ تا ۳۵)

پھر فرمایا آسمان کی بادشاہت خمیر کی مانند ہے کہ ایک عورت نے ذرا سا لیکر آٹے میں ملا دیا، تھوڑی دیر بعد تمام آٹا خمیری ہو گیا۔

خزانہ کی تمثیل

(دیکھو متی ۱۳: ۴۶ تا ۴۶)

پھر فرمایا آسمان کی بادشاہت اُس خزانہ کی مانند ہے جو زمین میں مخفی ہے اور ایک نے اُسے دریافت کر کے بخوشی تمام گھر کا تمام اثاثہ اُس زمین کے عوض میں دیکر، وہ زمین خرید لی۔

جال کی تمثیل

(دیکھو متی ۱۳: ۴۷ تا ۵۲)

پھر فرمایا آسمان کی بادشاہت اُس جال کی مانند ہے جسے دریا میں ڈالتے ہیں اور ہر قسم کی مچھلی اس میں پھنس جاتی ہے پھر جب جال باہر نکالتے

ہیں تو اچھی اچھی مچھلیاں ایک برتن میں جمع کر لیتے ہیں اور خراب خراب پھینک دیتے ہیں۔ اور عالم آخرت میں بھی یہی ہوگا۔

یہود کی مخالفت کا آغاز معبد میں معجزہ دکھانا

(دیکھو لوقا ٦: ٦ تا ١١)
ایک دن آپ ایک معبد میں تشریف لے گئے اور وعظ فرمایا، جماعت میں ایک ایسا شخص بھی موجود تھا جسکا داہنا ہاتھ سوکھکر بیکار ہوگیا تھا اور اس وجہ سے وہ بہت تکلیف میں تھا۔ یہود اس بات کے منتظر تھے کہ آیا آپ اسکے ہاتھ کو سبت کے روز اعجازی قوت سے درست کرینگے یا نہیں؟ آپ نے اُن کے دل کی بات معلوم کرکے فرمایا "بھلا سبت کے دن کسی ڈوبتے کو بچانا جائز ہے یا اُسے غرق ہو جانے دینا مناسب ہے؟ تم میں سے کون ہے جسکی بھیڑ سبت کے دن گڑھے میں گر پڑے اور وہ اُسے نہ نکالے۔ پس اگر سبت کے دن ایک حیوان کو بچانا جائز ہے تو انسان کی مدد کرنا بدرجۂ اولیٰ جائز ہے"۔ یہ کہکر آپ نے اس مفلوج سے کہا "اپنا داہنا ہاتھ کھول اور پوری طاقت سے پھیلا" اُس نے ایسا ہی کیا اور آپ کے الفاظ کی تاثیر سے اسکا ہاتھ بالکل درست ہوگیا۔ یہ بات دیکھ کر فقیہی اور فریسی سخت برافروختہ ہوئے اور ہیکل سے نکل کر ہیرودیس کے سرداروں سے آپ کے متعلق چہ میگوئیاں کیں، انہیں بھڑکایا اور آپ کو قتل کرنے کے لئے اُس دن سے یہودی علما اور کاہنوں میں چپکے چپکے صلاح مشورے ہونے لگے۔

ٹایر اور سیڈن کے علاقوں میں جانا

مخالفت کا رنگ محسوس کرکے آپ گلیل کے علاوہ دوسرے علاقوں مثلاً ٹایر اور سیڈن وغیرہ مقامات کی طرف چلے گئے۔

بمقام ٹائر یونانی لڑکی کو تندرست کرنا

(دیکھو مرقس ۷: ۲۴ تا ۳۰)

اس علاقہ میں آپ کا گذر ایک گانوں کی طرف ہوا جہاں ایک یونانی النسل بیوہ عورت معہ اپنی اکلوتی بیٹی کے رہتی تھی۔ جب اس کو آپ کی آمد کی خبر لگی تو وہ آپ کے پاس آئی اور کہنے لگی، "جناب! میری بچی مدت سے آسیب زدہ ہے اور اس کی تکلیف کی وجہ سے میری زندگی وبال جان ہوگئی ہے براہ کرم اسکو اچھا کر دیجیے۔" آپ نے کہا "پہلے اپنے گھر کے بچوں کا فکر کرنا لازمی ہے اور اپنوں کی خبر گیری مقدم ہے۔" اُس نے کہا بیشک لیکن لگا ہے گا ہے اپنوں کے طفیل غیروں پر بھی نگاہ لطف ہو جاتی ہے۔ دسترخوان کے بچے کھچے ٹکڑے نوالے کتوں کو بھی ملجایا کرتے ہیں۔" آپ اس عورت کے حسن اعتقاد سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا "گھر جا تیری لڑکی بالکل اچھی ہوگئی۔" چنانچہ جب وہ گھر واپس آئی تو اسکی بیٹی بالکل تندرست اور خوش وخرم تھی، گویا کبھی بیمار نہ ہوئی تھی۔

افزائش طعام کا دوسرا معجزہ

(دیکھو انجیل مرقس ۸: ۱ تا ۹)

یہاں سے آپ سیدان کے علاقہ میں تشریف لائے، اور ایک پہاڑی پر فروکش ہوئے۔ تھوڑی دیر کے بعد بیشمار مخلوق آپ کے گرد جمع ہوگئی اور ان میں بہت سے مفلوج، مبروص، مجنون اور طرح طرح کے مریض تھے۔ آپ نے اُن سب کو صحت عطا فرمائی۔ لوگ حیران تھے کہ یہ کس قسم کا آدمی ہے جسے ایسی قدرت حاصل ہے۔ بعد ازاں آپ نے اُن کو تبلیغ حق فرمائی۔ لوگ آپ کی باتوں میں اسقدر محو تھے کہ کسی کو کھانے پینے کا ہوش نہ تھا۔ آخر آپ کو خود ہی اس بات کا خیال آیا اور شاگردوں سے فرمایا "ان لوگوں کے کھانے کا کچھ بندوبست کرنا چاہیئے۔" شاگردوں نے کہا "جناب! اس پہاڑی علاقہ میں کھانے پینے کا بھلا کیا بندوبست ہوسکتا ہے؟" آپ نے فرمایا "اچھا تمہارے پاس کچھ بھی ہے؟" انھوں نے

کہا جناب! ہمارے پاس تو صرف سات روٹیاں ہیں"۔ یہ سُنکر آپ نے اس جماعت سے ارشاد فرمایا "تم لوگ کھانے کے لئے طیار ہو جاؤ اور قطاریں باندھ کر بیٹھ جاؤ"۔ پھر آپ نے وہ روٹیاں اور مچھلیاں اپنے آگے رکھیں اور دعا کی، دعا کی وجہ سے اُن چند روٹیوں میں اسقدر برکت ہوئی کہ تمام لوگوں کا پیٹ بھر گیا اور کوئی لوکرے کھانا بچ رہا۔ بعد ازاں آپ نے جماعت کو رخصت کیا اور حواریوں سمیت کشتی میں سوار ہو کر دلمنوتہ کی حدود میں داخل ہوئے۔

فقیہوں کا معجزہ طلب کرنا

(دیکھو انجیل مرقس ۸: ۱۰ تا ۲۱)

جب گلیلہ (دلمنوتہ اور گلیلہ ایک ہی بات ہے) کے یہود کو آپ کی آمد کا علم ہوا تو چند فقیہی اور فریسی آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے "اگر آپ واقعی خدا کی طرف سے ہیں تو کوئی معجزہ دکھائیے"۔ آپ نے ایک آہ سرد بھری اور کہا "اس جماعت کے لوگ کس لئے معجزہ طلب کرتے ہیں؟ جن کے دل ایمان سے خالی ہوں انہیں معجزہ کیا خاک نفع دے سکتا ہے؟ میں تم سے سچ کہتا ہوں ان لوگوں کو کوئی معجزہ نہیں دکھایا جائیگا"۔ پس آپ وہاں سے روانہ ہوئے اور کشتی میں سوار ہو کر اس پار چلے گئے۔ راہ میں آپ نے حواریوں کو فریسیوں کے خمیر سے خبردار رہنے کی تاکید فرمائی۔ حواری خمیر کا مطلب نہ سمجھے، تو آپ نے فرمایا "خمیر سے میری مراد اُن کا طرز عمل اور ان کی تعلیم و تلقین ہے۔ اس سے بچو"۔

اندھے کو بینائی عطا کرنا

(دیکھو انجیل مرقس ۸: ۲۲ تا ۲۶)

الغرض آپ وہاں سے بیت صیدا میں آئے اور یہاں کے لوگوں میں وعظ کہا۔ وہاں ایک جنم کا اندھا رہتا تھا۔ جب اُس نے سُنا کہ حضرت مسیحؑ تشریف لائے ہیں تو وہ کسی آدمی کو ساتھ لیکر آپ کی خدمت میں آیا اور بینائی کا طالب ہوا۔ آپ اُسے گانوں سے باہر لیگئے اور لعاب دہن اسکی آنکھوں کو لگایا

وہ اُسی دم بینا ہوگیا۔ آپ نے اُسے ہدایت کی کہ گاؤں میں نہ جانا اور نہ کسی کو خبر کرنا۔

پطرس کا اقرار

(دیکھو انجیل متی ۱۶: ۱۳ تا ۲۰)

یہاں پر قیام کرنا آپ نے مناسب نہ سمجھا اور قیصریہ فلپی کے علاقہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ راہ میں آپ نے حواریوں سے کہا "میری بابت لوگ کیا خیال کرتے ہیں؟" حواریوں نے جواب دیا "کوئی شخص آپ کو یحیٰی ۲ خیال کرتا ہے کوئی الیاس ۲ کوئی یرمیاہ۔ اور کوئی کہتا ہے کہ زمانۂ سابق میں کا کوئی نبی دوبارہ پیدا ہو گیا ہے" آپ نے پوچھا "اچھا اور تمہارا کیا خیال ہے؟" پطرس نے جواب دیا "آپ مسیح موعود ہیں"۔ آپ نے فرمایا "جزاکم اللہ۔ تم اپنی لیاقت سے یہ حقیقت ہرگز دریافت نہ کر سکتے تھے۔ شکر کرو اس خدا کا جس نے تمہیں یہ شناخت عطا کی"۔ پھر آپ نے حواریوں کو فہمائش کی کہ وہ لوگ کسی سے آپ کے منصب جلیلہ کا ذکر نہ کریں۔ اور اُن سے آیندہ واقعات کا بھی مجملاً ذکر فرمایا۔ بعد ازاں آپ نے مجمع عام میں وعظ فرمایا اور کہا جو شخص مجھے قبول کرتا ہے اُسے لازم ہے کہ دنیا اور دنیاوی وجاہت کا خیال قطعاً اپنے دل سے دور کر دے اور تکالیف برداشت کرنے کے لئے طیار ہو جائے۔ اور جو شخص سب کے سامنے میرا اقرار کریگا اور ثابت قدم رہیگا، میں بھی خدا کے سامنے اسکا اقرار کرونگا۔ اور جو شخص دنیاوی خوف یا لالچ سے میرا انکار کریگا، میں بھی خدا کے سامنے اس سے انکار کرونگا۔ یاد رکھو کہ دنیا اور اُس کی دلفریبیاں چند روزہ ہیں۔ یہاں کوئی شخص نہ ہمیشہ رہا ہے اور نہ رہے گا۔ سب کو خدا کے سامنے جانا ہے پھر بھلا اس شخص سے زیادہ بیوقوف اور کون ہو سکتا ہے جو چند روز کی آسائش کے لئے ابدی عذاب مول لے؟"

آپکے جسم کا نوری ہو جانا

(دیکھو انجیل متی ۱۷: ۱ تا ۱۳)

انجیلوں سے یہ بات نہیں معلوم ہو سکتی کہ یہ واقعہ کب اور کہاں وقوع پذیر ہوا۔ لہذا ان دونوں امور سے قطع نظر کرتے ہوئے

انجیلی بیان پر غور کرنا چاہئے۔ لکھا ہے کہ واقعات ماسبق سے ایک ہفتہ بعد آپ تین مخصوص حواریوں پطرس، یحییٰ اور یعقوب کو ساتھ لے کر عبادت اور خلوت کی وجہ سے ایک پہاڑ پر تشریف لیگئے۔ جب آپ عبادت میں مشغول تھے، یکایک آپ کا سارا جسم بقعۂ نور بن گیا اور آپ کے چہرہ سے ایسی شعاعیں نکلیں جیسے آفتاب سے نکلا کرتی ہیں اور آپ کا لباس بالکل سفید ہوگیا جس پر نگاہ نہیں ٹھہرتی تھی۔ شاگردوں پر نیند کا غلبہ ہو چلا تھا لیکن اس حیرت انگیز واقعہ نے انہیں چونکا دیا۔ اور جب انہوں نے غور سے دیکھا تو آپ کے اردگرد دو اور شخصوں کو کھڑا پایا۔ یہ دو صاحب حضرت موسیٰ ؑ اور حضرت الیاس ؑ تھے جو آپ سے سرگرم گفتگو تھے۔ پطرس نے خیال کیا شاید یہ لوگ آپ کے پاس بغرض قیام آئے ہونگے، لہذا اُس نے حضرت عیسےٰ ؑ سے کہا "جناب! اگر یہ مقام رہائش کے لئے پسند ہو تو پھر یہاں آپ تینوں صاحبان کے لئے جداگانہ خیمے نصب کرانے کا انتظام کروں"۔ حضرت عیسیٰ ؑ نے اُسکی اس سادہ لوحی پر التفات نہ کیا، تھوڑی دیر بعد وہ دونوں حضرات رخصت ہوگئے اور حواریوں نے دیکھا کہ آپ تنہا ہیں، معاً آواز سُنائی دی "یہ شخص مسیح موعود ہے جس سے میں بہت خوش ہوں"۔ جب حواریوں نے یہ آواز سُنی تو اُن پر خوف طاری ہوگیا اور مُنہ کے بل زمین پر گر پڑے۔ حضرت عیسےٰ ؑ نے انہیں اٹھا کر تسلی دی اور فرمایا "ڈرومت" اور "اس واقعہ کا ذکر کسی سے نہ کہنا"۔ اسکے بعد حضرت عیسےٰ ؑ مع حواریوں کے پہاڑ سے اتر آئے۔ راہ میں حواریوں نے عرض کی "جناب! ہمنے فریسیوں کی زبانی سُنا تھا کہ مسیح موعود ؑ کے آنے سے پہلے الیاس ؑ نبی نازل ہونگے"۔ آپ نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے مگر اسکے یہ معنی تو نہیں ہیں کہ وہی الیاس ؑ بنفس نفیس آسمان سے آئینگے بلکہ اُن کی خوبو پر کوئی دوسرا شخص مبعوث کیا جائیگا، اور وہ حضرت یحییٰ ؑ تھے جنہیں یہودیوں نے شناخت نہ کیا۔

ایک سکتہ زدہ بچہ کو تندرست کرنا (دیکھو مرقس ۹: ۱۴ تا ۲۹)

جب آپ پہاڑ سے اُتر کر نیچے آئے تو ایک مخلوق آپ کے انتظار میں نیچے موجود تھی اور تمام حواری بھی راہ دیکھ رہے تھے۔ ایک شخص اپنے بیٹے کو لایا اور کہا جناب میرا بیٹا بڑی تکلیف میں ہے اُسے کوئی زبردست آسیب ستاتا ہے اور میری زندگی اسکی وجہ سے تلخ ہو رہی ہے آپ کا نام سُنکر دور سے آیا ہوں، آپ کو نہ پایا تو شاگردوں سے رجوع کیا ان لوگوں نے بڑی کوشش کی مگر اُس بدروح کو نہ نکال سکے۔ اب آپ برائے خدا میری مدد فرمائیے اور اس آسیب کو دور کر دیجئے۔" آپ نے حواریوں کی ناکامی پر اظہار افسوس کرتے ہوئے انہیں ملامت کی اور کہا اے نالائقو! ضعیف الاعتقادو! اسقدر عرصہ سے میرے ساتھ رہتے ہو مگر ابھی تک اس قابل بھی نہیں ہوئے کہ ذرا سا آسیب دور کر دو، آخر میں کب تک تمہارے ساتھ رہونگا، مفارقت یقینی ہے۔ لاؤ وہ بچہ کہاں ہے" خیر وہ بچہ سامنے لایا گیا، اُس پر غشی کا عالم طاری تھا، آپ نے اسکے باپ سے پوچھا "کب سے یہ عارضہ لاحق ہے؟" اُس نے جواب دیا "بچپن سے" "سینکڑوں جتن کئے مگر کچھ فائدہ نہوا" آپ نے اُس بدروح سے کہا۔ فوراً اس بچے کے اندر سے باہر نکلجا اور آیندہ کبھی نہ آ"۔ بچہ دو ہی منٹ میں اچھا خاصہ ہو گیا۔ گویا کوئی تکلیف اُسے کبھی ہوئی ہی نہ تھی۔ اور اسکا باپ دعائیں دیتا ہوا چلا گیا۔

جب آپ مکان پر آئے تو حواریوں نے کہا "جناب! ہم اس آسیب کو کیوں نہ دفع کر سکے؟" آپنے فرمایا "بڑی طاقت کے آسیب، بہت عبادت اور ریاضت کے بعد دور کئے جا سکتے ہیں۔ اپنے اندر کافی ایمان اور روحانی قوت پیدا کرو۔ پھر یہ آسیب تو کیا چیز ہے اگر پہاڑ سے کہوگے تو وہ بھی اپنی جگہ سے ہٹجائیگا" یاد رکھو ایمان اور اعتقاد بڑی چیز ہے، اور تمہارا فرض اولین یہی ہے کہ اپنے اندر کامل ایقان اور ایمان پیدا کرو۔ آخر ایک نہ ایک دن میرے بعد تمہیں تبلیغ کے لئے مختلف ممالک میں جانا ہے۔ اُسکے لئے ابھی سے تیاری کرنی ضروری ہے۔

ان واقعات کے بعد آپ معہ حواریوں کے گلیل کے علاقہ میں ہوتے ہوئے کفرناحوم پہونچے۔ راہ میں آپ نے شاگردوں سے کہا "دیکھو اس بات کا کسی سے ذکر نہ کرنا جو میں تم کو آج بتاتا ہوں، وہ یہ کہ یہودی در پردہ میری جان کے لیوا ہو رہے ہیں اور عنقریب وہ مجھے قتل کرینگے، بلکہ صلیب دینگے اور بعد ازاں میں تیسرے دن قبر سے جی اٹھونگا۔"

پطرس نے کہا ہے ہے! خدانخواستہ آپ کیوں ایسی باتیں زبان سے نکالتے ہیں۔ خدا کرے آپ پر کوئی تکلیف واقع نہو۔" آپ نے پطرس کو سمجھایا کہ مقدس نوشتوں میں سب کچھ موجود ہے اور اس کے موافق عمل اور ظہور میں آنا ضروری ہے۔ مگر حواری لوگ آپ کے قول کا مطلب نہ سمجھے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ ایسے شخص کو کون گرفتار کر سکتا ہے (دیکھو انجیل مرقس ۹: ۳۳ تا ۵۰)

بزرگی کا معیار

غرض جب آپ کفرناحوم میں وارد ہوئے تو آپنے شب کے وقت حواریوں سے کہا "تم لوگ راستہ میں کس مسئلہ پر بحث کر رہے تھے؟" ان میں سے ایک نے کہا "جناب والا! ہم لوگوں میں اس امر پر بحث ہو رہی تھی کہ ہم سب حواریوں میں کون معزز ترین ہے؟" آپنے فرمایا "اگر تمھیں یہ بات معلوم کرنی ہو کہ تم میں سب سے بڑا کون ہے تو اسکا طریقہ مجھ سے پوچھو، جو سب کا خادم ہے اور اپنے آپ کو سب سے چھوٹا سمجھتا ہے وہی سب کا بڑا اور سب کا سردار ہے۔ یاد رکھو جو مقدم ہونے کی فکر میں لگا رہیگا وہ موخر کیا جائیگا۔ پھر آپ نے ایک چھوٹے بچے کو گود میں اٹھا کر فرمایا جب تک کوئی شخص اس چھوٹے بچہ کی طرح معصوم، راستباز، مومن اور سادہ دل نہو، وہ اس آسمان کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ کو عاجزی پسند ہے اور جب تک ہمارے اندر فروتنی، عاجزی، اور انکساری پیدا نہو، ہم ہرگز بزرگی حاصل نہیں کر سکتے۔ پس دیکھو کہ کون شخص تم میں سب سے زیادہ فروتن اور منکسر المزاج ہے، وہی سب سے بڑا ہے۔ نیز یہ بات بھی یاد رکھو کہ جو شخص میری خوشنودی حاصل کرنے

کے لئے کسی چھوٹے بچہ کو گود میں لیکر پیار کرتا ہے، وہ گویا مجھے پیار کرتا ہے۔ چھوٹے بچوں سے محبت کرو کیونکہ وہ پاک اور معصوم ہوتے ہیں، اور گناہ، جو خدا کو ناپسند ہے، ان سے دور ہوتا ہے۔

یحییٰ نے آپ کی خدمت میں عرض کی "اے جناب! ہم نے دیکھا کہ ایک شخص آپ کا نام لیکر آسیب وغیرہ دور کر رہا تھا۔ چونکہ وہ آپ کی جماعت میں داخل نہیں ہے اسلئے ہم نے اُسے منع کیا کہ وہ آپ کے نام سے یہ کام نہ کرے"۔ آپ یہ سُنکر فرمایا "ہرگز منع نہ کرنا چاہئے کیونکہ جو شخص میرا نام لیکر کوئی اہم کام سرانجام دیتا ہے وہ کبھی مجھکو کاذب یا مفتری خیال نہیں کر سکتا۔ اور جو شخص علانیہ میرے خلاف نہیں ہے وہ ایک رنگ میں میرے ساتھ ہی ہے۔

یاد رکھو جو شخص اس خیال سے کہ تم میرے نام لیوا ہو، ایک پیالہ ٹھنڈے پانی کا تمھیں پلائے، یقیناً وہ اس کا اجر عظیم پائیگا۔ اور جو شخص میرے پیروؤں کی ضلالت کا باعث ہوگا تو وہ اسقدر بڑا گناہ کریگا جسکی پاداش میں اُسکے گلے میں وزنی پتھر باندھکر بیچ سمندر میں غرق کر دو تو مناسب ہے۔

یاد رکھو اس دنیا میں قدم قدم پر آزمائش کا سامان موجود ہے۔ اور اسی لئے ارباب بینش کی نظر میں اسکی کوئی وقعت نہیں۔ اور آزمائشیں تو ضرور ہونگی مگر افسوس اُس شخص کے حال پر جو دنیاوی فریب کا شکار ہو جائے۔ جگہ جگہ بُرائی کا جال بچھا ہوا ہے لیکن افسوس اُس شخص کے حال پر جو اپنے بھائی کی ذلت کا موجب ہو اور اسکی گمراہی کا باعث ہو۔ میں تمھیں نصیحت کرتا ہوں کہ اگر تمھارا ہاتھ تمھیں بُرائی کی ترغیب دے تو اُسے کاٹ کر پھینکدو، کیونکہ بہشت میں کٹا ہوا ہاتھ لیکر جانا، دوزخ میں سالم جسم لیکر جانے سے بدرجہا بہتر ہے۔ اور اگر تمھاری آنکھ تمھیں بُرائی کی طرف لے جائے تو اُسے نکال کر پھینکدو، کیونکہ بہشت میں بغیر آنکھوں کے جانا، دوزخ میں آنکھوں سمیت جانے سے

بدرجہا بہتر ہے اُس دوزخ میں جسکی آگ بجھنے کا نام نہیں جانتی - یاد رکھو نمک اچھی چیز ہے، لیکن اگر نمک اپنا ذائقہ کھو دے تو پھر کسی مصرف کی چیز نہیں ہے -

غریب اور مسکین لوگوں کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھو - میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو فرشتے اُن پر معیّن ہیں وہ ہمیشہ خدا کی حضوری میں رہتے ہیں - ذرا اس بات پر غور کرو کہ اگر کسی کے پاس سو بھیڑیں ہوں اور ایک گم ہو جائے تو کیا وہ شخص ننانوے کو چھوڑ کر اُس ایک گم شدہ بھیڑ کی تلاش میں نہ جائیگا؟ اور کیا اُس گم شدہ بھیڑ کو حاصل کرنے کے بعد اُسے بے اندازہ خوشی حاصل نہ ہوگی؟ پس اسی طرح خدا بھی یہ نہیں چاہتا کہ اسکی مخلوق میں سے کوئی ادنیٰ ترین ہستی بھی ضائع یا گمراہ ہو جائے وہ سب کا خیال رکھتا ہے "

(دیکھو انجیل متی ۱۸: ۷ تا ۲۰)

تعلیم دربارۂ عفو

یاد رکھو کہ تم لوگ میرے شاگرد کہلاتے ہو تمہیں ایسی زندگی بسر کرنی چاہیئے کہ دوسروں کے لیے نمونہ قائم ہو جائے - ہر شخص کے ساتھ نرمی اور محبت سے پیش آؤ - اگر کوئی شخص تمہیں آزار پہونچائے یا تمہیں کسی سے کوئی شکایت ہو تو اُسے تنہائی میں سمجھاؤ، اور ملایم لہجہ میں اُسے اسکے قصور سے آگاہ کرو - اگر وہ اپنے قصور کا اعتراف کرے تو نہایت خوب ہے، لیکن اگر وہ تمھاری بات نہ سُنے تو چند شریف آدمیوں کو بیچ میں ڈالو اور ان کے ذریعہ اُسے سمجھاؤ، اگر اسپر بھی وہ نہ مانے تو علماء دین کے سامنے پیش کرو تاکہ وہ لوگ تمھارے حُسن عمل کے گواہ ہوں اور اُسے چار بھلے آدمیوں کے سامنے کچھ غیرت آئے - اور شاید مذہبی فیصلہ کے سامنے سر جھکائے، لیکن اگر وہ علماء کی بات بھی نہ مانے تو اُسے اسکے حال پر چھوڑ دو، لیکن تم اسکے ساتھ کسی قسم کی زیادتی مت کرو - خواہ لوگ تمھارے ساتھ لاکھ بدی کریں، مگر تم نیکی ہی کرو - اگر وہ اپنی بدی سے باز نہیں آتے تو تم اپنی نیکی سے کیوں باز آؤ -

پطرس نے کہا " اے مرشد! میں کتنی بار اپنے بھائی کا قصور معاف کروں؟"

آپ نے فرمایا سات بار۔ پھر فرمایا نہیں ستر بار۔ یاد رکھو تم خدا تعالیٰ کے برگزیدہ ہو، جو بات تم دنیا میں قائم کروگے وہی بات آسمان پر بھی قائم کی جائیگی جو کچھ تم منظور کروگے آسمان پر بھی منظور کیا جائیگا، جو تم ناپسند کروگے آسمان پر بھی ناپسند ہوگا۔ جہاں دو چار آدمی میرے نام پر یکجا ہونگے یاد رکھو میں اُن کے درمیان موجود ہونگا" یاد رکھو تم لوگوں کے لئے رحمت کا نمونہ ہو، لوگ تمھارے ساتھ بُرائی کریں تم اُن کے ساتھ بھلائی کرو۔ وہ قصور کریں تم معاف کرو۔

آسمان کی بادشاہت کی تمثیل

(دیکھو انجیل متی ۱۸/۲۱ تا ۳۵)

آسمان کی بادشاہت کی مثال

اُس بادشاہ کی سی ہے جس نے اپنے نوکروں سے حساب طلب کیا اور ایک نوکر ایسا اسکے سامنے پیش ہوا جسپر دس ہزار روپیہ آتا تھا۔ اور چونکہ وہ یہ رقم ادا نہیں کرسکتا تھا لہذا بادشاہ نے حکم دیا کہ اسکو معہ بیوی بچوں کے فروخت کردیا جائے اور اس طرح شاہی واجب الادا وصول کیا جائے"، یہ حکم سنکر نوکر اسکے قدموں پر گرا اور کہنے لگا" عالی جاہا! مجھپر رحم کیجئے اور کچھ دنوں کی مہلت دیجئے۔ میں آپ کا روپیہ ادا کردونگا" بادشاہ کو اُسپر ترس آیا اور اُسے معاف کردیا۔ خیر وہاں سے یہ نوکر واپس آیا اور ایک ساتھی ملازم سرکار سے کہا" تجھپر میرے سو روپئے آتے ہیں فوراً ادا کر"، اس نے عاجزی سے کہا" بھائی مجھے کچھ دنوں کی مہلت دو میں تمھارا مطالبہ پورا کردونگا" مگر اس نے اسکی منت سماجت پر مطلق دھیان نہ کیا اور اُسے قیدخانہ میں ڈلوادیا۔ جب دوسرے ملازموں کو اس بات کی خبر لگی تو انہیں بہت رنج ہوا اور انہوں نے بادشاہ سے یہ واقعہ بیان کیا۔ بادشاہ نے یہ سُنکر اُس ملازم کو اپنے سامنے بلاکر کہا" اے بدکار! میں نے تیری منت سماجت پر اسقدر کثیر رقم معاف کردی لیکن تو نے میرے طرز عمل سے کچھ سبق حاصل نہیں کیا اور اُس شخص کو قید کرادیا۔ لہذا تو اس قابل نہیں کہ تجھپر رحم کیا جائے"۔ یہ کہکر بادشاہ نے اُس کو

حبس دوام کی سزا دیدی۔ پس اسی طرح آسمانی باپ بھی تمھارے ساتھ سختی سے پیش آئیگا اگر تم اپنے بھائیوں کا قصور معاف نہ کروگے"۔

ہیکل کا چندہ ادا کرنا

(دیکھو انجیل متی ۱۷: ۲۴ تا ۲۷)

یہود میں یہ قاعدہ مقرر تھا کہ جب کوئی شخص بیس ۲۰ سال کا ہوجاتا تھا تو مردم شماری کے موقعہ پر اس سے نیم مثقال بطور چندہ لیا جاتا تھا اور یہ رقم ہیکل کے کاموں میں صرف کیجاتی تھی۔ اور جن اشیاء کی عبادت کے سلسلہ میں ضرورت ہوتی تھی وہ خریدی جاتی تھیں۔ پس اس دستور کے موافق، چندہ جمع کرنیوالے بطرس کے پاس آئے اور چندہ طلب کیا۔ اس جگہ اگر یہ سوال پیدا ہو کہ چندہ لینے کا یہ کونسا موقعہ تھا کیونکہ مردم شماری ہوچکی تھی تو اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسےٰؑ اکثر کفرناحوم سے غیر حاضر رہتے تھے اور یہ رقم اُن کے نام بقایا میں پڑی ہوئی تھی۔ لہذا اب وہ لوگ وصول کرنے آئے۔ بطرس نے جواب دیا "ابھی حاضر کرتا ہوں" یہ کہکر وہ حضرت عیسیٰؑ کی خدمت میں گیا۔ آپنے فرمایا اے بطرس! بادشاہ لوگ کس سے خراج لیتے ہیں؟ اپنوں سے یا غیروں سے؟ بطرس نے جواب دیا "غیروں سے" آپ نے فرمایا اگر یہ بات ہے تو ہم چندہ دینے سے بری الذمہ ہیں۔ پس اگر ہم دینگے تو اپنی خوشی سے۔ اچھا اسی دم جاؤ اور جھیل میں جال ڈالو، پہلی مچھلی جو پھنسے اسکے شکم کو چاک کرنا، ایک چاندی کا سکہ جو میرے اور تمھارے لیے کافی ہوگا، ملجائیگا وہ ان لوگوں کو دیدینا۔

اس بات سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ قومی روایات کا پاس کرتے تھے۔ یہود کی نیت تو یہ تھی کہ آپ حسب معمول چندہ دینے سے انکار کرینگے تو ہمیں لوگوں میں آپ کے خلاف سوظنی پھیلانے کا موقعہ ملیگا لیکن آپنے انہیں اس رنگ میں کامیاب نہونے دیا۔

خیمہ عید

(دیکھو انجیل یوحنا ۷: ۲ تا ۹)

یہود کا سب سے بڑا مذہبی تہوار عید خیمہ نزدیک آرہا تھا۔ اس موقعہ

پر آپ کے بھائیوں نے آپ سے کہا "مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس مذہبی اجتماع کے موقعہ پر بیت المقدس تشریف لیجائیں تاکہ لوگ آپ کے حیرت انگیز کاموں کو دیکھیں اور آپ کا نام چار دانگ عالم میں مشہور ہو جائے، وہاں تشریف لیجائیے جہاں تمام یہودی جمع ہونگے اور سب کے سامنے اپنے معجزوں کا اظہار کیجئے" آپ نے فرمایا "میں نہ تمہاری مرضی پر چلتا ہوں نہ اپنی مرضی پر، میں خدا تعالیٰ کے حکم کا تابع ہوں، جسوقت اُسکا حکم نازل ہوگا فوراً جاؤنگا۔ سردست یہیں ہوں"

گلیل میں رہتے ہوئے آپ کو سال بھر کا زمانہ بلکہ کچھ زیادہ گذر چکا تھا اور اس عرصہ میں آپ برابر تبلیغ حق میں مصروف رہے۔ خیر حضرت عیسٰی کے متعلقین تو بیت المقدس کے لئے روانہ ہو گئے مگر آپ وہیں رہ گئے لیکن جب عید میں دو تین دن باقی رہ گئے تو آپ نے شاگردوں سے کہا "میں بھی اس موقعہ پر بیت المقدس جاؤنگا، تم لوگ مجھ سے پیشتر روانہ ہو تاکہ راستہ میں انتظام سفر کر سکو اور خورد و نوش کا سامان بھی مہیا ہوتا رہے۔ اور آپ تن تنہا روانہ ہوئے۔

جب آپ سامریوں کے علاقہ میں سے گذر رہے تھے تو آپ کو دس جذامی ملے انھوں نے آپ کو دیکھکر دور ہی سے چلانا شروع کیا " اے آقا ہم پر رحم کیجئے"۔ آپنے اُن کے لئے دعا کی اور وہ لوگ اسی دم اچھے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا "جاؤ اور کاہنوں سے اپنی تندرستی کا حال بیان کرو" نو آدمی تو چلے گئے مگر ایک شخص آپ کے قدموں پر گر پڑا اور شکر گذاری کے طور پر آپ کو ہزاروں دعائیں دینے لگا۔ یہ شخص یہودی نہ تھا بلکہ سامری قوم سے تھا، آپ نے پوچھا " تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا" میں ایک غریب سامری ہوں" آپ نے کہا ٹھیک ہے جبھی تو تو میرے قدموں پر گر کر شکریہ ادا کر رہا ہے۔ آخر وہ نو آدمی بھی تو تیری طرح گرفتار بلا تھے لیکن وہ یہودی تھے، اُن کے دل سخت ہیں، جا، خدا تیرا بھلا کرے گا"

اسکے بعد راہ میں آپ کے حواری بھی آپ کو مل گئے اور ساتھ ساتھ چلنے لگے، تھوڑی دور چلکر ایک کاتب آپ کو ملا اور کہنے لگا "اے استاد! میں بھی آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں اور جہاں آپ جائینگے وہیں میں بھی جاؤنگا" آپ نے فرمایا "میرے ساتھ رہنا آسان نہیں ہے۔ ہوا کے پرندوں اور جنگل کے جانوروں کے پاس رہنے کی جگہ ہوتی ہے مگر میرے پاس سر چھپانے کی بھی جگہ نہیں ہے۔ میری شاگردی اختیار کرنا لوہے کے چنے چبانا ہیں، اگر تم ہر مصیبت کے لئے تیار ہو تو میری اطاعت کا نام لو ورنہ بیکار کیوں لہو لگا کے شہیدوں میں داخل ہوتے ہو؟" آپ نے ایک اور شخص کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا "تم میری شاگردی اختیار کرنا چاہتے ہو؟" اس نے جواب دیا "ہاں ضرور، مگر میں ذرا گھر والوں سے رخصت ہو لوں،، آپ نے کہا جو پیچھے مڑکر دیکھتا ہے میری شاگردی کے لائق نہیں ہے"

بیت المقدس میں داخل ہونا

(دیکھو انجیل یوحنا ۷: ۱ تا ۳۶)

یہودی لوگ جوق جوق ہر چہار طرف سے اس عظیم الشان مذہبی اجتماع میں شرکت کے لئے چلے آرہے تھے۔ یہ تہوار بنی اسرائیل کے بیابان میں سے گذرنے کی یادگار قایم رکھنے کے لئے شروع موسم سرما میں منایا جاتا تھا اور آٹھ دن تک جاری رہتا تھا۔ لوگ بیابانی بے سروپا اور مسافرت کی زندگی کی یاد تازہ کرنے کے لئے عموماً خیموں میں رہا کرتے تھے۔ ہر روز دس بیلوں کی قربانی ہوتی تھی اور صبح و شام توریت کا درس ہوتا تھا اور بڑی رونق رہا کرتی تھی۔ یہودیوں میں کم و بیش آپ کے کارناموں اور معجزات اور تعلیمات کا چرچا ہو چکا تھا۔ قرب و جوار کے علاقوں کے لوگ آپ کے نام اور کام دونوں سے واقف ہو گئے تھے۔ لہذا اکثر اوقات بیت المقدس میں آپ کے متعلق چہ میگوئیاں ہوتی تھیں۔ بعض آپ کے مداح پائے جاتے تھے۔ بعض آپ کے خلاف تھے بعض لوگ کہتے "یقیناً آپ راستباز اور مامور من اللہ ہیں۔"

بعض کہتے تھے "آپ دین موسوی میں رخنہ ڈال رہے ہیں اور قابل تعزیر ہیں"۔ الغرض جتنے منہ اتنی ہی باتیں تھیں۔ یہی چرچے ہو رہے تھے کہ آپ براہ راست ہیکل میں داخل ہوئے اور وہاں وعظ فرمایا۔ حاضرین اور علما یہود دونوں آپ کے حقائق و معارف سُنکر حیران رہ گئے، اور کہنے لگے "اس شخص نے یہ علوم کہاں اور کس سے سیکھے؟ ہماری درسگاہوں میں تو یہ شخص کبھی آیا نہیں پھر یہ رموز اور نکات اِسے کہاں سے حاصل ہوگئے؟ آپ نے اپنی فراست طبعی سے اُن کے خیالات کا اندازہ فرمایا اور یوں خطاب کیا "ہاں یہ سچ ہے کہ میں نے کسی مدرسہ میں تعلیم نہیں پائی اور کسی یہودی عالم کے سامنے زانوئے تلمذ تہ نہیں کیا لیکن جس ذات نے مجھے ہدایت اور تبلیغ حق کے لئے مامور کیا ہے اُسی پاک ذات نے مجھے یہ علوم سکھا دئے ہیں۔ اور تم میں جو شخص مخلص، جویائے حق اور راستباز ہے وہ ضرور دل میں مقر ہوگا کہ میری تعلیم زمینی نہیں بلکہ آسمانی ہے۔ ذاتی نہیں بلکہ الٰہی ہے۔ جو شخص اپنی طرف سے کچھ کہتا ہے وہ شہرت اور ناموری کا طالب ہوتا ہے۔ لیکن جو شخص خدا کی مرضی پر چلتا ہے اور اسکے حکم کے موافق کام کرتا ہے وہ حقیقی طور پر مامور من اللہ ہے، یہود کو حضرت موسیٰؑ نے شریعت دی جو انہیں بارگاہ ایزدی سے عطا ہوئی تھی لیکن تم میں سے کتنے اُن کی شرع پر عامل ہیں؟ اور اگر تم درحقیقت اُن کے متبع ہو تو پھر میرے درپئے آزار کس لئے ہو؟ یہود نے جواب دیا "آپ کو کسی نے مغالطہ دیا ہے۔ ہم تو آپ کے درپئے آزار نہیں ہیں" آپ نے فرمایا "میں نے تمہارے سامنے ایک اچھا کام کیا مگر تم اُس پر چراغ پا ہوگئے۔ حالانکہ تم لوگ خود سبت کے دن بہت سے کام کرتے ہو، کیا تم سبت کے دن ختنہ نہیں کرتے؟ تمہارے ہاں دستور ہے کہ آٹھویں دن بچہ کا ختنہ کیا جائے، لیکن ناممکن ہے کہ سنیچر کے دن ولادت نہو، پس سنیچر کے دن ختنہ بھی ہوا۔ تم خود سبت کے دن کام کرو تو کوئی حرج نہیں لیکن میں نے ایک شخص کا ہاتھ سبت کے دن اچھا کر دیا تو مجھ پر الزام لگانے لگے کہ سبت کے دن کام کیا۔ آخر یہ کونسا

انصاف ہے؟ حالانکہ دوسروں کی مدد کرنا ختنہ کرنے سے زیادہ مستحسن ہے پس اس طرز عمل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ تم لوگ ظاہر بین ہو لیکن حقیقت ظاہری نہیں بلکہ باطنی ہے۔" اس تقریر سے تمام مجمع پر سناٹا چھا گیا، کوئی شخص لب تک نہ ہلا سکا۔ پھر ادھر اُدھر سرگوشیاں شروع ہوئیں " یقیناً یہ وہی شخص ہے جسکے قتل کے منصوبے کئے جا رہے تھے لیکن عجیب معاملہ ہے یہ شخص علانیہ یہود کے عیوب اُن کے مُنہ پر بیان کر رہا ہے اور کسی شخص کو اتنی جرأت نہیں ہوتی کہ اسپر ہاتھ ڈال سکے یا اسکی بات کا جواب دے۔ شاید حکام وقت کو اس بات کا یقین ہو گیا ہے کہ یہ شخص مسیح موعود ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے مسیح موعود کے متعلق تو کسی کو بھی علم نہ ہوگا کہ وہ کہاں سے ظہور کریگا اور اسکا شجرۂ نسب کیا ہوگا اور اس شخص کے متعلق تو ہم سب کچھ جانتے ہیں کہ یہ کون ہے، کہاں سے آیا ہے، اور اسکے والدین کون ہیں۔" حضرت عیسیٰؑ نے اُن لوگوں کے خیالات اُن کے چہروں سے معلوم کر لئے اور اس طرح خطاب کیا " تمھارے علما نے تمھیں بتایا ہے کہ مسیح موعودؑ بیت اللحم میں پیدا ہوگا اور طفولیت میں غائب ہو جائیگا۔ اور پھر بالغ ہو کر یکایک تم میں ظاہر ہوگا اور کوئی نہ کہہ سکیگا کہ وہ کہاں سے آیا ہے۔ اسی لئے تم کہتے ہو کہ چونکہ اس شخص کے بارہ میں ہم جانتے ہیں کہ یہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے۔ لہذا یہ شخص مسیح موعود نہیں ہو سکتا مگر تمھیں مغالطہ دیا گیا ہے، تم نے مسیح موعودؑ کے متعلق غلط تصور اپنے ذہنوں میں قایم کیا ہے اور اسی لئے حقیقت تمھاری نظروں سے پوشیدہ ہے۔ تم خیال کرتے ہو کہ مجھ سے واقف ہو، مگر درحقیقت واقف نہیں ہو، لو سنو! میں دراصل مسیح موعودؑ ہوں۔ لیکن میں یہ دعویٰ اپنی طرف سے نہیں کرتا بلکہ اُس ہستی نے مجھے مامور اور مبعوث کیا ہے جسے تم اُس وقت تک صحیح طور پر نہیں جان سکتے جب تک اپنے دماغوں سے غلط عقائد دور کر کے مسیح موعود کے متعلق صحیح عقائد مجھ سے حاصل نہ کرو گے، اور جب تم مجھپر ایمان لاؤ گے تو تمھیں خدا تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوگی کیونکہ میرے بغیر تم خدا تک پہنچ ہی نہیں سکتے یقین

کرو کہ میں اُسی ہستی کا فرستادہ ہوں جسے رسول بھیجنے کی قوت اور قدرت حاصل ہے اور میں اُسے خوب جانتا ہوں کیونکہ اُس کا رسول ہوں"۔

آپ کی تقریر پر اُس روز کی عبادت ختم ہوئی اور مجمع منتشر ہونے لگا۔ اکثر لوگوں پر آپ کی تقریر کا بہت گہرا اثر ہوا اور انہیں یقین ہو گیا کہ آپ مسیح موعودؑ ہیں۔ لیکن یہود اور خصوصاً اُن کے علماء آپ کی باتوں سے بہت بگڑے۔ انھوں نے ہیکل کے سرداروں سے مشورہ کیا کہ آپ کو کس طرح گرفتار کیا جائے۔ بہت دیر تک اس مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو ہوتی رہی، مگر کوئی مفید نتیجہ برآمد نہوا۔ شدہ شدہ یہ خبر آپ کو بھی پہونچی کہ دشمنانِ خدا دشمنی کے سامان کر رہے ہیں۔ آپ نے شاگردوں سے فرمایا "اے عزیزو! اب جدائی کا زمانہ قریب آتا جاتا ہے۔ میں تھوڑے عرصہ بعد تم سے جدا ہونے والا ہوں اور وہاں چلا جاؤنگا جہاں سے آیا ہوں، تم لوگ مجھے ڈھونڈو گے مگر کہیں نہ پاؤ گے"۔

جب یہ بات یہود نے سُنی تو انھوں نے متعجب ہو کر کہا "بھلا یہ اور کہاں جائیگا؟ شاید یونان چلا جائے۔ وہ چونکہ آپ کے قتل کی فکر میں تھے اسلئے فکرمند تھے کہ مبادا ہمارے قبضہ سے نکل کر کسی محفوظ مقام پر پہونچ جائے۔

تہوار کی آخری تقریر

(دیکھو یوحنا ۷: ۳۷ تا ۵۳)

تہوار کے آخری دن، آپ پھر ہیکل میں تشریف لیگئے اور دورانِ وعظ میں فرمایا "جو شخص روحانیت کا متلاشی ہو یا صداقت کے لئے تشنہ ہو، میرے پاس آئے، میں اُسے آبِ حیات سے سیراب کروں اور وہ انشاءاللہ کبھی پیاسا نہوگا۔ اور جیسا کہ صحفِ سماوی میں مرقوم ہے، خود اس سے پانی کے چشمے بہ نکلینگے، اور وہ ایک عالم کو سیراب کریگا، اگر خدا سے ملنا چاہتے ہو تو میرے پاس آؤ۔ میرے بغیر خدا تک پہونچنا محال ہے، اُس نے مجھے اسی لئے مامور کیا ہے کہ لوگوں کو حقیقی عرفان عطا کروں"۔

آپ کی تقریر سُنکر بہتوں نے آپ کو مامور من اللہ تسلیم کیا اور اقرار کیا کہ یہ شخص واقعی نبی ہے، لیکن بعض لوگ کہنے لگے "کچھ ہو یہ شخص مسیح موعودؑ تو نہیں ہو سکتا، بھلا مسیح موعودؑ گلیل کے ایک حقیر اور گمنام گاؤں سے ظاہر ہوگا؟ وہ تو حضرت داؤدؑ کی نسل سے ہوگا اور بیت اللحم میں پیدا ہوگا۔ الغرض تمام مجمع دو حصوں میں منقسم ہوگیا بعض موافق، بعض مخالف۔ یہود نے جب یہ حالت دیکھی تو بے اختیار ہو گئے اور حکام شہر سے مل ملا کر چند سپاہی آپ کو گرفتار کرانے کے لئے معین کرائے۔ جب وہ سپاہی آپ کے پاس آئے تو موم ہو گئے۔ انہوں نے آپ کی باتیں بڑے غور سے سنیں اور دل میں معتقد ہو گئے۔ یہودی علماء نے اُن سے کہا "بھائیو! تم تو اس شخص کو گرفتار کرنے آئے تھے؟" انھوں نے کہا "ہاں مگر اس میں ہمیں کوئی بُرائی نظر نہیں آتی۔ ہماری رائے میں تو کسی نے آج تک ایسی دلپذیر باتیں ہمیں نہ سُنائی ہونگی۔ یہود نے کہا "معلوم ہوتا ہے کہ اس کا جادو تم پر بھی چل گیا۔ کیا تم اس شخص کو صادق تسلیم کرتے ہو؟ بھلا شہر کے علماء، فقہاء، رؤساء، حکام، شرفاء وغیرہ میں سے کوئی بھی اُس پر ایمان لایا ہے؟ ہاں چند احمق اور سادہ لوح آدمی ضرور اُس کے جال میں پھنس گئے ہیں۔

ان مفسدین نے خوب اچھی طرح ان سپاہیوں کو بہکایا اور سکھایا پڑھایا، اور شاید وہ لوگ آپ پر دست درازی کرتے بھی لیکن اس موقعہ پر نقودیمس جو خفیہ طور پر ایمان لا چکا تھا، درمیان میں بول اٹھا "اے دوستو! یہ بھی کوئی انصاف ہے کہ ایک شخص کو بلا کسی ارتکاب جرم کے گرفتار کرانا چاہتے ہو؟ اگر وہ مجرم ہے تو اُس پر فرد قرارداد جرم تو لگاؤ اور پہلے خود اُس سے گفتگو کرو، اور دیکھو کہ وہ کیا کہتا ہے"۔ یہودی بولے "جناب ہم تو تحقیق کر چکے کہ وہ کاذب ہے کیونکہ گلیل سے کوئی رسول مبعوث ہی نہ ہوگا" نقودیمس نے کہا "بہرحال جلدی کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا۔ جو کام کرو سوچ سمجھ کر کرو۔

ان باتوں سے ان لوگوں کا غصہ ذرا دھیما ہوا اور انہوں نے سمجھا کہ ابھی مخالفت

کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ شاید اسی طرح اور بھی طرفدار پیدا ہو جائیں تو کام بگڑ جائیگا۔ لہذا وہ لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے اور معاملہ عارضی طور پر رفت وگذشت ہوگیا۔ حضرت عیسیٰؑ چونکہ خلوت پسند تھے لہذا کوہ زیتون پر تشریف لیگئے اور رات وہاں بسر کی۔

ایک زانیہ کا آپ کے سامنے پیش ہوتا

(دیکھو یوحنا ۸ : ۲ تا ۱۱)

صبح ہوئی تو آپ پھر بیت المقدس میں تشریف لائے اگرچہ تہوار کل ختم ہوگیا تھا لیکن پھر بھی بہت سے لوگ موجود تھے۔ پس آپ نے مناسب سمجھا کہ وہاں جاکر تبلیغ کا فرض ایک دفعہ اور ادا کردیں۔ یہاں تشریف لائے تو یہودی علماء آپ کو دام تزویر میں پھانسنے کے لئے ایک نیا سامان لئے بیٹھے تھے۔ صورت یہ تھی کہ جب ہزاروں لاکھوں آدمیوں کا مجمع ہفتہ بھر تک ایک جگہ رہے اور پردہ مطلق نہو تو عورت اور مرد کے بے حجاب یکجا رہنے کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کمزور طبائع، شیطانی حرکات کا شکار ہوجاتی ہیں، چنانچہ لوگوں نے ایک عورت کو عین حالت زناکاری میں پکڑ لیا اور اُسے علماء کے پاس لائے۔ یہودی علماء تو رات دن اسی فکر میں رہتے تھے کہ کسی طرح آپ کو پبلک میں مطعون کرسکیں۔ لہذا وہ اس عورت کو آپ کے پاس لیگئے اور بہت ادب کے ساتھ گفتگو شروع کی" اے استاد! ہم نے اس عورت کو زنا کراتے ہوئے پکڑا ہے اب اسکی نسبت آپ کی کیا رائے ہے؟"

یہاں یہ بات غور طلب ہے کہ ان لوگوں کے اخلاق اسقدر گر چکے تھے کہ عموماً ان باتوں کی کچھ پرواہ نہیں کیجاتی تھی، اکثر اس قسم کے واقعات ہوتے رہتے تھے اور کسی کو توجہ نہوتی تھی۔ بیشک یہودی شریعت میں زانی اور زانیہ کی سزا سنگساری تھی لیکن عرصہ سے یہ سزا موقوف ہوچکی تھی۔ یہ تو بڑی بات ہے یہودی شریعت میں تو اگر خاوند کو بیوی پر زناکاری کا شبہ بھی ہوتا تھا تو وہ عورت ہیکل میں لائی جاتی تھی اور جیسا کہ گنتی کی کتاب ۵: ۱۴-۲۹ میں لکھا ہے عورت کو شرعی قسم مؤکد بالعذاب شدید، کاہن کے روبرو قربان گاہ کے سامنے

کھڑے ہو کر کھانی پڑتی تھی لیکن اب تو یہ طریقہ بھی قریب قریب معدوم ہو چکا تھا سنگساری کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ حضرت علیہ السلام نے سمجھ لیا ہوگا کہ یہودی عموماً زانیہ کو سنگسار نہیں کرتے پھر جو یہ لوگ اس عورت کو میرے پاس لائے ہیں تو ضرور اس میں کوئی مصلحت ہے۔ یہ لوگ اس گنہ گار شرمسار ننگے سر بال کھلے ہوئے پریشان حال عورت کو کشاں کشاں تشہیر کناں آپ کے پاس لائے، اُن کا منشا یہ تھا کہ شاید اس عورت کے ذریعہ آپ کو ستانے کا کوئی موقعہ ہاتھ آجائے۔ یہ لوگ آپ کی رحمدلی سے پورے طور پر واقف تھے اور خوب جانتے تھے کہ آپ سیاہ کار بدکردار لوگوں کے رفیق اور ہمدرد ہیں، شاید اس عورت کے ساتھ رحم کا برتاؤ کریں۔ اگر ایسا ہوا تو پھر آسانی شریعت موسوی کی خلاف ورزی کا الزام آپ پر لگ سکیگا۔ اور ہم عوام الناس کو آپ کے خلاف بھڑکا سکینگے اور لوگوں کے دلوں پر جو آپ کی اچھائی کا نقش قایم ہوگیا ہے وہ دور ہوجائے گا۔ ان خیالات سے یہ لوگ اس عورت کو آپ کے پاس لائے، آپ نے اُن کی بات سُن کر سر جھکا لیا اور انگلی سے زمین پر کچھ لکھنا شروع کیا۔ یہ بھی ایک رمز تھا جسکا مطلب یہ تھا کہ اگرچہ یہ فعل بُرا ہے لیکن گنہ گار انسان اگر سچے دل سے توبہ کرے تو اس کا اثر اس طرح مٹ سکتا ہے جسطرح ریت کا نقش لیکن یہود اسقدر نکتہ رس واقع نہ ہوئے تھے۔ وہ برابر آپ سے سوال کرتے رہے تو آپ نے سر اٹھایا اور ان شاندار الفاظ میں اپنا فیصلہ سُنایا:-

"یہ عورت اگر زنا کی مرتکب ہوئی ہے تو شریعت کی رو سے سنگسار کی جانی چاہیئے۔ اسے سنگسار کرو لیکن پہلا پتھر وہ مارے جو خود بیگناہ اور پاک ہو"

خدا جانے ان چند الفاظ میں کیا جادو تھا کہ جو شخص جس جگہ کھڑا تھا وہیں رہ گیا۔ کیونکہ وہاں ایک آدمی بھی ایسا نہ تھا جو اپنے آپ کو بے گناہ اور پاک سمجھتا ہو۔ حضرت کے اس فیصلہ نے سب کو حیران کردیا کہ فیصلہ شریعت کے موافق ہوا مگر سنگسار وہ کرے جو خود بیگناہ ہو، اور چونکہ کوئی بے گناہ نہیں ہے اسلئے سنگساری کے لئے ہاتھ کس کا اُٹھے۔

دشمنوں نے جال تو پورا بچھایا تھا مگر وہ خود ہی اس میں پھنس گئے اور حضرت کو حکمت الٰہی نے ان کے فریب سے بچالیا۔ آپ کا مختصر مگر عجیب فیصلہ سُنکر بڑے بڑے یہودی علماء جو مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے آئے تھے چپکے سے ایک ایک کر کے کھسک گئے اور ہیکل میں صرف دو آدمی رہ گئے ایک جج اور ایک ملزمہ۔ آپ نے اُس سے پوچھا "اے عورت! تیرے اوپر الزام لگانے والے کدھر چلے گئے، کسی نے بھی تیرے اوپر پتھر نہیں اٹھایا" اس نے جواب دیا "آقا! وہ سب رخصت ہو گئے" آپ نے فرمایا "تو بھی جا، میں تجھے معاف کرتا ہوں۔ اپنے گناہ پر نادم ہو، سچی توبہ کر اور آئندہ پاک زندگی اختیار کر، خدا غفور رحیم ہے، وہ تجھے معاف کردیگا، بیشک انسان کمزور ہے لیکن اگر وہ اپنی کمزوری پر سچے دل سے نادم ہو اور آئندہ اُس گناہ سے احتراز کرے تو خدا ضرور معاف کردیتا ہے۔ میں اسلئے تجھے معاف کرتا ہوں کہ تیرے بشرہ سے ندامت مترشح ہے، جس طرح وہ لوگ چلے گئے تو بھی بلا روک ٹوک جا سکتی تھی، لیکن تیرا ٹھہرنا اس امر کی دلیل ہے کہ تو شرمسار ہے اور اپنی غلطی پر نادم ہو رہی ہے" یہ سُنکر وہ عورت از سر نو زندہ ہو کر آپ سے رخصت ہو گئی۔

(دیکھو یوحنا ۸: ۱۲ تا ۵۹)

اتمام حجت اور مخالفین کے اعتراضات کا جواب

حضرت عیسٰی علیہ السلام جانتے تھے کہ دوبارہ اس موقعہ پر آپ لوگوں کے درمیان نہ ہونگے لہذا آپ اتمام حجت کے لئے بیتاب تھے۔ جب یہ واقعہ ختم ہو گیا تو آپ ہیکل سے نکلکر بیت المال میں آئے اور وہاں ایک اونچے مقام پر بیٹھکر وعظ کہنا شروع کیا۔ دوران وعظ میں آپ نے فرمایا "یاد رکھو خدا تعالیٰ جب اپنے کسی بندہ کو ہدایت کے لئے کھڑا کرتا ہے تو اُسے روحانی روشنی عطا فرماتا ہے اور جو شخص اسپر ایمان لاتا ہے وہ نبی اُس شخص کو روحانی اور آسمانی نور سے منور کردیتا ہے اور وہ نور اُس آدمی کے ساتھ ہمیشہ رہتا ہے مرنے کے بعد بھی۔ وہ کبھی تاریکی کا شکار نہیں ہوتا۔ اے لوگو! میں اس جہان کا نور ہوں، پس جو شخص نور کا

طالب ہو اُسے لازم ہے کہ میری پیروی کرے۔ یہودی علماء کب گوارا کر سکتے تھے کہ "کل کا بچہ" اُن کے وقار کو ٹھیس لگائے، لہٰذا جل کر بولے "اپنے منہ آپ میاں مٹھو بننے سے کیا فائدہ؟ کوئی دوسرا آپ کی صداقت پر گواہی دے تو بات ہے، آپ کی شہادت خود اپنے حق میں کیونکر مقبول ہو سکتی ہے۔" آپ نے فرمایا "تمھارا یہ خیال غلط ہے کہ میں جو دعویٰ کرتا ہوں اس میں میں اپنی بڑائی اور تعریف کرتا ہوں یا خود ہی مدعی ہوں اور خود ہی گواہ ہوں۔ ان دونوں باتوں میں سے کوئی بات بھی ٹھیک نہیں ہے، کیونکہ میں تو خدا کی پاک ذات کے ہاتھ میں آلۂ بیجان کی طرح ہوں، اور وہ جس بات کے کہنے کا حکم دیتا ہے وہی کہتا ہوں میں تو اُسی کا رسول ہوں، اپنی مرضی سے نہ کچھ کہہ سکتا ہوں نہ کر سکتا ہوں، میں اُس کے پاس سے آیا ہوں کیونکہ اُس نے مجھے تمھاری ہدایت کے لئے مبعوث کیا ہے اور پھر اُسی کے پاس چلا جاؤنگا۔ اگر تم لوگ اُس پاک ذات سے واقف ہوتے تو کبھی میرے متعلق ایسی بدگمانی نہ کرتے۔ بھلا غور تو کرو جبکہ تم نہ مجھ سے واقف ہو نہ میرے بھیجنے والے سے نہ تمھیں میرے مقصد سے آگاہی ہے نہ میرے حال سے تو پھر کس طرح تم میرے حق میں کوئی فیصلہ کر سکتے ہو۔ تم کو کیا حق حاصل ہے کہ مجھے مفتری علی اللہ اور کاذب کا خطاب دو۔ افسوس ہے کہ تم کو یہ بھی پتہ نہ چلا کہ میرا بھیجنے والا کون ہے، تعصب کی عینک اپنی آنکھوں پر لگا رکھی ہے پھر حقیقت حال بھلا تم پر کس طرح منکشف ہو سکتی ہے، تعصب اور خود بینی کی پٹی آنکھوں سے کھولو تب تمھیں معلوم ہوگا کہ میں کاذب ہوں یا صادق، تم تو ظاہر بینی کے مرض میں مبتلا ہو اور ظاہر بینی سے حقیقت حال عیاں ہو نہیں سکتی۔ میں فیصلہ صادر کرنے نہیں آیا، بلکہ عامۃ الناس کو نار دوزخ سے بچانے آیا ہوں اور میں تنہا نہیں ہوں۔ میرا آسمانی باپ جس نے مجھے بھیجا ہے میرے ساتھ ہے اور وہی میرے صدق مقال پر گواہ ہے اور اسکی گواہی کافی ہے۔" یہود نے کہا "جناب! آپ کا باپ کہاں ہے؟" آپ نے فرمایا "افسوس تو اسی بات کا ہے کہ نہ تم مجھکو جانتے ہو نہ میرے باپ کو، اگر تم مجھے شناخت

کر لیتے تو میرے باپ کی معرفت بھی تمہیں حاصل ہو جاتی **وہ صرف میرا باپ نہیں بلکہ سارے آدمیوں کا باپ ہے** ۔ لیکن وقت تو یہ ہے کہ تم عالم سفلی سے تعلق رکھتے ہو اور میں عالم علوی سے، تم مادیات میں الجھے ہوئے ہو۔ اور میں روحانیات کی گفتگو کرتا ہوں، تم دنیاوی خیالات میں مستغرق ہو اور میں روحانی خیالات میں مست ہوں۔ تم نے دنیا اور اس کی عارضی خوبیوں سے دل لگا رکھا ہے ، اور میں روحانی عالم میں رہتا ہوں"۔ یہود ایسے بچے نہ تھے کہ ان باتوں کو نہ سمجھتے لیکن تجاہل عارفانہ کے طور پر پوچھا "جناب آپ کون ہیں؟" مسیحؑ نے فرمایا "میں وہی ہوں جو تبلیغ کے پہلے دن تھا، آج کوئی قلب ماہیت نہیں ہو گئی۔ میں **مسیح موعود** ہوں جو تمہاری ہدایت کے لئے عین وقت پر خدا تعالیٰ کی منشار کے موافق ظاہر ہوا ہوں"۔ آپ کی تقریر بالکل صاف تھی لیکن آپ نے مزید صراحت کی "ہاں تم جانتے ہو کہ میں کون ہوں لیکن جب تم مجھے بلند کر دگے اُسوقت پتہ چل جائیگا کہ میں کون ہوں، اُسوقت تمھیں معلوم ہوگا کہ میں درحقیقت مسیح موعود ہوں اور اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا تھا بلکہ باپ کی مرضی کے موافق کام کرتا تھا، اور جس نے مجھے بھیجا ہے وہ میرے ساتھ ہے"۔

آپ کی تقریر اسقدر موثر تھی کہ اکثر اشخاص آپ پر ایمان لے آئے لیکن یہود تو آپ سے قلبی عداوت رکھتے تھے، وہ بھلا کب آپ کی بات پر کان دھرتے۔ اگر وہ آپ سے سوالات کرتے تھے تو اسلئے نہیں کہ انہیں احقاق حق اور ابطال باطل مدنظر تھا بلکہ محض اس لئے کہ کوئی بات ایسی مل جائے جس کی بنا پر آپ کے خلاف لوگوں میں شورش پھیلائیں۔

پھر آپ نے ان لوگوں کی طرف جو آپ کو راستباز یقین کرتے تھے خطاب کیا اور فرمایا "اگر میرے شاگرد بننا چاہتے ہو تو جو ایمان تمھارے دلوں میں اسوقت پیدا ہوا ہے اُسے مضبوط کرو اور اسکے موافق اعمال بجالاؤ کیونکہ وہی شخص میرا اُمتی

ہے جو میری اطاعت کرتا ہے، ورنہ مُنہ سے اقرار کر لینا کوئی تعریف کی بات نہیں۔
ایمان بغیر عمل ایک مُردہ شے ہے۔ اور جب تم میرے احکام پر پابندی کے ساتھ عمل
کرو گے تو تمھیں میری صداقت کا بھی پورا علم حاصل ہوجائیگا۔ اور اس صداقت کو معلوم
کرنے پر تمھیں **آزادی حاصل** ہوگی۔ "آزادی" سے آپ کی مراد گناہ سے آزادی تھی
لیکن جس طرح نقودیمس نئی پیدائش کا اور سامری عورت آبِ حیات کا اور حواری
لوگ 'خمیر' کا مطلب نہ سمجھ سکے اُسی طرح یہوداس آزادی کا صحیح مفہوم نہ سمجھ سکے۔
انہوں نے اس آزادی سے رومی حکومت سے آزادی سمجھ لی اور یہ خیال کر کے کہ آپ انکی
غلامانہ اور محکومانہ زندگی کی طرف اشارہ کر رہے ہیں ان کی غیرت قومی جوش میں آگئی
کیونکہ باوجود صدیوں کی غلامی کے وہ لوگ اپنے آپ کو آزاد، برگزیدہ اور معزز قوم
سمجھتے تھے۔ اور چونکہ رومی حکومت میں انہیں آزادئ رسوم و شعار مذہبی حاصل تھی
اور وہ اس آزادی کو حقیقی آزادی کا مرادف خیال کرتے ہوئے صبح کی دعا میں یہ بھی
کہا کرتے تھے "شکر ہے اُس خدا کا جس نے ہمیں آزاد قوم بنایا ہے" لہذا انھوں نے
بگڑ کہا "جناب! آزادی کے حصول سے آپ کی مراد کیا ہے؟ کیا ہم ابراہیمؑ کی اولاد
نہیں ہیں؟ کیا ہم اُس قوم میں سے نہیں ہیں جسے خدا نے تمام اقوام عالم پر سر
افرازی بخشی ہے؟ ہم تو کبھی کسی کے غلام ہو کر نہیں رہے، پھر آپ یہ کیا کہتے ہیں
کہ "تم آزاد ہو جاؤ گے"، حضرت مسیحؑ نے نہایت بشاشت کے ساتھ فرمایا "آؤ
میں تمھیں آزادی کے معنی سمجھا دوں، تاکہ تم لوگ میری بات کی اہمیت کا احساس
کر سکو، یاد رکھو جو شخص گناہ اور بدی کی زندگی بسر کرتا ہے وہ آزاد نہیں بلکہ غلام ہے
اب تم سوال کرو گے "کس کا غلام ہے؟" میں جواب دونگا "بدی اور گناہ کا"
جس طرح ایک غلام اپنے آقا کا ماتحت ہے اُسی طرح گناہگار آدمی گناہ کا ماتحت ہے
آزادی سے میری مراد روحانی آزادی ہے، گناہ سے آزادی ہے، حقیقی آزاد

وہی شخص ہے جو گناہ سے آزاد ہے اور میری خواہش یہ ہے کہ تمھیں حقیقی روحانی آزادی حاصل ہو۔ جسمانی آزادی بے حقیقت شے ہے۔

یاد رکھو بیٹے اور غلام میں بڑا فرق ہے، بیٹا گھر کا مالک ہوتا ہے، باپ کے بعد اسکی جائداد کا وارث ہوتا ہے، لیکن غلام کو یہ بات نصیب نہیں۔ تم اگر گناہ میں آلودہ ہو تو خدا کے گھر میں بیٹے کی حیثیت سے نہیں ہو بلکہ غلام کی حیثیت سے ہو اور غلام کی کوئی وقعت نہیں، اس کا آقا جب چاہے اُسے گھر سے نکال سکتا ہے، جسکے ہاتھ چاہے فروخت کرسکتا ہے غلام کا اُس پر یا جائداد پر کوئی حق نہیں ہے اور واضح ہو کہ خدا غلاموں کے ساتھ اُن کے ساتھ جو گناہ کے غلام ہیں، بیٹوں کا سا سلوک روا نہ رکھیگا پس اگر حقیقی آزادی کے طلبگار ہو تو میری غلامی اختیار کرو۔ میری غلامی میں آتے ہی آزادی سے ہمکنار ہو جاؤ گے۔ ہاں میں جانتا ہوں کہ تم ابراہیمؑ کی اولاد ہو۔ باینہمہ میرے قتل کرنے کے منصوبے کر رہے ہو، اور اسکی وجہ محض یہی ہے کہ میری حقیقت تم پر منکشف نہیں ہوئی۔ نہ میری تعلیمات پر تم نے دل سے توجہ کی۔ میں وہ کہتا ہوں جو میں نے اپنے باپ سے سیکھا، تم وہ کرتے ہو جو تم نے اپنے باپ سے سیکھا میرا کام تو ہدایت ہے اور وہ منجانب اللہ ہے اور تمھارا کام تردید و تکذیب ہے اور وہ تمھارے قومی اور مذہبی لیڈروں کی تعلیم کا نتیجہ ہے۔" لوگوں نے کہا جناب، سوائے ابراہیمؑ کے اور کوئی ہمارا لیڈر نہیں ہے اور سوائے اُن کے اور کوئی ہمارا باپ نہیں ہے۔" آپ نے جواب دیا "اگر تم سچ مچ ابراہیمؑ کے جانشین اور صحیح معنوں میں اُن کے بیٹے ہوتے تو کبھی میرے درپے آزار نہ ہوتے۔ وہ تو بڑے خداشناس اور دیندار تھے۔ تم میں بھی دینداری اور خداشناسی موجود ہوتی۔ حضرت ابراہیمؑ اگر موجود ہوتے تو کبھی میری تکذیب نہ کرتے۔ تم اُنکی اولاد ہوتے تو اُن کے سے کام کرتے، مگر تم تو اُن کے سے کام نہیں کرتے پس کس طرح اُنکے بیٹے ہونے کا دعویٰ کرتے ہو؟" انھوں نے جواب دیا "جناب ہم ولدالزنا نہیں ہیں (دشمنوں نے اس لفظ میں حضرت مسیحؑ کی پیدائش پر الزامی اشارہ کیا تھا) ہمارا ایک باپ ہے یعنی خدا۔"

آپ نے کہا اگر خدا تمہارا باپ ہوتا تو یقیناً تم لوگ مجھے پیار کرتے، میری اطاعت کرتے،
کیونکہ میں اسی کا رسول ہوں لیکن تم تو مجھے رد کرتے ہو، میری تکذیب کرتے ہو پھر میں کیسے
یقین کروں کہ تم خدا کے فرزند ہو؟ تمہارے اعمال و افعال سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ تم شیطان
کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہو اور اسی کا حکم مانتے ہو اور شیطان کو صداقت سے اتنا ہی
بُعد ہے جتنا مشرق کو مغرب سے، یا نور کو ظلمت سے۔ جب کوئی شخص صداقت کی مخالفت
کرتا ہے تو وہ بمنزلہ شیطان کے بیٹے کے ہوتا ہے۔ اب تمہارا حال کیا ہے؟ تمہارا رجحان
طبع کیا ہے؟ تم بھی تو صداقت سے اعراض کرتے ہو اور ناراستی کی طرف جا رہے ہو! اب
خود ہی سوچو کہ تم کس کے فرزند ہو؟ خدا کے یا شیطان کے۔ جو آدمی خدا کا فرزند ہے اس کی
شناخت یہ ہے کہ وہ دل و جان سے خدا کے احکام پر عامل ہوتا ہے لیکن تم لوگ عمل تو کجا،
اسکے احکام کو قبول بھی نہیں کرتے، پس تم کس طرح اس کے فرزند ہو سکتے ہو؟ یہود کو ان کھری
کھری باتوں کے سننے سے بہت تاؤ آیا، اور وہ جل کر کہنے لگے "کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ
آپ اپنی قوم کے افراد کے حق میں ایسی ایسی باتیں زبان سے نکالتے ہیں، یہودی قوم کی
ذرہ بھر عزت آپ کے دل میں نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ لوگ آپ کو سامری کہتے ہیں۔
(جس شخص کو یہودی انتہا درجہ کا ذلیل سمجھتے تھے اُسے سامری کہتے تھے جس طرح برہمن کے مقابلہ
میں بھنگی یا چمار وغیرہ) معلوم ہوتا ہے کہ آپ سمجھدار انسان نہیں ہیں بلکہ آسیب زدہ یا مجنون
و مسحور ہیں۔" آپ نے فرمایا "میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ نہ میں مسحور ہوں نہ مجنون بلکہ خدا کا
رسول ہوں اور اسکی پاک مرضی کے مطابق کام کرتا ہوں، میں تمہاری تذلیل کرتا ہوں؟
ہرگز نہیں۔ اپنے گریبان میں منہ ڈالکر دیکھو تو معلوم ہو کہ کون کس کی توہین پر کمر بستہ ہے۔
میں کہتا ہوں کہ تم اور تمہاری قوم میری توہین و تذلیل کر رہی ہے۔ اور میری توہین یہ ہے کہ
مجھے اپنے دعاوی میں کاذب گردانتی ہے۔ ہاں تم مجھے ذلیل کرتے ہو اور اپنی عاقبت خراب
کرتے ہو۔ میں نے جو کچھ کہا ہے وہ تجربہ کی بنا پر کہا ہے۔ سُنی سنائی بات نہیں ہے۔ تمہارا

روزمرہ کا طرزِ عمل مجھے مجبور کرتا ہے کہ میں اُس سے یہی نتیجہ نکالوں، حالانکہ میں جو کچھ کہتا ہوں تمھارے ہی فائدہ کے لئے ہے۔ جو شخص میری بات سُنے گا اور اُس پر عمل کریگا وہ یقیناً حیاتِ ابدی کا وارث ہوگا، اور اُسے کبھی موت نہ آئیگی "۔ یہود نے کہا " بیشک اب ہمیں یقین ہوگیا کہ آپ مخبوط الحواس ہیں کیونکہ ابوالانبیاء حضرت ابراہیم ؑ وفات پاگئے، حضرت موسیٰ ؑ وفات پاگئے، لیکن آپ کہتے ہیں کہ جو شخص میرے احکام پر عمل کریگا وہ کبھی نہ مرے گا کیا آپ ہمارے باپ ابراہیم ؑ سے بھی رتبہ میں زیادہ ہیں؟ آپ نے فرمایا " اگر میں ایسے الفاظ استعمال کرتا ہوں جن سے میری تعریف ظاہر ہوتی ہے تو وہ دراصل میری تعریف نہیں بلکہ میرے بھیجنے والے کی تعریف ہے۔ اِن الفاظ سے میری عظمت کا اظہار نہیں ہوتا بلکہ میرے بھیجنے والے کی عظمت کا اظہار ہوتا ہے۔ اور اصلی بات یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے مجھے معزز فرمایا ہے اور بزرگی عطا فرمائی ہے تو اپنی پوزیشن کا اظہار فخریہ نہیں بلکہ شکر گزاری کے طور پر ہے، وہ ذات جسے تم خدا کہتے ہو میری عظمت و عزت کرتی ہے لیکن افسوس کہ تم نے اُسے نہ پہچانا اور میں اُسے پہچانتا ہوں۔ اگر میں انکار کروں تو دروغگو ٹھہرونگا۔ تمھارے باپ ابراہیم ؑ نے بھی مجھ پر فخر کیا ہے اور میری تعریف کی ہے "۔

یہودیوں کو اس فقرہ سے بہت غصہ آیا اور انھوں نے کہا " اے شخص تو گردن زدنی ہے جو اپنے آپ کو ہمارے باپ ابراہیم ؑ سے بھی بزرگتر قرار دیتا ہے " یہ کہکر انھوں نے ارد گرد سے پتھر اٹھائے کہ آپ پر برسائیں۔ آپ نے دیکھا کہ دشمن درپے آزار ہیں تو آپ اپنے آدمیوں کی بھیڑ میں چھپ گئے اور غول میں مل کر وہاں سے چلے آئے۔

۲۹ پیریا کے علاقہ میں تبلیغ کرنا

(دیکھو لوقا ۱۰ ، ۱۱ تا ۱۶)

مصلحت اور دور اندیشی، دونوں کا تقاضا یہی تھا کہ آپ کچھ عرصہ کے لئے دائرہ مخالفت سے دور چلے جائیں، چنانچہ آپ بیت المقدس سے یہودیا کے علاقہ میں چلے گئے جو دریائے یردن کے اُس پار واقع

ہے۔ آپ نے دیکھا کہ گذشتہ قیام بیت المقدس کے زمانہ میں، اکثر سعید ارواح آپ پر
ایمان لائی تھیں۔ لہذا ضروری معلوم ہوا کہ ایک جماعت اُن کے علاقہ میں دورہ کرے اور اُنکے
ایمان کو مضبوط کرے اور تلقین عقائد کا اہم فرض انجام دے۔ اب یہ کام ایک دو آدمیوں
سے تو ہو نہیں سکتا تھا پس آپ نے اپنے خاص مریدوں اور شاگردوں میں سے ستر
اصحاب اس تبلیغی دورہ کے لئے منتخب کئے اور اُن سے یوں خطاب کیا "دوستو! کام بہت
ہے مگر کام کرنیوالے تھوڑے ہیں۔ خدا تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ ایک بڑی جماعت ایسے پاک
لوگوں کی پیدا کر دے جو اپنی زندگیاں اعلائے کلمۃ الحق کے لئے وقف کر دیں۔ اب تمہارا کام
یہ ہے کہ جو لوگ حال میں ایمان لائے ہیں اُن میں تبلیغ و تلقین کرو۔ اور اُن کے ایمانوں کو
مضبوط کرو نیکی اور تقویٰ کی تعلیم دو تاکہ وہ آزمائشوں سے محفوظ رہیں۔ دیکھو تم لوگ بہت
ہوشیار رہنا کیونکہ بھیڑیوں کے درمیان جا رہے ہو اور سوائے خدا کے تمہارے پاس
اور کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ خدا پر بھروسہ کرو۔ اپنے ساتھ کوئی تھیلی یا تھیلا یا صندوق یا
بوٹ اور موزہ مت رکھو۔ راستہ میں کسی آدمی سے بات نہ کرو اور جس مکان میں داخل
ہو اُسکے باشندوں پر بآواز بلند سلامتی بھیجو یعنی سلام علیکم کہو اور اُس مکان اور
رہنے والوں کے لئے حفاظت اور صحت کی دعا کرو۔ اگر اُس گھر کے لوگ متقی اور مومن ہیں
تو تمہارا سلام اُن کے پاس پہونچ جائیگا اور اگر وہ لوگ مخالف اور معاند ہیں تو تمہارا
سلام تمہارے پاس واپس آجائیگا۔ بہرصورت تمہیں سلام کرنا لازم ہے۔ اگر وہ لوگ تمہاری
خاطر تواضع کریں تو اُن کے پاس قیام کرو۔ انہیں دین حقہ کی تبلیغ کرو۔ اُن کے ساتھ کھاؤ پیو
اُن کے بیماروں کو اچھا کرو۔ اُن کے ساتھ ہر طرح سے ہمدردی کرو۔ اور اپنے طرز عمل سے یہ بات
اُن کے دلوں میں جما دو کہ تم خدا تعالیٰ کے برگزیدہ ہو اور آسمانی بادشاہت کے وارث ہو۔
اگر کسی شہر کے لوگ تمہاری مخالفت پر کمربستہ ہو جائیں تو تم صلح اور آشتی کو کام میں لاؤ
اُن لوگوں سے کوئی غرض یا مطلب نہ رکھو اور جہانتک جلد ممکن ہو خاموشی کے ساتھ اُنکے

شہر سے چلے جاؤ اور اگر اُن کے شہر کی گرد تمہارے قدموں کو لگ گئی ہو تو اُسے وہیں جھاڑ دو۔ یعنی جو رنج یا تکلیف تمہیں اُن سے پہونچے اسکا خیال وہیں چھوڑ دو۔ اپنے دل میں اس کا مطلق احساس مت کرو کہ انھوں نے تمہارے ساتھ کیا کیا۔ جو بُرا سلوک انھوں نے تمہارے ساتھ کیا ہے اُسے اپنے دل سے قطعاً محو کر دو۔ لیکن جاتے ہوئے اپنا تبلیغی فرض ادا کرتے جاؤ۔ یعنی اُن لوگوں کے کانوں میں یہ بات ڈالدو کہ آسمانی بادشاہت اس دنیا میں قائم ہو چکی ہے اور موقعہ ہے کہ لوگ اپنے سابقہ گناہوں سے توبہ کر کے اُس میں داخل ہوں، غضب الٰہی سے بچیں اور حیات سرمدی کے وارث بنجائیں یقین رکھو کہ منکرین کو کبھی فلاح نصیب نہیں ہو سکتی۔ خدا خود اُن کو اس نافرمانی کا مزہ چکھائیگا لیکن تمہارا کام یہ نہیں کہ کسی کو بُرا بھلا کہو، یا لڑائی جھگڑا کرو۔ تم صرف اپنا فرض منصبی ادا کرو اور انجام خدا کے ہاتھ میں سونپ دو۔ وہ دانا اور بینا ہے۔

یاد رکھو کہ جو تمہیں قبول کرتا ہے وہ مجھے قبول کرتا ہے اور جو مجھے قبول کرتا ہے وہ میرے بھیجنے والے کو قبول کرتا ہے اور جو اُسے قبول کرتا ہے وہ حیات ابدی اور نجات سرمدی حاصل کرتا ہے۔ اور جو شخص تمہیں رد کرتا ہے وہ مجھے رد کرتا ہے۔ اور جو مجھے رد کرتا ہے وہ خدا کا انکار کرتا ہے۔ مجھے بہت صدا اور قرازین کے باشندوں کی شقاوت قلبی پر افسوس آتا ہے کہ یہ لوگ کھلی کھلی نشانیوں کا انکار کرتے ہیں۔ جو عظیم الشان نشان میرے ہاتھ پر ان لوگوں کے لئے ظاہر ہوئے۔ اگر وہ صدوم اور عموره کے باشندوں کے لئے ظاہر ہوتے تو وہ مجھ پر ایمان لے آتے لیکن یہ لوگ تو انتہائی درجہ کے ناحق شناس اور کور باطن واقع ہوئے ہیں لیکن یاد رکھو کہ ان کے ساتھ صدوم اور عموره کے باشندوں سے بھی بدتر سلوک کیا جائیگا۔

(دیکھو لوقا ۱۰: ۱۷ تا ۲۳)

شاگردوں کی واپسی

الغرض حواری آپ کی بیش قیمت نصایح سے

مالا مال ہو کر تبلیغ کے لئے نکلے اور کچھ عرصہ بعد آپ کی خدمت میں واپس آئے تو بڑی خوشی کے لہجہ میں کہنے لگے "اے آقا! ہم لوگوں نے ہر جگہ آسیب اور بد روحوں پر آپ کی دعا سے فتح پائی، اور کئی جگہ معجزات ظہور میں آئے، اور خوب تبلیغ دین کی" آپ نے فرمایا "تم خدا تعالیٰ کے برگزیدہ ہو، وہ تم کو اس سے بھی زیادہ برکت اور قوت عطا کریگا۔ اور تم سانپوں اور بچھوؤں کو اپنے قدموں تلے روند سکوگے یعنی خدا شریر النفس لوگوں پر تمھیں غلبہ عطا کریگا۔ لیکن اس بات پر فخر مت کرو کہ بد ارواح تمھارے تابع ہیں بلکہ اس بات پر فخر کرو کہ آسمان پر تمھارا نام سنہری حرفوں سے لکھا جائیگا یعنی خدا تعالیٰ کی مرضی کے مطابق کام کرو اور اسکے دین کی نصرت کرو۔ اور خدمت دینِ الٰہی اور تبلیغ مذہب حقہ ہی تمھارے لئے فخر و مباہات کا باعث ہونا چاہیئے۔

حضرت مسیح کا خدا کی حمد کرنا

(دیکھو لوقا ۱۰: ۲ تا ۲۳)

اسکے بعد حضرت عیسیٰ نے اس بات کو محسوس کیا کہ یہ جاہل اور امی لوگ جنھوں نے نہ کسی مدرسہ میں تعلیم پائی نہ یونانی فلسفہ و حکمت میں مہارت حاصل کی، نہ یہودی علمار کی طرح روایات و احادیث کا دفتر نوک زبان کیا، خدا کے پاک دین کے مبلغ اور میرے انصار ہوگئے اور انھوں نے دین حق کی روشنی دنیا میں پھیلانی شروع کردی تو آپ کا دل شکر گزاری کے جذبات سے معمور ہو گیا اور سجدہ میں سر جھکا کر عرض کیا: "اے رحیم خدا! کس زبان سے تیری مہربانیوں کا شکریہ ادا ہو سکے؟ تو نے آسمانی علوم کو بڑے بڑے لوگوں سے پوشیدہ رکھا مگر ان بچوں کو تلقین فرما دئے، تو جو چاہتا ہے سو کرتا ہے اور جو تو کرتا ہے وہی پسندیدہ اور محبوب ہے۔ شکر ہے تیرا اُن تمام نعمار کے لئے جو تو نے مجھ عاجز بندہ پر ارزانی فرمائیں" اس کے بعد آپ نے

سجدہ سے سر اٹھایا اور حواریوں کو دعائے خیر دی اور ان شہروں کے باشندوں کی روحانی کمزوری پر اظہار افسوس کیا جنھوں نے آپ کو رد کیا تھا۔

حقیقی ہمسایہ

(دیکھو لوقا ۱۰: ۲۵ تا ۳۷)

جب آپ بیت المقدس کے قرب و جوار میں تبلیغ کر رہے تھے تو ایک مقام پر آپ کا گذر ہوا جہاں ایک یہودی عالم چند نوجوانوں کو مذہبی تعلیم دے رہا تھا جب اُس نے آپ کو جاتے ہوئے دیکھا تو عزر کی راہ سے آپ کو اپنی طرف مخاطب کیا :۔

"اے استاد! ابدی زندگی حاصل کرنے کے لئے انسان کو کیا کرنا چاہیئے" اگرچہ وہ جواب جو یہودی علماء کی طرف سے ملیگا مجھے معلوم ہے لیکن میں آپ کی زبان سے اس سوال کا جواب باصواب سُننا چاہتا ہوں" آپ نے فرمایا "تمھیں معلوم ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس سوال کا کیا جواب دیا ہے؟ کیونکہ خدا تعالیٰ سے بڑھکر کوئی شخص علیم و حکیم نہیں ہے اور اُس نے جو جواب دیا ہے اس سے بہتر جواب کوئی شخص نہیں دے سکتا" اُس یہودی عالم نے فوراً وہ آیت پڑھی جو ہر یہودی صبح اور شام کی نمازوں میں پڑھتا ہے۔ اور وہ آیت یہ ہے :۔

"سنو! اے بنی اسرائیل! خداوند تعالیٰ ہمارا خدا واحد مطلق اور واحد حقیقی ہے اور تم اپنے خدا کو اپنی ساری قوت اور ساری محبت اور ساری توجہ اور ساری کوشش سے پیار کرو اور اسکے احکام کو بدل و جان قبول کرو اور اپنے پڑوسی کو اپنی برابر پیار کرو" آپ نے فرمایا تو بالکل سچ کہتا ہے۔ اس حکم پر عمل کر، یقیناً حیاتِ ابدی حاصل ہوگی" لیکن یہودی عالم کی اس مختصر جواب سے تسلی نہ ہوئی اس نے پھر سوال کیا "جناب! یہ فرمائیے کہ کون شخص میرا ہمسایہ کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے؟" آپ نے حسب عادت اس سوال کا جواب تمثیلی رنگ میں دیا" فرض کرو ایک آدمی یہاں سے جیریکو جا رہا تھا۔ راستہ میں اُسے چوروں نے لوٹ لیا۔ سارا مال و متاع چھین لیا اور اُسے ادھ مُوا کر کے راستہ میں ڈالکر چلے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک یہودی عالم مثلاً فریسی کا ادھر سے گذر ہوا اور اس بیکس کو

نیچاں راہ میں پڑا دیکھا لیکن ذرا بھی اسکے حالِ زار پر ترس نہ کھایا اور چپ چاپ کن انکھیوں سے دیکھتا ہوا چلا گیا، اسکے بعد دوسرے عالم مثلاً فقیہی کا ادھر سے گذر ہوا، اُس نے بھی اس بیچارے کو اس خستہ حالی میں پڑا ہوا دیکھا مگر اسکا دل بالکل نہ پسیجا اور اس خیال سے مبادا اُسے کوئی گزند پہونچ جائے، لمبے لمبے قدم اٹھا کر وہاں سے گذر گیا اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ پھر ان کے بعد ایک اچھوت یعنی سامری آدمی کا ادھر سے گذر ہوا، اور جب اُس نے اس بیکس مسافر کو اس کس مپرسی کے عالم میں سرِ راہ پڑا دیکھا تو اس کا دل بھر آیا، اور وہیں اس مفلوک الحال مسافر کے قریب بیٹھ گیا اور اسکے درد کا درمان سوچنے لگا، تھوڑی دیر بعد ایک دیہقانی گدھے پر سوار آ رہا تھا، اس شخص نے اُس دہقانی کی منت سماجت کی اور وہ گدھا عاریتاً لیا اور اس خستہ حال کو اپنے گھر لے گیا اور پوری توجہ سے تیمارداری کی، اور رات دن خدمت میں مصروف رہا اور جب دو دن کے بعد اپنے کسی ضروری کام پر جانے لگا تو گھر والوں سے کہہ گیا کہ اس غریب آدمی کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پاوے اب تم بتاؤ کہ ان لوگوں میں، اسکا اصلی ہمسایہ کون تھا؟ اُس یہودی نے کہا "جناب! اصلی ہمسایہ وہ شخص تھا جس نے اسکی دستگیری کی، تیمارداری کی اور غمخواری کی" آپ نے فرمایا "ہاں تم ٹھیک کہتے ہو، لیں تم بھی اُس سامری مرد کی طرح دوسروں کے ساتھ ہمدردی کرو" یہ پتے کی بات سُنکر بیچارہ یہودی عالم چُپ ہو گیا اور ایک لفظ نہ بول سکا اور حضرت مسیحؑ نے یہ معلوم کر کے کہ اب وہ مزید سوالات نہیں کرنے چاہتا، اپنی راہ لی۔

لازرس کا خاندان

(دیکھو لوقا ۱۰: ۳۸ تا ۴۲)

یہودیہ کے علاقہ میں ایک گانوں تھا جس کا نام بیت عینا تھا۔ یہ گانوں کوہِ زیتون کے شرقی جانب واقع تھا، اور یہاں ایک خاندان رہتا تھا جو آپ کا بہت معتقد تھا۔ اور غالباً شروع زمانۂ تبلیغ میں آپ پر ایمان لایا تھا یہ خاندان تین افراد پر مشتمل تھا، دو بہنیں اور ایک بھائی۔ بہنوں کے نام مارتھا اور مریم

بھائی کا نام لعزر یا لعزریس یا لازریس تھا۔ ان تینوں میں مریم آپ سے بہت زیادہ اُنس کرتی تھی۔ اور اُسے کوئی بات اس سے زیادہ خوش آئیند نہ تھی کہ وہ سب کام کاج چھوڑ کر آپ کے قدموں میں بیٹھی ہوئی دینداری اور پاکیزگی کا سبق پڑھتی رہے۔ مارتھا کو مریم کے اس طرز عمل سے شکایت کا موقعہ پیدا ہوا۔ اور وہ آپ سے کہنے لگی "جناب! آپ کیوں نہیں مریم کو ہدایت کرتے کہ وہ گھر کے کام کاج میں میرا ہاتھ بٹائے۔ میں اکیلی کام کرتے کرتے تھک جاتی ہوں اور وہ آپ کے پاس بیٹھی ہوئی باتیں سنتی رہتی ہے" آپ نے مسکرا کر مارتھا سے فرمایا "اے مارتھا! میری ضروریات بہت ہی مختصر ہیں۔ تمھیں میری وجہ سے کوئی تکلیف نہیں کرنی چاہیئے۔ علاوہ بریں مریم نے بہتر شئے منتخب کرلی تھیں گھر کے کام کی فکر ہے اور مریم کو خدا تعالیٰ سے ملنے کی فکر ہے۔ اور میری رائے میں اُسکی فکر تمھاری فکر سے زیادہ اچھی اور مفید اور اہم ہے۔ پس تم اُسے اُسکے حال پر چھوڑ دو۔ اُسکا جی آسمانی بادشاہت کے متعلق گفت وشنید میں لگتا ہے لہذا کیا ضرور کہ وہ دنیا میں گرفتار ہو۔

سبت کے دن بالیں توڑنا

ایک دن آپ معہ حواریوں کے صبح صبح جنگل کی طرف نکل گئے، سبت کا دن تھا، ہر شخص کام کاج چھوڑے ہوئے آرام کر رہا تھا۔ حواریوں کو بھوک لگی تو انھوں نے کسی کھیت میں سے اناج کی بالیں توڑلیں اور ہاتھوں میں مل کر دانے نکال کر کھانے لگے۔ فریسی اور فقیہ تو ایسے موقعوں کی تاک ہی میں لگے رہتے تھے فوراً حضرت مسیحؑ کے پاس آکر کہنے لگے "جناب! آپ نے اپنے شاگردوں کو خوب سبق دیا ہے کہ ہمارا نہیہ سبت کی بے حرمتی کرتے ہیں۔ کیا انھیں یہ معلوم نہیں کہ سبت کے دن کوئی کام نہ کرنا چاہیئے؟" آپ نے فرمایا "کیا تم نے نہیں پڑھا کہ جب حضرت داؤدؑ اور ان کے ہمراہیوں کو بھوک لگی تو انھوں نے کیا کیا؟ لکھا ہے کہ وہ سب کے سب ہیکل میں داخل ہوئے اور انھوں نے مقدس روٹی جو خداوند کے سامنے نذر کے طور پر لاکر رکھی جاتی ہے

بے تکلف توڑ کر کھالی، حالانکہ وہ تو وہ، ہیکل کا پیش امام تک اس روٹی کو ذاتی استعمال میں نہیں لاسکتا تھا۔ اسکے علاوہ کیا تم نے نہیں پڑھا کہ سبت کے دن کاہن لوگ سبت کی بے حرمتی کرتے ہیں اور پھر نیک کے نیک بنے رہتے ہیں۔ لیکن ان سب باتوں کے علاوہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ تم اس شخص کی بے حرمتی کرتے ہو جو **ہیکل سے بھی بڑا ہے اور سبت سے بھی زیادہ معزز ہے**۔ کبھی اس قصور اور گناہ کا بھی تمہارے دل میں احساس پیدا ہوا ہے؟ بیشک سبت کی بے حرمتی کرنا، بُری بات ہے لیکن خدا کے فرستادہ کو رد کرنا، بدرجہا زیادہ زبون اور گناہ ہے۔ یاد رکھو **سبت انسان کے تابع ہے انسان سبت کا تابع نہیں**۔

ایک نابینا کو بینائی عطا کرنا

(دیکھو انجیل یوحنا ۹ : ۱ تا ۳۴)

چونکہ اس واقعہ کو جو بیت المقدس میں پیش آیا تھا، اب کچھ دن گذر گئے تھے اور مخالفت کا زور دھیما پڑ گیا تھا لہٰذا حضرت مسیح ؑ اگا ہے گا ہے سبت کے روز بیت المقدس تشریف لے جایا کرتے تھے اور ہیکل میں جاکر وعظ بھی فرماتے تھے۔ ایک دن آپ ہیکل میں موجود تھے کہ ایک پیدائشی اندھا بھیک مانگتا ہوا اس جگہ آیا۔ حواری حسب معمول آپ کے ساتھ تھے۔ انھوں نے پوچھا "یا مسیح ؑ! یہ آدمی اندھا کیوں پیدا ہوا؟ کیا اسکے ماں یا باپ نے کوئی گناہ کیا تھا جسکی وجہ سے یہ اندھا پیدا ہوا۔ یا قبل ولادت اسکی روح نے کوئی گناہ کیا جسکی سزا یہ شخص اب بھگت رہا ہے۔ کیونکہ ہم نے یہودی علماء سے یہ سُنا ہے کہ جو بچے اندھے یا لنگڑے یا لولے یا کُبڑے یا گونگے یا بہرے پیدا ہوتے ہیں وہ یا تو اپنے والدین کے گناہوں کا خمیازہ اٹھاتے ہیں یا خود اپنے گناہوں کا بلا سبب کوئی عیب دار نہیں ہوتا۔" آپ نے فرمایا "نہ تو اس نے کوئی گناہ کیا تھا اور نہ اسکے ماں باپ نے لیکن یہ شخص اسلئے اندھا پیدا کیا گیا تاکہ خدا کا فضل و کرم اسکے اندھے پن کی وجہ سے ظاہر ہو سکے۔ کیونکہ تم جانتے ہو کہ مسیح موعودؑ

کے کارناموں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ مادر زاد اندھوں کو بینائی عطا کریگا۔ اور میں تمھارے سامنے اعجازی طور پر اسکو بینا کرونگا۔ یہ کہکر آپ نے اپنا لعاب دہن مٹی میں ملاکر بذریعہ سلائی اسکی آنکھ میں لگا دیا۔ اسکے بعد آپ نے اُس سے کہا "اب جا اور اپنی آنکھوں کو سامنے والے چشمہ پر جاکر پانی سے دھو" چنانچہ اُسی دم وہ شخص چشمہ پر گیا اور آنکھیں دھوئیں بھلا بینا ہوگیا۔ بعد ازاں وہاں سے واپس آیا۔ لوگوں نے اُسے بارہا دیکھا تھا کیونکہ عموماً ہیکل کے دروازہ پر بیٹھا ہوا صدا لگایا کرتا تھا۔ سب لوگ متعجب ہوئے اور کہنے لگے "کیا یہ وہی اندھا نہیں ہے جو یہاں آج صبح کے وقت بھیک مانگتا ہوا آیا تھا؟ ایک بولا "معلوم تو وہی ہوتا ہے" دوسرا بولا "بھائی! وہ تو اندھا تھا، یہ شخص شاید اسکا بھائی ہے یا قریبی رشتہ دار یا ممکن ہے کہ کوئی غیر ہو لیکن اُس سے شکل و صورت میں بہت مشابہ ہے"

چونکہ اُس شخص کو ایک نعمت غیر مترقبہ حاصل ہوئی تھی لہذا فوراً دخل در معقولات کے طور پر بول اٹھا "جناب والا! میں وہی اندھا ہوں جو برسوں سے یہاں بھیک مانگنے آتا تھا" تب لوگوں نے اُس سے پوچھا "تجھے بینائی کیونکر حاصل ہوئی؟" اُس نے جواب دیا "مجھے ایک فرشتہ خصلت انسان ملا، جسکا نام دریافت کرنے پر عیسیٰ ؑ ناصری، معلوم ہوا۔ اُس نے اپنا لعاب دہن مٹی میں ملاکر میری آنکھوں میں لگا دیا۔ اور مجھ سے کہا چشمہ پر جاکر اپنی آنکھوں کو دھو ڈال۔ میں نے ایسا ہی کیا اور مجھے بینائی حاصل ہوگئی۔ لوگوں نے پوچھا وہ شخص کہاں ہے؟ اُس نے کہا "مجھے خبر نہیں کہ وہ کدھر چلا گیا" یہودی اُسے پکڑکر سرداران قوم کے پاس لائے اور وہاں اُس نے یہی قصہ دُہرایا۔ ہیکل کے کاہنوں اور پیش امام نے متفق اللفظ ہوکر کہا "یقیناً وہ شخص جسنے اسکو بینا کیا خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوسکتا کیونکہ خدا کا نبی شریعت موسوی کی توہین نہیں کرسکتا۔ کیا شریعت میں صاف طور نہیں لکھا کہ "سبت کے دن کوئی کام نہ کرنا چاہئے" لیکن بعض سمجھدار لوگوں نے کہا کہ اگر یہ شخص مامور من اللہ نہیں ہے تو معجزات کیونکر دکھا سکتا ہے۔ غرضکہ چند موافق تھے، چند مخالف تھے۔

بڑی دیر تک بحثا بحثی ہوتی رہی۔ آخر کار انھوں نے اُس نابینا سے کہا "میاں تمھاری رائے میں وہ شخص کیسا ہے"، اُس نے جواب دیا "حضرات! میں تو اُسے خدا کا نبی یقین کرتا ہوں" اس اقرار سے وہ لوگ بہت چراغ پا ہوئے اور بعض من چلے تو معجزہ کے وقوع سے انکار کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ انھوں نے کہا "ہمیں یقین نہیں آتا کہ یہ شخص اندھا تھا۔ اگر یہ شخص درحقیقت اندھا اور مادر زاد اندھا تھا تو اسکے والدین کو بُلا کر پوچھو۔ چنانچہ ایک نوکر اُس شخص کے ضعیف والدین کو بلا کر لایا۔ یہودی علما نے اُن سے دریافت کیا "کیا یہ شخص تمہارا بیٹا ہے؟" انھوں نے کہا "ہاں"، پھر سوال کیا "کیا یہ شخص شروع سے اندھا پیدا ہوا؟ انھوں نے کہا "ہاں"، پھر سوال کیا "اسکی آنکھیں کیونکر اچھی ہوئیں؟ انھوں نے کہا "ہمیں کیا خبر؟ یہ شخص بچہ نہیں ہے خود اسی سے کیوں نہیں دریافت کرتے؟ ہم تو صرف اس قدر جانتے ہیں کہ یہ شخص ہمارا بیٹا ہے، اور اندھا پیدا ہوا تھا"، حقیقت یہ بھی کہ اُس شخص کے والدین بھی حضرت مسیح ؑ پر دل میں ایمان رکھتے تھے لیکن یہودیوں سے ڈرتے تھے اسلئے صاف نہیں کہہ سکتے تھے کہ جس نے اس شخص کی آنکھیں روشن کی ہیں وہ مسیح موعود ہے۔ لہذا انہوں نے پھر اُس شخص سے کہا "بھائی تو اپنے خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہہ کہ وہ شخص تیری رائے میں کیسا ہے؟ ہم تو اُسے بیدین اور گمراہ سمجھتے ہیں"! باوجود اس اظہار رائے کے وہ شخص ذرا مرعوب نہوا۔ کہنے لگا "یہ تو میں جانتا نہیں کہ وہ دیندار ہے یا بیدین! ہاں اسقدر کہہ سکتا ہوں کہ تھوڑی دیر ہوئی میں اندھا تھا اب بینا ہوں"! انھوں نے کہا "آخر اُس نے تجھ سے کیا کہا؟ اور کس طرح بینائی عطا کی؟" اُس نے جواب دیا "جناب! میں کل قصہ آپ کو سُنا چکا، بار بار دُہرانے سے کیا حاصل؟ آپ صاحبان کیوں اسقدر اشتیاق ظاہر کرتے ہیں؟ کیا آپ بھی میری طرح اسکے پیرو بننا چاہتے ہیں؟"، اسپر یہود کو بہت غصہ آیا اور انہوں نے اُسے ملامت کرنی شروع کی اور کہا "آہا ہا! آپ اسکے امتی ہیں، بہت خوب! مبارک ہو! ہم تو حضرت موسیٰ ؑ کی امت ہیں۔ ہمیں کسی کی پیروی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

وہ خدا تعالیٰ کے نبی تھے اور یہ شخص تو (نعوذ باللہ) کاذب ہے۔" اس شخص نے کہا "بڑے تعجب کی بات ہے آپ اس شخص کو کاذب کہتے ہیں جناب! اگر وہ شخص مستجاب اللہ نہیں ہے تو اُس نے مجھے بینائی کیونکر عطا کی؟ کیا آج اس شخص کے علاوہ کوئی اور بھی ہے جسکو معجزات پر قدرت حاصل ہو۔ اگر یہ شخص خدا کا نبی نہوتا تو کبھی معجزہ نہ دکھا سکتا تھا۔ اس نیک نہاد انسان کی خدا لگتی باتیں سُنکر یہود کو بہت غصہ آیا۔ انھوں نے کہا "اے گنہ گار انسان! تجھ میں یہ ہمت ہوئی کہ ہمیں سبق دیتا ہے؟ کیا تو ہمیں جاہل سمجھتا ہے؟ تو اس قابل نہیں کہ مقدس ہیکل میں قدم رکھ سکے، جا یہاں سے نکل جا، آئندہ یہاں قدم نہ رکھیو، ورنہ بُری گت بنے گی۔"

حضرت عیسیٰؑ کو بھی ان باتوں کی خبر لگ گئی۔ آپ نے چپکے سے اس شخص کو اپنے پاس بُلوایا اور کہا "کیا تو مسیح موعودؑ پر ایمان لانے کو تیار ہے؟" اس نے جواب دیا "جناب! مسیح موعود کہاں ہے؟ مجھے دکھائیے تو میں دل وجان سے اُس پر ایمان لاؤں۔" آپ نے فرمایا "تو نے اُسے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا ہے وہی جو اس وقت تجھ سے ہمکلام ہے، مسیح موعودؑ ہے۔" اُس نے کہا جناب! میں آپ کو مسیح موعود یقین کرتا ہوں۔" یہ کہکر وہ شخص آپکے قدموں پر گر پڑا، اور پروانہ وار آپ پر تصدق ہونے لگا، اس عرصہ میں اور لوگ بھی وہاں جمع ہوگئے اور ان میں چند علماء یہود بھی تھے لہذا حضرت مسیحؑ نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھایا اور فرمایا "بیشک میں خدا کی طرف سے آیا ہوں اور اس قوم کے لئے بشیر و نذیر ہوں۔ جو لوگ کہ مسکین اور فروتن ہیں، اپنے گناہوں کا احساس رکھتے ہیں اور نادم ہیں، حقیقت کے جویا ہیں اور تاریکی سے بچنا چاہتے ہیں، میں ان کو روشنی اور ہدایت مفت دینے کو تیار ہوں، لیکن جو لوگ سرکش اور مغرور ہیں، میں ان کی جہالت کا پردہ فاش کرتا ہوں اور وہ لوگ میری جماعت میں داخل نہیں ہو سکتے۔ وہ لوگ روحانی نقطۂ خیال سے نابینا ہیں اور جب تک عاجزی اور فروتنی اختیار نہ کرینگے ان کی حالت بدستور رہیگی۔ اس پر چند یہودی

علماء نے بگڑ کر پوچھا "تو آپ کی رائے میں ہم بھی اندھے ہیں؟" ایک زمانہ ہماری پیروی کرتا ہے، ہمیں اپنا امام مانتا ہے، ساری عمر توریت اور فقہ اور حدیث کے مطالعہ میں گذر گئی لیکن آپ کہتے ہیں کہ جو مجھے تسلیم نہیں کرتا وہ اندھا ہے۔ بہت خوب!" آپ نے اپنی معمولی متانت سے فرمایا "کاش کہ تم اندھے ہوتے تاکہ میرے انکار پر تم سے مواخذہ نہ ہوتا لیکن افسوس تو یہی ہے کہ تم لوگ علم و فضل کا ادعا کرتے ہو، اپنے آپ کو حضرت موسیٰ کا جانشین کہتے ہو اور توریت کے مضامین سے آگاہ ہو۔ اگر یہ سچ ہے کہ تم عالم ہو، واقف ہو، اور حاملان توریت ہو تو پھر بھی تو میں کہتا ہوں کہ دیدہ و دانستہ حق و صداقت سے روگردانی کرتے ہو، اور اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم سے بہت سخت بازپرس کی جائیگی تمھارا علم تمھارے راستہ میں حائل ہے، وہ تمھیں قبول حق سے روکتا ہے۔ سچ ہے اَلْعِلْمُ حِجَابُ الْاَکْبَرُ۔ تم نے مسیح موعود کا ایک خاص تصور یا ایک خاص تصویر بنائی ہے اور اپنے زعم باطل میں اُسے صحیح سمجھتے ہو، اور مدعی کو اس معیار پر پرکھنا چاہتے ہو جو تمھارا اپنا قائم کردہ ہے۔ میں کس طرح تمھیں سمجھاؤں کہ خدا تعالیٰ مسیح موعودؑ کو اپنی مرضی کے موافق بھیجیگا یا تمھاری مرضی کے موافق؟ تمھارا مسیح موعودؑ محض خیالی ہے، وہمی ہے، لہذا باطل ہے۔ ایسا مسیح جو تمھیں دولت دنیا سے مالا مال کردے اور تم میں سے ہر ایک کو رومی گورنر کے مرتبہ پر پہونچادے، کبھی قیامت تک نہیں آئیگا۔ ایسا مسیح جسکے زمانہ میں بغیر کھیتی کئے کبوتر کے انڈے کی برابر گیہوں کا دانہ خود بخود پیدا ہوگا، ہرگز اس عالم میں مبعوث نہیں ہوسکتا۔

ارے نادانو! اتنا تو غور کرو کیا دنیا اور اسکی عارضی حشمت اسقدر وقیع اور مہتم بالشان ہے کہ خدا کا مسیح، خلیفۃ اللہ فی الارض، آسمان سے اُسکے تقسیم کرنے اور تمھیں مادی عیش و عشرت سکھلانے آئیگا؟ ارے نادانو! کب تک لفظ کو پکڑے بیٹھے رہوگے؟ تم لوگ اُس بچہ کی طرح ہو جو اخروٹ یا بادام کو پاکر سارے دن اسکا پوست زبان سے

جاتا رہا۔ کیا تمھاری رائے میں اُسے اخروٹ یا بادام کا ذائقہ حاصل ہو سکتا ہے؟ تم جانتے ہو کہ اصلی چیز 'مغز' ہے پوست نہیں لیکن شریعت میں آکر اس قانون کو بالکل بھول گئے لفظ پرستی انسان کو مادیات کے عمیق غار میں لیجاتی ہے۔ 'دولت' سے مراد یہ چمکتے ہوئے سکے نہیں ہیں۔ بلکہ دولت سے مراد 'روحانیت' ہے جو پائدار ہے۔

یاد رکھو جاہل آدمی اگر 'مامور من اللہ' کو نہیں پہچانتا تو اس قدر لائق سرزنش نہیں جسقدر وہ شخص کہ جو سب کچھ جانتا ہے اور پھر بھی حق و صداقت سے روگردانی کرتا ہے۔

(دیکھو یوحنا ۱۰: ۱ تا ۲۱) بعد ازاں آپنے گلہ بان کی تمثیل بیان فرمائی:۔

"میں دنیا میں اسلئے آیا ہوں کہ بنی اسرائیل کو ایک گلہ بنا دوں اور سب کو ایک سلک میں منسلک کردوں۔ پس یاد رکھو جو شخص باڑے کے دروازے سے داخل ہوگا، وہ درحقیقت بھیڑوں کا بہی خواہ ہے لیکن جو آدمی دروازہ سے داخل نہیں ہوتا وہ بھیڑوں کا راہنما اور ہادی نہیں ہو سکتا، بلکہ وہ چور اور ڈاکو ہے، اُس سے خبردار رہو، لیکن جو آدمی صحیح راستہ یعنی دروازہ سے داخل ہوگا وہ بھیڑوں کا حقیقی نگہبان ہے۔ جب وہ داخل ہوتا ہے اور بھیڑوں کو بلاتا ہے، بھیڑیں اسکی آواز پہچانتی ہیں، اسکی بات مانتی ہیں اور اسکی مرضی پر چلتی ہیں، وہ بھی ہر ایک بھیڑ سے واقف ہوتا ہے اور نام بنام بلا سکتا ہے ان کی رہنمائی کر سکتا ہے اور بھیڑیں بھی اُسکے پیچھے ہولیتی ہیں لیکن اگر اجنبی چرواہا آجائے تو بھیڑیں اُسکی صورت دیکھ کر منتشر ہو جائیں گی، اور بجائے اُسکے پیچھے چلنے کے، اِدہر اُدہر بھاگ جائینگی"۔

اگرچہ تمثیل تو بالکل صاف تھی لیکن بعضوں نے کہا "جناب اسکا مطلب کیا ہے؟" تب آپ نے فرمایا "یاد رکھو میں بنی اسرائیل کے لئے بمنزلہ دروازہ ہوں، اور یہ لوگ یعنی علماء یہود در اصل گلہ بان یعنی ہادی نہیں ہیں، کیونکہ انھوں نے دروازہ یعنی مجھکو رد کر دیا۔

اور ظاہر ہے کہ جو شخص دروازہ سے داخل نہیں ہوتا وہ چور یا ڈاکو ہوتا ہے جو دیوار پھاند کر آئیگا۔ اور ایسا آدمی بھلا آدمی نہیں ہوتا۔ یہ کام تو چوروں کا ہوتا ہے اور جو شخص اس طرح داخل مکان ہوتا ہے، مکان کے لوگ یقیناً اُسے دیکھ کر گھبرا جاتے ہیں اور منتشر ہوجاتے ہیں، یا اگر تاب مقاومت رکھتے ہیں تو برسر جنگ و پیکار ہوتے ہیں۔ ہاں جو شخص دروازہ سے یعنی مجھپر ایمان لا کر داخل ہوگا وہ ضرور تمھارا بہی خواہ ہے۔ پس وہ لوگ جو قوم کی رہنمائی کا ادعا کرتے ہیں انھیں لازم ہے کہ پہلے مجھے قبول کریں تب قوم کی رہنمائی صحیح طور پر اور حقیقی معانی میں کر سکتے ہیں۔ ورنہ ان کی نیت میں فتور ہے اور وہ دوسروں کو بھی ساتھ لیکر قعر مذلت میں گریں گے''

جو آدمی دیوار پھاند کر داخل مکان ہوتا ہے، اسکی نیت اچھی نہیں ہوتی اور وہ مکان والوں کو فائدہ نہیں پہونچا سکتا، وہ تو نقصان ہی پہونچائیگا خواہ کسی صورت میں ہو۔ لہذا جو لوگ بنی اسرائیل کی بہبودی کے خواہشمند ہوں، انہیں لازم ہے کہ پہلے میری اطاعت کا جُوا، اپنے کاندھوں پر رکھیں، مجھے قبول کریں تب ان میں قوم کی اصلاح و رہنمائی کی لیاقت پیدا ہوگی۔

آپ کی تقریر سُنکر یہودیوں میں اختلاف عظیم پیدا ہوگیا۔ بعضوں نے کہا آپ مجنون یا آسیب زدہ ہیں۔ بعضوں نے کہا آپ کوئی ساحر ہیں، بعضوں نے کہا نہیں ساحر ایسی باتیں نہیں کر سکتا، ضرور آپ کوئی نبی ہیں۔ غرض جتنے مُنہ اتنی ہی باتیں ہونے لگیں۔

سنہ ۲۹ء عید تجدید

(دیکھو یوحنا ۱۰: ۲۲)

یہودیوں کی 'عید تجدید' اس اثنا میں نزدیک آگئی، اور آپ 'عید خیمہ' سے لیکر اب تک بیت المقدس کے گرد و نواح میں مصروف تبلیغ تھے۔ لہذا آپ نے مناسب سمجھا کہ اس مقدس تہوار پر بھی بیت المقدس میں آکر

اہتمام حجت کریں۔ یہ تہوار اس غرض سے منایا جاتا تھا کہ ہیکل میں عبادت بادشاہی حکم سے بند ہو گئی تھی اور یہود بہت ملول تھے، بعد چندے اجازت مل گئی بس اس واقعہ کی یادگار قایم رکھنے کے لئے تہوار مقرر ہو گیا۔ چونکہ یہ جاڑوں کا موسم تھا اور بارش اکثر ہوتی تھی۔ لہذا آپ حواریوں سمیت ایک مکان میں فروکش ہوئے۔

ایک روز یہودی علماء کا وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ لوگ اس خیال سے آئے تھے کہ اگر یہ شخص درحقیقت مسیح موعود ہے تو ہماری آرزوں کے پورا ہونے کا وقت قریب آ گیا ہے، شاید ہمیں رومی حکومت کے شکنجہ سے نجات مل جائے۔ کیونکہ جیسا پہلے بیان کیا جا چکا ہے یہود نے مسیح موعودؑ کی تصویر اپنے ذاتی خیالات کے موافق بنا رکھی تھی اور چونکہ اُن توقعات کے پورا ہونے کا، جو اُنھوں نے مسیح موعودؑ کی شخصیت سے وابستہ کی تھیں، حضرت عیسیٰؑ ناصری کی شخصیت میں کوئی امکان نظر نہیں آتا تھا لہذا جو لوگ تنگدل لفظ پرست اور شقی القلب تھے وہ تو علانیہ آپ پر تبرا کرتے تھے اور کاذب مفتری وغیرہ وغیرہ کہتے تھے لیکن بعض سمجھدار اور نیک دل لوگ قدرے آپ کی طرف مائل تھے، کیونکہ آپکے معجزات سے انکار نہیں کر سکتے تھے۔ بہرحال یہ لوگ آپ کے پاس آئے اور یوں گویا ہوئے:۔ ہم ایک عرصہ سے آپ کے متعلق موافق اور مخالف باتیں سُن رہے ہیں۔ اگر آپ درحقیقت مسیح موعودؑ ہیں تو اس وقت صاف صاف ہم سے کہدیجئے آپ نے فرمایا "مدت ہوئی کہ میں اس حقیقت کو بے نقاب کر چکا، اقوال سے بھی جو خدا کے حکم اور اسکی منشاء کے موافق میری زبان سے نکلے اور افعال سے بھی جو اسکی اجازت اور عنایت سے مجھ سے سرزد ہوئے یعنی میں زبانی تبلیغ بھی کر چکا اور اپنے دعووں کی معجزات سے بھی تائید دکھا چکا۔ اب اور کیا بات باقی رہ گئی ہے جسے تم معلوم کرنا چاہتے ہو۔

افسوس ہے کہ تم لوگ اُن پر ایمان نہیں لائے اور ایمان لانیکا سوال تو بعد میں ہوگا تم تو ان باتوں پر توجہ ہی نہیں کرتے لیکن جیسا تم کو معلوم ہے تمام بنی نوع آدم تمھاری

طرح نہیں ہیں۔ میرے پاس ایک جماعت ہے جو میرے اوپر ایمان لائی ہے اور وہ مجھے منجانب اللہ یقین کرتی ہے۔ وہ لوگ مجھے دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں اور میرے احکام پر عمل کرتے ہیں۔ تم تو بات بھی نہیں سنتے پھر ہدایت اور روشنی کیونکر حاصل ہو۔ اُن لوگوں نے جیساکہ تم خود دیکھتے ہو اپنی زندگیاں میری خاطر وقف کی ہوئی ہیں وہ سوائے میری معیت کے اور کوئی کام نہیں کرتے۔ انھوں نے اپنی جانوں کو میرے ہاتھ میں دیدیا ہے اور میرے ہاتھ میں نہیں بلکہ خدا عزّ اسمہ کے ہاتھ میں دیدیا ہے۔ کیونکہ **جو لوگ میرے ہاتھ میں ہاتھ دیتے ہیں وہ گویا خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہاتھ دیتے ہیں**۔ اور وہ بزرگ و برتر خدا ہمیشہ میرے ساتھ ہے۔ ایک لمحہ مجھے تنہا نہیں چھوڑتا اور یاد رکھو کہ میں از خود نہ کچھ بولتا ہوں نہ کرتا ہوں۔ اُسے مجھ پر پوری حکومت حاصل ہے اور جو وہ چاہتا ہے وہی میں کہتا اور کرتا ہوں۔ وہ میرے ساتھ ہے اور میں اُسکے ساتھ ہوں۔ اور اسپر تعجب مت کرو کہ یہ لوگ میرے ہیں تو خدا کے ہیں۔ یقیناً میری مرضی خدا کی مرضی سے جداگانہ کوئی وجود نہیں رکھتی۔ **خدا مجھ میں ہے اور میں خدا میں ہوں**۔ میری اور خدا کی مرضی ایک ہے۔ میں اسکا مطیع ہوں اور یہی میری عظمت کا راز ہے"

یہود کو یہ تقریر سُنکر تاب نہ رہی اور انہوں نے آپ پر پتھر پھینکنے چاہے۔ مگر آپ نے اسکی کچھ پرواہ نہ کی اور فرمایا " میں نے تمھارے سامنے خدا کی تائید سے اکثر معجزات اور عظیم الشان کام دکھائے۔ اُن میں سے کس کام کا یہ صلہ مجھے مل رہا ہے"۔ انہوں نے جواب دیا" ہم تم کو اچھے کاموں کے عوض سنگسار نہیں کرتے بلکہ اسلئے کہ تم کفر کے مرتکب ہو رہے ہو، انسان ہو کر خدا کی ہمسری کا دعویٰ کر رہے ہو" آپ نے فرمایا " ذرا زبور کی کتاب تو کھول کر دیکھو، بھلا زبور ۸۲ آیت ۶ تو پڑھو۔ دیکھو تو وہاں کیا لکھا ہے " میں نے کہا تم خدا ہو " اب اگر خدا اپنے نبیوں کو لفظ خدا سے

ملقب کرتا ہے اور خدا کا کلام جھوٹا نہیں ہوتا، نہ اسکے الفاظ کی تردید ہو سکتی ہے تو پھر اگر وہ شخص جسے باپ نے معزز اور مؤید کیا ہے، اپنے آپ کو ابن اللہ کہتا ہے، تو اسپر کیوں کفر کا الزام لگاتے ہو؟ اگر میں اپنے باپ کے سے کام نہیں کرتا تب بیشک الزام لگاؤ اور مجھپر یقین نہ کرو، لیکن اگر میں وہی کام کرتا ہوں جو خدا کے ہیں تب یقین کرو کہ میں اُس میں ہوں اور وہ مجھ میں ہے" یہود نے اس توجیہ پر کچھ توجہ نہ کی اور دوبارہ پتھر اٹھانے لگے تب آپ مصلحتاً وہاں سے ہٹ گئے اور مجمع عام میں چھپکر ان کی نظروں سے اوجھل ہو گئے اور کسی محفوظ مقام پر چلے گئے۔

اب گلیل یہودیا اور بیت المقدس کے علاقوں میں آپ کے لئے ہر دم خطرہ تھا۔ لہذا آپ نے مناسب سمجھا کہ پیریا کے علاقہ میں چلے جائیں کیونکہ وہاں مخالفت کا یہ زور شور نہ تھا۔ چنانچہ آپ اس خیال سے پیریا کے علاقہ میں چلے گئے اور وہاں تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا، یہ وہ علاقہ ہے جہاں حضرت یحییٰ نے بھی تبلیغ کی تھی اور لوگوں کو آپ کی آمد کا مژدہ سُنایا تھا۔ پس ان لوگوں نے جب آپ کی باتیں سُنیں اور معجزات دیکھے تو کہنے لگے "یقیناً یہ وہی شخص ہے جسکی بابت یحییٰ نبی نے ہمیں بشارت دی تھی، چنانچہ اس علاقہ کے بہت سے لوگ آپ پر ایمان لائے۔

باطنی صفائی

(دیکھو لوقا ۱۱: ۳۷ تا ۵۴)

ایک دن ایک فریسی نے آپ کی دعوت کی۔ چنانچہ وقت مقررہ پر آپ وہاں تشریف لیگئے۔ اور جب کھانا وغیرہ دسترخوان پر چُنا گیا تو آپ بغیر ہاتھ دھوئے کھانے بیٹھ گئے۔ اس فریسی عالم کو آپ کی اس حرکت پر بڑا تعجب ہوا کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور شریعت کے اصولوں سے بھی خبردار نہیں ہے، آپ نے اُس کے چہرہ کی حالت سے سمجھ لیا کہ وہ اس فعل پر دل میں معترض ہے۔ لہذا آپنے فرمایا "برتن کے اندرونی حصہ کو پاک وصاف کرنا، بہ نسبت بیرونی حصہ کے زیادہ

ضروری اور لازمی ہے۔ بس اسی طرح آدمی کو لازم ہے کہ بیرونی صفائی کے مقابلہ میں باطنی صفائی کا زیادہ خیال رکھے۔ لباس کا یا ہاتھ کا صاف رکھنا اسقدر ضروری نہیں ہے جسقدر دل کا پاک رکھنا ضروری ہے۔ وہ شخص جسکے کپڑے پھٹے ہوئے ہوں اور جسم گرد وغبار سے آلودہ ہو مگر دل پاک ہو، خدا تعالیٰ کی نظر میں اُس شخص سے بدرجہا زیادہ عزیز ہے جسکے کپڑے ریشمی ہوں، جسم سے مشک کی خوشبو آتی ہو مگر دل شیطانی خیالات کا آماجگاہ بنا ہوا ہو۔ جسم کی صفائی بھی اچھی چیز ہے مگر ضروری چیز دل کی صفائی اور پاکیزگی ہے۔ یاد رکھو جسم یہیں مٹی میں ملجائیگا اور خاک ہوجائیگا مگر روح کو فنا نہیں ہے وہ خدا تعالیٰ کے سامنے اعمال کی جوابدہ ہوگی۔ پس عارضی شے کے مقابلہ میں ابدی اور باقی شے کی خبر گیری زیادہ ضروری ہے۔

جب آپ کھانا کھا کر باہر نکلے تو آپ نے فریسیوں سے خطاب کیا "افسوس ہے تم لوگوں کی حالت پر کہ تم ظاہر بینی میں بُری طرح مبتلا ہو، لفظی طہارت کا تو اسقدر خیال کرتے ہو کہ جسکی کوئی حد نہیں لیکن اپنے دل کی طرف کبھی آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتے کہ وہ کسقدر میلا اور غلیظ ہورہا ہے۔ کپڑے تو سفید ہیں مگر دل کالا ہے، حالانکہ دونوں چیزیں اُسی خدا کے بنائی ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تم جسم کی طہارت اور صفائی کا تو اس قدر خیال کرتے ہو اور دل کی صفائی کی طرف مطلق توجہ نہیں کرتے۔ کیا صرف جسم ہی خدا تعالیٰ کی مخلوق ہے؟ روح اسکی مخلوق نہیں ہے؟ کیا صرف جسم صاف رکھنے سے انسان گناہوں سے نجات پا سکتا ہے؟ اے نادانو! تم اصل کی طرف سے غافل ہو اور فروعات میں وقت ضائع کرتے ہو۔ ضروری بات کو بھولے ہوئے ہو اور غیر ضروری بات کے پیچھے پڑے ہوئے ہو! اگر تم اپنے دل کو بدی کی نجاست اور گناہوں کی غلاظت سے پاک کرلو تو جسم خودبخود پاک ہوجائیگا۔ اے فریسیو! تمپر افسوس! یوں تو تم ذرا ذرا سی چیز مثلاً پودینہ اور دھنیا اور زیرہ وغیرہ پر زکوٰۃ نکالتے رہتے ہو لیکن اخلاقی مسائل

میں کبھی تقوٰی سے کام نہیں لیتے۔ اے فریسیو! تم پر افسوس آتا ہے کہ تم ریاکاری اور نمود کے پیچھے جان دیتے ہو۔ راستہ میں لوگوں سے سلام کے متمنّی رہتے ہو۔ معبد میں جاتے ہو تو نمایاں جگہوں پر بیٹھنا چاہتے ہو۔ ایک فقیہی نے بگڑ کر کہا "جناب والا! یہ تو آپ ہم لوگوں پر جو فقہ موسوی کے حامل ہیں اور قوم کے دینی اور اخلاقی معلم ہیں، علانیہ تبرّا کر رہے ہیں" آپ نے فرمایا " ہاں تم پر افسوس آتا ہے تم لوگ انسانوں پر ناقابلِ برداشت بوجھ رکھتے ہو، اور اُن کو ذرا ذرا سی باتوں میں جکڑتے ہو اور خود کچھ بھی عمل نہیں کرتے۔ دوسروں کو رات دن ہدایت کرتے ہو مگر اپنی خبر نہیں لیتے۔ اے فریسیو! تم پر افسوس آتا ہے کہ تم اُن انبیاء کی پختہ قبریں تیار کرتے ہو جن کو تمھارے باپ دادوں نے بیرحمی کے ساتھ قتل کیا۔ پس تم اپنے آباؤ اجداد کے وحشیانہ مظالم کی یادگاریں اس دنیا میں قائم کرتے ہو اور انکی بداعمالیوں کی یاد لوگوں کے دلوں میں تازہ کرتے ہو اور اسی لئے خدا نے فرمایا کہ میں اس قوم میں انبیاء مبعوث کرونگا اور یہ شقی القلب لوگ انہیں قتل کرینگے اور ایذا دینگے اور تمام انبیاء کا خون قابیل سے لیکر زکریا تک انکی گردنوں پر سوار ہوگا اے فریسیو! تم پر افسوس آتا ہے تم نے اپنی بداعمالیوں سے معرفت باری کی کنجی گم کردی اور مخلوق کو گمراہی میں ڈالدیا۔ افسوس تم خود بھی گمراہ ہوئے اور اپنے پیچھے دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ اب کیا تم یہ سمجھے ہوئے ہو کہ ان انبیاء کا خون یونہی ضائع جائیگا؟ ہرگز نہیں۔ وہ دن قریب ہے جب تم اپنی بداعمالیوں کا مزہ چکھ لوگے۔

شاگردوں سے خطاب

(دیکھو لوقا ۱۲ ۱ تا ۱۱)

اسکے بعد جب عوام الناس کا مجمع آپ کے گرد جمع ہوگیا تو آپ نے حواریوں سے اس طرح خطاب کیا " یہودیوں کے رنگ سے بچو۔ اُن کا طرۂ امتیاز ریاکاری ہے۔ خبردار! ریاکاری سے بڑھ کر کوئی شے دشمن اعمال نہیں ہے ریاکاری سے تمھارے نیک اعمال اس طرح ضائع ہوجائینگے جسطرح پانی میں نمک۔

ریاکاری کو پائداری نہیں۔ ایک نہ ایک دن ظاہر ہوکر رہتی ہے اور ریاکاری ہی پر کیا منحصر ہے۔ ہر بُری بات خواہ کیسی ہی پوشیدہ طور پر کیجائے چھپ نہیں سکتی بُری بات اگر تاریکی میں کروگے تو روشنی میں آجائیگی اور اگر تہ خانہ میں چھپ کر کروگے تو کوٹھوں پر چرچا ہوگا۔ اے لوگو! اس شخص سے ہرگز نہ ڈرو جو تمھارے جسم کو آزار پہونچاتا ہے کیونکہ وہ اس سے زیادہ اختیار نہیں رکھتا۔ ہاں اُس سے ڈرو جسکے قبضۂ قدرت میں تمھاری جان بھی ہے جو شخص تمھیں قتل کرسکتا ہے اُس سے نہ ڈرو کیونکہ وہ شخص اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کرسکتا لیکن اس ذات سے ڈرو جو تمھیں دوزخ میں ڈال سکتی ہے۔ ہاں میں مکرر کہتا ہوں کہ اُس سے ڈرو۔ دیکھو چڑیا کسقدر حقیر مخلوق ہے جو ایک پیسہ کی دو مل سکتی ہیں لیکن خدا چڑیا کو بھی نہیں بھولتا۔ پس تم تو چڑیا سے بدرجہا زیادہ بڑے ہو پھر تم کو خدا کیونکر بھول سکتا ہے؟ پس سوائے خدا کے اور کسی سے مت ڈرو اور یاد رکھو کہ جو شخص میرا انکار کریگا میں بھی اسکا انکار کرونگا اور جو شخص لوگوں کے سامنے نڈر ہوکر میرا اقرار کریگا میں بھی خدا کے سامنے اس کا اقرار کرونگا۔

طمع سے پرہیز

(دیکھو لوقا ۱۲: ۱۳ تا ۲۱)

مجمع میں سے ایک شخص نے کہا "جناب! میرا بھائی میرے باپ کی جائداد میں سے میرا حصہ نہیں دیتا، آپ اسکو سمجھائیے کہ وہ میرا حق مجھے دیدے،، آپ نے فرمایا "میں اسلئے نہیں آیا کہ تمھاری جائدادوں کا انتظام کروں، اور مال کے مقدمات فیصل کروں۔ میں تو یہ سکھاتا ہوں کہ طمع اور خودغرضی حرص اور لالچ سے بچو کیونکہ انسان اسلئے نہیں پیدا ہوا کہ دولت کی فکر میں اپنی بیش قیمت زندگی صرف کردے۔ پھر آپ نے یہ تمثیل بیان فرمائی:-

ایک دفعہ ایک دولتمند آدمی کے کھیت میں بہت پیداوار ہوئی اسنے اپنے دل میں کہا" اسقدر غلہ کہاں لیجاؤں اور کہاں رکھوں؟ میرے گھر میں تو جگہ نہیں ہے۔

لہذا مناسب ہے کہ موجودہ مکان کو گرا کر ایک بڑی سی عمارت تعمیر کروں تاکہ ساری پیداوار اُسمیں بحفاظت تمام رکھی جا سکے اور میں مدتوں کے لئے بے فکر ہو جاؤں، خوب مزہ سے کھاؤں اور عیش کروں لیکن خدا کا منشا کچھ اور ہی تھا۔ اسی رات اس شخص کو موت آگئی اور سارا غلہ دھرا کا دھرا رہ گیا۔ پس اے لوگو! انسان کو لازم ہے کہ عاقبت کی فکر کرے موت کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے خدا جانے کب آجائے۔ اور سارا مال یہیں رہ جائیگا سوائے اعمال کے اور کچھ ساتھ نہ جائیگا۔

شاگردوں کو نصیحت

(دیکھو لوقا ۱۲: ۲۲ تا ۵۹)

زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں، انسان کو لازم ہے کہ روٹی کپڑے کی فکر میں دل نہ لگائے، تم یہ فکر مت کرو کہ کل کیا کھائینگے؟ اور کیا پہنیں گے؟ روح کی فکر لباس کی فکر سے زیادہ ضروری ہے۔ چڑیوں کو دیکھو نہ بوتی ہیں نہ کاشت کرتی ہیں لیکن خدا انہیں کھانے کو دیتا ہے۔ پس تم تو خدا تعالیٰ کے نزدیک چڑیوں سے زیادہ معزز اور قیمتی ہو۔ اور تمھاری فکر سے ہو بھی کیا سکتا ہے؟ کیا تم فکر کرکے اپنے جسم کو ایک انچ گھٹا بڑھا سکتے ہو؟ ذرا گل سوسن کو تو دیکھو! کس قدر خوشنما ہے! کیا حضرت سلیمانؑ باوجود اپنی شاہی شان و شوکت کے ایسا لباس پہن سکتے تھے؟ پس جو خدا ایسی معمولی تنکے کو ایسقدر اعلیٰ اور خوبصورت لباس عطا کرتا ہے وہ تمھیں کیوں عمدہ لباس نہ عطا کریگا؟ یاد رکھو کہ جو لوگ دنیا کے غلام ہیں وہ اس فکر میں رہتے ہیں کہ ہم کیا کھائینگے اور کیا پہنینگے، تم جو خدا کے خاص بندے ہو اس ذلیل خیال سے بلند تر رہو۔ تمھارا باپ جانتا ہے کہ تمھیں کس شے کی ضرورت ہے وہ خود بخود تمھاری ضروریات کو پورا کریگا۔

کسی قسم کا فکر اپنے دل میں نہ آنے دو۔ خدا تعالیٰ کی پاک مرضی یہ ہے کہ تم اسکی بادشاہت کے وارث بنو۔ پس جو کچھ تمھارے پاس ہے اُسے خدا کی راہ میں دے ڈالو۔ اور اپنے لئے اُس روپیہ کی تھیلیاں بھر لو جسے نہ چور چرا سکے، نہ اسکو زنگ لگ سکے۔

اپنے لئے آسمان پر دولت جمع کرو، جو ایسی ہے کہ جتنا چاہے خرچ کرو کبھی کم نہ ہوگی۔ دنیاوی دولت تو کم ہو جاتی ہے، جہاں آدمی کی دولت ہوتی ہے وہیں اسکا دل بھی ہوتا ہے پس اگر تمھاری دولت دنیاوی ہے تو تمھارا دل بھی دنیا میں الجھا رہیگا۔ خدا کی طرف میل نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر روحانی دولت تمھارے پاس ہو تو پھر تم دنیا اور اسکے متعلقات سے قطع تعلق کر سکتے ہو۔ ہر وقت دعا میں مشغول رہو اور خدا تعالیٰ سے ملنے کا ایسا ہی انتظار کرو جیسا کہ وہ براتی کرتے ہیں جو دولہا کی آمد کے منتظر ہیں۔ جب دولہا آئیگا تو دروازہ پر دستک دیگا اور وہ فوراً اسکے لئے دروازہ کھولدینگے۔ مبارک ہیں وہ نوکر جنھیں اُن کا آقا واپسی پر بیدار اور منتظر پاتا ہے۔ یاد رکھو گھر کی حفاظت کے لئے ہر وقت مستعد رہنا چاہئے کیونکہ یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ کس وقت چور نقب لگانے لگے۔ اسی طرح ابن آدم کی آمد بھی پوشیدہ طور سے ہوگی۔

پطرس نے کہا " جناب! یہ تمثیل صرف ہمارے لئے ہے یا سب کے لئے ہے؟ آپ نے فرمایا اس میں کسی کی تخصیص نہیں ہے۔ مبارک ہے وہ نوکر جسے اسکا آقا اسے اپنی واپسی پر کام میں مشغول پائیگا، یقیناً وہ اُسے گھر بار کا مالک بنا دیگا لیکن اگر وہ نوکر اپنے آقا کی غیر حاضری میں یہ خیال کرے کہ خدا جانے وہ کب آئیگا اور آئیگا بھی یا نہیں۔ لاؤ خوب عیش کرو اور اس خیال سے دوسرے ملازموں پر سختی کرے، مارے پیٹے۔ بیجا خرچ کرے اور عیاشی میں مشغول ہو جائے، تو یقیناً اسکا آقا ایسے دن آدھمکیگا جب اُسکی واپسی کی مطلق امید نہ ہوگی اور پھر اُس نوکر کی کمبختی مقرر رکھی ہوئی ہے۔ آقا اُسے نکال باہر کریگا اور ذلت و خواری اسکے نصیب میں ہوگی۔

مجمع سے خطاب

(دیکھو لوقا ۱۲: ۵۴ تا ۵۹)

پھر آپ نے مجمع سے خطاب فرمایا " جب تم مغربی افق پر بادلوں کو دیکھتے ہو تو فوراً قیاس کرتے ہو کہ بارش عنقریب آیا چاہتی ہے اور جب تم

جنوبی ہوائیں چلتی ہوئی دیکھتے ہو تو فوراً قیاس کرتے ہو کہ سخت گرمی پڑے گی اور عموماً تمہارا قیاس صحیح نکلتا ہے لیکن اے ریاکارو! تم زمین و آسمان کے متعلق تو قیاس لگاتے ہو لیکن انسانوں کی گری ہوئی اخلاقی حالت کو روزمرہ دیکھتے ہو اور کوئی قیاس نہیں لگاتے۔ کیا وقت کا تقاضا نہیں کہ مسیح موعود اس خستہ حال قوم کی اخلاقی اور روحانی اصلاح کے لئے آئے۔ اور تم اسقدر بیوقوف کیوں ہو گئے ہو کہ اپنا نیک و بد نہیں سمجھائی دیتا۔ یاد رکھو جب تم عدالت میں جاتے ہو تو برأت کا سامان پہلے کر لو۔ ورنہ جب تمپر فرد قرارداد جرم لگ گئی پھر کچھ بھی نہ ہو سکیگا۔ جج تم کو جیلر کے حوالہ کردیگا اور وہ تمھیں اندھی کوٹھری میں ڈالدیگا اور جب تک تم کوڑی کوڑی ادا نکرو گے اس مصیبت سے چھٹکارا نہیں ہوگا۔ پس ہوش میں آؤ اور سمجھو۔

پلاطوس کے طرزِ عمل سے سبق دینا

(دیکھو لوقا ۱۳: ۱ تا ۵)

وہاں پر کچھ لوگ جمع تھے۔ جنھوں نے گلیل کے باشندوں کے قتل عام کا واقعہ آپ کے گوش گذار کیا۔ گلیل کے باشندے اور لوگوں کی نسبت زیادہ سرکش اور تند مزاج تھے، عموماً یہودی منچلے تھے اور رومی حکومت کے خلاف بلوے کرتے تھے اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی کوئی اسی قسم کا فساد تھا۔ پلاطوس سخت گیر حاکم تھا، اُس کا دستور تھا کہ تہوار کے موقعوں پر سپاہیوں کو بیت المقدس میں جابجا تعینات کردیتا تھا اور ہیکل کے قریب ہی ایک سرکاری عمارت میں بہت سے سپاہی انتظار رعایا پر رعب قایم کرنے کے لئے رکھے جاتے تھے۔ کہ اگر یہود ذرا بھی شرارت کریں تو اسی وقت اُنکو ہتھیاروں کی نوک پر رکھ لیا جائے۔ پس اس موقعہ پر جب یہود قربانیاں کررہے ہونگے تو یا تو آپس میں فساد ہوا یا حکومت کے خلاف کچھ سازش ہوگی۔ گلیل کے باشندے فساد میں آگے تھے، اُن کا قتل عام کیا گیا اور انسانوں کا خون حیوانوں

کے خون کے ساتھ بہا دیا گیا۔ پس لوگوں نے یہ افسوسناک واقعہ آپ کو سنایا کہ جناب پلاطوس نے گلیل والوں کا خون ان کی قربانیوں میں شامل کر دیا۔ آپ نے فرمایا "ان لوگوں پر ہی کیا منحصر ہے۔ جو شخص توبہ نہیں کریگا اور اپنے گناہوں پہ نادم نہو گا اسکا یہی حال ہوگا اور جو لوگ بیت المقدس میں رہتے ہیں ان سے بڑھکر سیاہ کار ہیں۔ تا وقتیکہ توبہ نہ کریں نجات نہیں پا سکتے۔ اور تب یہ تمثیل ان لوگوں کو سنائی۔

ایک شخص کے باغ میں انجیر کا درخت لگا ہوا تھا جو مالک نے بڑے شوق سے لگوایا تھا۔ جب وہ ایک روز انجیر کھانے کی نیت سے درخت کے پاس آیا تو اُسپر ایک دانہ بھی نہ تھا، اس نے فوراً مالی کو بلا کر کہا "اس درخت کو کاٹ کر پھینکدو۔ تین سال سے یہ درخت بیکار جگہ گھیر رہا ہے اور آج تک ایک دانہ بھی اسپر نہ لگا، پھر اسکا کیا فائدہ ہے؟ مالی نے کہا "آپ اس سال اور توقف کریں۔ میں اسکی جڑ کے اردگرد زمین کھود کر تھوڑی سی کھاد ڈالدونگا۔ شاید اس سبب سے کچھ دانے لگ جائیں ورنہ پارسال ضرور کھود کر پھینکدونگا۔

مستحاضہ کو تندرست کرنا

(دیکھو لوقا ۱۳: ۱۰ تا ۱۷)

ایک مرتبہ آپ سبت کے دن کسی معبد میں وعظ فرما رہے تھے۔ سامعین میں ایک ضعیف عورت بھی تھی جسے اٹھارہ سال سے خون جاری تھا اور دیگر عوارض کا بھی شکار ہو رہی تھی اور اس لئے بیچاری زندگی سے تنگ آ چکی تھی۔ آپ کو اُسپر رحم آیا اور اپنے پاس بلا کر کہا "اے نیک بخت عورت! مجھے تیرے اوپر رحم آتا ہے جا تیرے امراض سب دور ہو گئے"۔ یہ کہکر آپ نے اُسکے جسم پر ہاتھ پھیرا اور ہاتھ پھیرتے ہی وہ تندرست و توانا ہو گئی اور خون بھی بند ہو گیا اور وہ خدا کی حمد و ثنا کرنے لگی لیکن جب وہ اس طرح شکر ادا کر رہی تھی تو ہیکل کا کاہن یا پیشنماز سچ مچ انگاروں پہ لوٹ رہا تھا۔ اور اُسکے غصہ کی کوئی انتہا نہ تھی۔ چنانچہ اُسنے دو چار

آیات توریت کی پڑھ کر مجمع سے خطاب کیا "سبت کے دن صحت حاصل کرنا خواہ وہ معجزہ ہی کے ذریعہ کیوں نہو، ناجائز ہے کیونکہ اُس سے سبت کی بیحرمتی ہوتی ہے۔ سبت کے روز کوئی کام نکرنا چاہئے۔ اسلئے میں تم لوگوں کو حکم دیتا ہوں کہ اگر یہ شخص تم میں سے کسی کو سبت کے دن اچھا کردے تو انکار کر دو" حضرت عیسیٰؑ کو اگرچہ اس شخص نے مخاطب نہیں کیا تھا لیکن آپ ہمیشہ ان لوگوں کی تنگدلی پر انہیں ملامت کرنے کے لئے تیار رہتے تھے یہودی لوگ لکیر کے فقیر بنے ہوئے تھے اور سبت کے متعلق اُن کے جذبات اس حد تک پہونچے ہوئے تھے کہ سنکر ہنسی آنے لگتی ہے مثلاً سنیچر یعنی سبت کے روز کوئی یہودی جیب میں رومال رکھکر بھی شہر سے باہر نہیں جاسکتا تھا۔ حضرت نے فرمایا "کیا تعصب اور ہٹ دھرمی نے تم لوگوں کو بالکل ہی اندھا کر دیا ہے، اس بات کی تو اجازت ہے کہ سبت کے دن اپنے گدھوں کو گھر سے تالاب پر لیجاکر پانی وغیرہ پلالاؤ لیکن مریض کے جسم پر ہاتھ پھیرنے سے سبت کی بیحرمتی ہوجاتی ہے۔ اگر سبت کے دن حیوان کی حاجت برآری جائز ہے تو بنی اسرائیل کی حاجت برآری بدرجۂ اولیٰ جائز ہے۔ اگر جانوروں کی چند گھنٹوں کی تکلیف دور کرنے کے لئے محنت یا کام کرنے سے سبت کی بیحرمتی نہیں ہوتی تو انسان کی اٹھارہ سال کی تکلیف دور کرنے کے لئے ذرا سا ہاتھ ہلا دینے سے دین میں کوئی فتور واقع نہیں ہوسکتا اور میں تو جو کچھ کرتا ہوں خداوند خدا کے جلال کو ظاہر کردینے کے لئے کرتا ہوں۔ اور اگر کوئی کام اسکی عظمت ظاہر کرنے کے لئے سبت کے روز کیا جائے تو یقیناً اُس سے سبت کی حرمت ہوگی نہ کہ بیحرمتی۔

اور اگر تم یہ کہو کہ جب اٹھارہ سال کی تکلیف برداشت کی تھی تو ایک دن اور کرسکتی تھی، اسکا جواب یہ ہے کہ پڑوسی کو اپنی مانند پیار کرو۔ جب ہمیں ایک شخص کی تکلیف کا حال معلوم ہوگیا تو پھر اسکے ساتھ مہربانی کرنے کے لئے دن یا گھڑی کا انتظار نہ کرنا چاہئے" یہ تقریر سُنکر بیچارہ کاہن اپنا سا مُنہ لیکر رہ گیا۔ اور آپ

وہاں سے رخصت ہو گئے۔

فکر آخرت

(دیکھو انجیل لوقا ۱۳: ۲۲ تا ۳۰)

ایک مرتبہ جب آپ بغرض تبلیغ کسی گانوں کی طرف جا رہے تھے تو ایک شخص راہ میں آپ سے ملاقی ہوا اور بولا "جناب والا! کچھ دن ہوئے مجھے آپ کی تقریر سننے کا اتفاق ہوا تھا۔ اسکے ضمن میں آپ سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا درحقیقت وہ لوگ معدودے چند ہیں جو نجات حاصل کرینگے؟" آپنے اسکی حالت کا اندازہ لگایا اور یہ جواب دیا "بھائی! تجھے اسکی کیا فکر ہے کہ بہت نجات پائینگے یا تھوڑے؟ تو خدا کی مرضی پر چل اور نیک اعمال کا توشہ تیار کر۔ یاد رکھ اس تنگ کوچہ میں سے تاوقتیکہ انسان اچھی طرح کوشش نکریگا خواہ وہ اسرائیل ہی کی اولاد کیوں نہو سلامت نہیں گذر سکتا۔ بہت سے لوگ خدا تعالی کو جانتے ہیں اور اسپر ایمان رکھتے ہیں لیکن محض قومی غرور اور دنیاوی وجاہت کے باعث اس تنگ راستہ میں داخل نہ ہو سکیں گے جو راستہ خدا تک پہونچاتا ہے اسمیں جھک کر چلنا پڑتا ہے اور عاجزی درکار ہے۔ یاد رکھو جب دروازہ بند ہو گیا تو پھر کسی کے کھولے نہ کھل سکے گا۔ لہذا قبل اسکے کہ دروازہ بند ہو داخلہ کا انتظام کر لو۔ تم اندھیری رات میں باہر کھڑے پکارو گے کہ دروازہ کھولو ہم بنی اسرائیل ہیں۔ اور ہم خاص لوگوں میں سے ہیں لیکن مالک کہیگا" اے نالایقو! بدکردارو! میرے پاس سے دور ہو جاؤ میں تمھیں نہیں جانتا"۔ تب سوائے رونے اور دانت پیسنے کے اور کچھ نہو گا۔ تم دور سے دیکھو گے کہ ابراہیمؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ اور تمام انبیاء اندر آرام سے بیٹھے ہوئے ہونگے لیکن تمھیں باریابی نہو گی۔ باہر کھڑے کف افسوس ملتے رہو گے، اور تمھیں کسقدر حیرانی ہو گی، جب تم دیکھو گے کہ مختلف ممالک کے جوق جوق آئیں گے اور آسمانی بادشاہت میں داخل ہونگے اور جو ذلیل سمجھے جاتے ہیں معزز کئے جائینگے جو موخر سمجھے جاتے ہیں مقدم کئے جائینگے۔

ہیرودیس کے متعلق آپ کا جواب

(دیکھو انجیل لوقا ۱۳: ۳۱ تا ۳۵)

اُسی دن شام کو چند فریسی آپ کے پاس آئے اور ہمدردی کے لہجہ میں یوں گویا ہوئے :۔ "ہم نے سُنا ہے کہ ہیرودیس آپ کی جان کا خواہاں ہے۔ لہذا ہم آپ کو مخلصانہ طور پر یہ مشورہ دیتے ہیں کہ جہانتک جلد ممکن ہو آپ اسکی حدودِ سلطنت سے باہر چلے جائیں۔ اگر اسکا قابو چل گیا تو آپ کی جان کی خیر نہیں ہے :۔" آپ نے کمال متانت سے فرمایا "جاؤ اور اس روباہ صفت انسان سے کہدو کہ میں لوگوں کے ساتھ بھلائی کرتا ہوں اُن کے دُکھ درد میں انکا شریک ہوں، اور ہر شخص کو آسمانی بادشاہت کی خوشخبری دیتا ہوں اور اُس سے مطلق نہیں ڈرتا کیونکہ یہ امر یقینی ہے کہ کوئی نبی بیت المقدس کی حدود سے باہر قتل نہیں ہوگا۔ یہ فخر تو بیت المقدس ہی کے باشندوں کے حصہ میں آیا ہے کہ وہ بغیر کسی معقول وجہ کے نبیوں کو قتل کیا کرتے ہیں۔ پھر آپ نے شہر سے غائبانہ خطاب فرمایا "اے بیت المقدس! تیرے باشندوں کے حال زار پر رونا آتا ہے، تجھ میں ایسے شقی القلب لوگ بستے ہیں جو انبیاء کو شہید کرتے ہیں اور راستبازوں کو سنگسار کرتے ہیں۔ میں نے کتنی دفعہ اس امر کی کوشش کی کہ تیرے باشندوں کو ایک مرکز پر جمع کردوں اور ان کی محافظت کا سامان کردوں اور انہیں اس طرح اپنے دامن عافیت میں لوں جسطرح مرغی اپنے بچوں کو پروں میں دباتی ہے لیکن افسوس کہ تیرے اندر رہنے والے میری بات سنتے ہی نہیں

ایک مستسقی کو تندرست کرنا

(دیکھو لوقا ۱۴: ۱ تا ۱۶)

اس واقعہ کے چند روز بعد سبت کا دن آیا اور ایک مالدار یہودی نے جو علماء کا سردار بھی تھا آپ کی دعوت کی۔ ناظرین کو شاید یہ خیال ہو کہ جب یہودی آپ سے اسقدر ناراض تھے تو وہ آپ کو اپنے یہاں مدعو کیوں کرتے تھے سو اسکا جواب یہ ہے کہ وہ لوگ محبت کی راہ سے آپ کو مدعو

نہیں کرتے تھے بلکہ اس دعوت میں بھی دشمنی کا پہلو مخفی ہوتا تھا، وہ اسلئے آپ کو بلاتے تھے شاید آپ کے اقوال یا افعال سے کوئی بات ایسی ہاتھ لگ جائے جسکی وجہ سے عوام الناس کو آپ کی طرف سے بدظن کیا جا سکے اور حکام وقت سے آپ کے خلاف ریشہ دوانی کیجا سکے لیکن آپ ہمیشہ اُن کی دعوت قبول کرتے تھے کیونکہ آپ اُن سے ڈرتے نہ تھے، چنانچہ وقت مقررہ پر آپ وہاں تشریف لیگئے۔ بڑے بڑے یہودی علمار آپ کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے۔ قضارا ایک جلندہر کا مریض بھی وہاں موجود تھا، آپنے اس جماعت علمار سے ایک معمولی سا سوال کیا "کیا سبت کے دن کسی مریض کو تندرست کرنا جائز ہوگا؟" اس چھوٹے سے سوال نے یہود کو بڑی مشکل میں ڈالدیا۔ اگر وہ کہتے ہیں کہ جائز ہے تو اپنی قومی روایات ہاتھ سے جاتی ہیں اور خود ساختہ مراسم کا تار و پود بکھرا جاتا ہے، اور اگر یہ کہتے ہیں کہ جائز نہیں ہے تو لوگوں کے سامنے شقاوت قلبی کا اظہار خود اپنی زبان سے ہوتا ہے، دنیا کا خیال دامنگیر ہوتا ہے کہ لوگ کہا کہینگے کہ ایک مریض کو صحت یاب ہونے سے باز رکھتے ہیں اور حقیقت یہ تھی کہ دلوں میں چور تھا۔ خوب جانتے تھے کہ سبت کے دن کسی مریض کو تندرست کرنا کوئی گناہ کی بات نہیں ہے۔ لہذا خاموشی کے سوائے کوئی چارہ کار نہ دیکھا۔ حضرت مسیحؑ نے خاموشی کو نیم رضا کا مرادف خیال کرکے اُس مریض کو اپنے پاس بلایا اور اسکے پیٹ پر ہاتھ پھیرا۔ وہ شخص اُسی وقت اچھا ہوگیا۔ اِسکے بعد آپ نے حسب عادت مجمع سے خطاب کیا "اے لوگو! تم میں سے کون ایسا بے رحم ہوگا جسکا بیٹا سبت کے دن کسی گڑھے میں گرپڑے اور وہ سبت کی وجہ سے اُسے اُس مصیبت سے رہائی دینے یا دلانے سے باز رہیگا؟ علمار یہود جو اپنی جگہوں پر آپ کو ملزم بنانے کے لئے بیتاب ہورہے تھے اس سوال سے دم بخود ہوگئے اور کوئی کچھ نہ بولا۔

اسکے بعد کھانا چُنا گیا۔ آپنے معلوم کیا کہ فریسی عمدہ اور نمایاں جگہوں پر بیٹھنے

کے لئے ایسے بیتاب ہو رہے تھے گویا اسکے علاوہ اور کوئی مقصد ہی ان کی زندگیوں کا نہیں ہے۔ اُن میں سے ہر شخص اس فکر میں تھا کہ صدر مقام پر میں بیٹھوں، میرے سوائے کوئی نہ بیٹھے۔ لہذا آپ نے ان کی اس اخلاقی کمزوری کو مشاہدہ فرما کر ان سے خطاب کیا "جب تم لوگ کسی دعوت میں جاؤ تو اس کوشش میں نہ لگو کہ اعلیٰ جگہ ملے اور نہ خود اعلیٰ مقام پر بیٹھو، مبادا تمہارے بعد کوئی شخص تم سے معزز تر آئے اور تمھیں طوعاً و کرہاً وہ جگہ اسکے لئے خالی کرنی پڑے، مبادا میزبان تمہارے پاس آکر یوں کہے "براہِ کرم آپ اس جگہ سے اٹھ جائیں اور وہاں جا بیٹھیں" بس ساری محفل میں تمہاری شیخی کرکری ہو جائیگی۔ لہذا مناسب یہ ہے کہ اپنے رتبہ سے کمتر مقام پر بیٹھو تاکہ میزبان جب تمھیں ادنیٰ جگہ پر بیٹھے ہوئے دیکھے تو فوراً تمہارے پاس آکر کہے "جناب! آپ کہاں بیٹھ گئے، یہ جگہ تو آپ کے لائق نہیں ہے، آیئے وہاں چل کر تشریف رکھئے" بس ساری محفل میں تمہاری عزت ہوگی"! اس نصیحت سے دینداری بھی پیدا ہو سکتی ہے کیونکہ دنیاوی معاملات میں عزت کے خواہاں کو اکثر تلخ تجربات اُٹھانے پڑتے ہیں اُسی طرح روحانیات میں بھی جو شخص اپنے آپ کو دوسروں سے بالا سمجھتا ہے اور دوسروں کو حقیر گردانتا ہے اس میں غرور اور رعونت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ عیب مثل گھن کے اسکی ساری نیکیوں کو برباد کر دیتا ہے اور اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ شخص ذلیل و خوار کیا جاتا ہے لیکن جو شخص عاجزی اور فروتنی اختیار کرتا ہے وہ انجام کار معزز اور مفتخر کیا جاتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کی بادشاہت میں مغرور اور خود بین انسان کا گذر نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ کے حضور میں تو وہی شخص بار پا سکتا ہے جو حلیم اور فروتن ہے۔ بعد ازاں آپ نے میزبان سے خطاب کیا:

"جب تم دعوت دو تو خیال رہے کہ خویش و اقربا، دوست احباب اور مالدار طبقہ کے لوگوں کو نہ بلاؤ کیونکہ وہ اس ضیافت کا بدلہ کر سکتے ہیں اور وہ دوسرے دن تمھیں

مدعو کر سکتے ہیں، اور تمہارا احسان ادا کر سکتے ہیں۔ اسلئے اُن کی جگہ مسکین، مفلس، اور نادار آدمیوں کو بلاؤ اور اُن پر احسان کرو۔ کیونکہ وہ تمھیں اپنے یہاں نہیں بُلا سکتے۔ پس اُن کے عوض اُن کا خالق تمہارے ساتھ سلوک کریگا اور اس مہربانی پر جو تم اُسکے بندوں پر کروگے، اجر عظیم عطا فرمائیگا"۔

ضیافت کی تمثیل

(دیکھو انجیل لوقا ۱۴: ۱۵ تا ۲۴)

اس موقعہ پر کسی نے کہا "مبارک ہے وہ شخص جو آسمانی بادشاہت میں مدعو کیا جائیگا"۔ آپ نے اُس شخص کی بات سُنکر اندازہ لگایا کہ اُس شخص نے یہ بات محض اسلئے کہی کہ اپنی دینداری عوام پر ظاہر کرے اور علاوہ اسکے اس نے اپنی دانست میں آپ کے اقوال کی اصلاح کی تھی یعنی آپ تو عام ضیافتوں کا ذکر کرتے ہیں اُس میں شریک ہونے کے قواعد بتاتے ہیں لیکن میری رائے میں بڑی بات یہ ہے کہ آدمی آسمانی بادشاہت میں مدعو ہو۔ پس آپ نے مناسب سمجھا کہ اُسکے خیال کی اصلاح کریں یعنی مدعو ہونا کوئی فخر کی بات نہیں ہے۔ فخر کی بات یہ ہے کہ آدمی اُس دعوت کو قبول کر سکے اور وقت مقررہ پر وہاں پہونچ سکے۔ محض مدعو ہو کر، کوئی شخص آسمانی ضیافت سے بہرہ یاب نہیں ہو سکتا۔ نفع تو اُسی وقت حاصل ہوگا جب وہ وقت مقررہ پر وہاں عملی طور پر شریک ضیافت ہوگا لہذا آپ نے ایک تمثیل بیان فرمائی:-

ایک بادشاہ نے بڑی بھاری ضیافت کی اور اپنی بادشاہت کے تمام اُمراء وزراء کو مدعو کیا۔ وقت مقررہ پر ملازم لینے گیا تو ایک نے کہا "بادشاہ سلامت سے کہدینا کہ اسوقت میں اپنے کھیت کی پیداوار دیکھنے جا رہا ہوں اور یہ کام بڑا ضروری ہے افسوس کرتا ہوں کہ اسوقت حاضر نہیں ہو سکتا"۔ دوسرے کے پاس گیا اس نے کہا "بادشاہ سلامت سے عرض کرنا کہ مجھے اپنی نجی ضروریات کے لئے

کچھ گھوڑے اور بیل خریدنے ہیں، میں بازار جارہا ہوں اور افسوس ہے کہ شریک ضیافت نہیں ہوسکتا"۔ تیسرے کے پاس گیا، اس نے کہا "بادشاہ سلامت سے کہنا کہ آج میری شادی ہونے والی ہے اسکا سرانجام بہت ضروری ہے لہذا میں شریک جلسہ ہونے سے معذور ہوں۔ جب اس ملازم نے اُمراء کے یہ پیغامات بادشاہ کی خدمت میں پہونچائے تو اُسے ان لوگوں کی باتوں پر بہت غصہ آیا اور طیش میں آکر نوکر کو حکم دیا "ان نالائق اور ناشکرے لوگوں کی جگہ جو بھی آتا جاتا کسی گلی کوچہ میں ملے بلا تامل ہماری دعوت میں بلالاؤ"، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، ہر شاہ جو ملا وہ شاہی محل کی طرف روانہ کیا گیا۔ اور ہزاروں آدمی دسترخوان پر پہونچ گئے۔ نوکروں نے دوبارہ عرض کی "حضور اب بھی بہت سے مہمانوں کے لئے جگہ خالی ہے"۔ بادشاہ نے کہا "اچھا دیہات میں جاؤ اور وہاں کے لوگوں کو بلالاؤ۔ میں چاہتا ہوں کہ جگہ خالی نہ رہے"۔ پس دور دراز گانوؤں کے لوگ بھی آکر شریک ضیافت ہوگئے۔ بادشاہ دوران ضیافت میں مہمانوں کے پاس آیا اور کہنے لگا "اگرچہ میں نے اس تقریب پر اپنی سلطنت کے ارکان واعیان کو طلب کیا تھا لیکن انھوں نے میری دعوت کو ٹھکرادیا اور پہلے درجہ کی ناشکرگذاری ظاہر کی لہذا میں اُن سے ناراض ہوں اور ان کی جگہ وہ لوگ مدعو ہوئے جنھیں وہ ذلیل وخوار سمجھتے ہیں۔ آج میں دیکھتا ہوں کہ اُمراء کی نشستوں پر فقراء بیٹھے ہیں۔ جو شخص میرا کہنا نہ مانیگا میں ضرور اسکی جگہ کسی معمولی آدمی کو دیدونگا۔ مگر اُن کے نہ آنے سے ضیافت بند نہیں ہوسکتی"۔

سواے عزیزو! بُلاوا تو بہتوں کے لئے ہوتا ہے مگر جاتے بہت کم لوگ ہیں پس دراصل مبارک وہ لوگ ہیں جو دعوت کو قبول کرکے وقت مقررہ پر حاضر ہوتے ہیں اور میزبان کی مہربانیوں کے مستحق بنتے ہیں اور اسکے ساتھ شریک طعام ہونے کی عزت حاصل کرتے ہیں۔

حاضرین میں سے ایک شخص نے اس تمثیل کا مطلب دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا "دینداری اور اطاعت کی تحریک تو ہر شخص کے دل میں خدا کی طرف سے ڈالی جاتی ہے۔ لیکن ہم میں سے بہت کم لوگ اُس صدا پر لبیک کہتے ہیں۔ ضمیر کی آواز ہر شخص کے کان میں آتی ہے لیکن تھوڑے ہیں جو اس آواز کو سُنتے اور سمجھتے ہیں۔ اور جب ہم اس تحریک باطنی کی قدر واقعی نہیں کرتے تو یہ قوت مر جاتی ہے اور ہم شیطانی خیالات و مقالات کا شکار ہو جاتے ہیں۔ پس ہم تو محروم رہ جاتے ہیں اور جو لوگ اُس تحریک کے موافق کام کرتے ہیں وہ انعام الٰہی کے حقدار ہو جاتے ہیں۔ اسکے بعد آپ وہاں سے رخصت ہوئے۔

حقیقی مومن کی شناخت

(دیکھو انجیل لوقا ۱۴: ۲۵ تا ۳۵)

جب آپ نکلے تو بہت سے لوگ آپ کے ہمراہ ہو گئے تاکہ کچھ اور باتیں سُننے کو مل جائیں۔ آپ نے اس مجمع کا رجحان طبع دیکھ کر فرمایا "اے لوگو! جو شخص میرا شاگرد بننا چاہتا ہے یا میرا ساتھ دینا چاہتا ہے اُسے لازم ہے کہ مجھے اپنے والدین، برادران، خواہران، خویش و اقربا، سب سے زیادہ عزیز رکھے بلکہ مجھ کو اپنے نفس پر ترجیح دے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو مومن نہیں اور نہ شاگردی کے لائق ہے۔ میرا ساتھ وہی دے سکتا ہے جو میری خاطر ساری دنیا پر لات مار دے اور جو میری خاطر تمام عیش و آرام کو بالکل قربان کر دے۔ سوچو تو سہی، تم میں سے کون ایسا ناعاقبت اندیش ہوگا جو عمارت بنانے سے پہلے تمام اخراجات کا تخمینہ نہ کریگا۔ مبادا بنیادیں اُٹھ جانیکے بعد ترجیح نہ رہے اور مفت میں جگ ہنسائی ہو۔ لوگ کہیں عجیب بیوقوف آدمی ہے، پیسہ پاس نہ تھا مکان کی بنیادیں کھودنے سے کیا فائدہ ہوا؟ یا کون بادشاہ اسقدر بیوقوف ہوگا کہ دشمن کا مقابلہ کرنے سے پہلے یہ نہ دیکھ لیگا کہ میرے پاس کافی فوج اور سامان جنگ بھی ہے یا نہیں؟ پس اسی طرح جسکے دل میں یہ خواہش ہو کہ میری پیروی کرے اُسے لازم ہے کہ پہلے اس امر کو ذہن نشین کرے کہ وہ میری خاطر جان دینے کے لئے تیار ہے یا نہیں۔ وہ پہلے اپنے دل کو

اچھی طرح ٹٹول لے۔ اگر اسکے دل میں زن زر زمین کی محبت جاگزین ہے تو وہ اپنا نام دفتر عشاق میں ہرگز نہ لکھوائے یعنی میری شاگردی کا خیال بھی دل میں نہ لائے۔ پہلے جان سے ہاتھ دھو بیٹھے تب پیروی کا نام لے۔

تمثیل

(دیکھو انجیل لوقا ۱۵: ۱ تا ۱۰)

دوسرے دن جب آپ راہ میں چلے جا رہے تھے تو بہت سے لوگ جو اچھوت اقوام میں سے تھے اور یہود انہیں چنڈال سے بدتر سمجھتے تھے آپکے ساتھ تھے۔ اور آپ اُن کو وعظ و نصیحت فرماتے جا رہے تھے۔ ان لوگوں کے لئے آپ کی ہستی ایک نعمت غیر مترقبہ تھی۔ کیونکہ یہودی علما تو اُن بیچاروں سے بات کرنا کسر شان سمجھتے تھے اور اگر ان کا سایہ پڑ جاتا تو شرعی غسل واجب ہو جاتا تھا لیکن آپ ان لوگوں کو بھی انسان یعنی آدم ؑ کی اولاد سمجھتے تھے اور آسمانی بادشاہت کی خوشخبری انھیں سناتے تھے۔ اور وہ لوگ اکثر اوقات حیران ہوتے تھے کہ آپ یہودی ہو کر کس طرح اُن کے ساتھ مل جل کر باتیں کرتے ہیں۔ بہر حال آپ کا دلنواز طرز عمل اُن کے لئے باعث صد دلچسپی تھا اور وہ خوش خوش آپکے ہمراہ تھے۔ یہودی علما نے جب یہ دیکھا تو کہنے لگے "یہ شخص بھی مجموعہ اضداد نظر آتا ہے، اپنے آپ کو مامور من اللہ کہتا ہے اور اس قماش کے لوگوں سے ملتا جلتا ہے جنکے ہاتھ کا چھوا ہم کبھی نہ کھائیں"۔ آپ نے ان کوتاہ بینوں کا یہ فقرہ سنکر وہیں قیام کیا اور فرمایا کہ تم میں سے کون ایسا لاپروا ہوگا جسکی سو بھیڑیں ہوں اور انہیں سے ایک گم ہو جائے تو وہ ننانوے کو چھوڑ کر اُس ایک کی تلاش میں نہ نکلیگا اور جنگل بیابان میں مارا مارا نہ پھریگا اور جب اسے پالیگا یعنی حاصل کرلیگا تو کاندھوں پر چڑھا کر اپنے گھر نہ لائیگا اور اپنے دوستوں سے نہ کہیگا کہ خوشی کرو۔ میری بھیڑ گم ہوگئی تھی سو آج مجھے مل گئی"۔ پس میں تم سے کہتا ہوں اسی طرح آسمان پر بھی خوشی ہوتی ہے جب کوئی گمراہ شخص راہ راست پر آتا ہے اور خدا کی بادشاہت میں داخل ہوتا ہے۔

کون عورت ہوگی جسکا ایک درم گم ہوجائے تو وہ چراغ لیکر گلی میں تلاش نہ کرے گی اور جب تک اُسے ڈھونڈھ نہ لیگی چین سے نہ سو سکے گی۔ اور جب تلاش کر لیگی تو ہمسایوں سے نہ کہیگی، خوشی کرو میرا درہم گم ہوگیا تھا پر خدا کا شکر ہے کہ مل گیا"۔ یاد رکھو اسی طرح جب ایک گنہ گار انسان دولتِ ایمان حاصل کرتا ہے اور ہدایت پاتا ہے تو آسمان پر خوشی ہوتی ہے، خدا کے پاک فرشتے آپس میں ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہیں کہ ایک بندہ خدا کا، جو آوارہ بھٹکتا ہوا پھر رہا تھا، پھر خدا کے گھر میں واپس آگیا۔

مسرف بیٹے کی تمثیل

(دیکھو انجیل لوقا ۱۵: ۱۱ تا ۳۲)

ایک آدمی کے دو بیٹے تھے۔ ایک روز چھوٹے بیٹے نے باپ سے کہا "اے باپ! جائداد میں سے شرعی طور پر جو حصہ مجھے پہونچتا ہے عنایت کیجیے"۔ باپ نے جب اسکی یہ مرضی دیکھی تو اُسکا حصہ اسکے حوالہ کر دیا۔ وہ آدمی عیاش طبع تھا، اپنا حصہ فروخت کر کے اور روپے لیکر کسی دوسرے شہر میں چلا گیا اور وہاں ساری دولت عیاشی میں صرف کر دی حتیٰ کہ نانِ شبینہ کو بھی محتاج ہوگیا۔ مرتا کیا نہ کرتا بھیک مانگنی شروع کر دی، جو کسی نے دیا کھا لیا اور رات کو کسی درخت کے نیچے سو گیا غرض پیٹ پالنا تھا پالتا رہا۔ قضائے کار اُس شہر میں قحط پڑا اور بھیک ملنی بند ہوگئی، اگر کسی کے پاس ایک روٹی ہوتی تو وہ خود کھاتا نہ کہ اسے دیتا۔ لہذا یہ شخص تن بہ تقدیر دوسرے شہر میں گیا اور وہاں ایک زمیندار کے ہاں جا کر نوکری کر لی، اُس نے اپنے کھیتوں کی رکھوالی پر تعینات کر دیا۔ اب یہ گردشِ روزگار کے ہاتھوں مخدوم سے مسکین اور مسکین سے خادم بن گیا اور جلتی دھوپ میں ننگے سر ننگے پاؤں کھیت کھیت مارا مارا پھرنے لگا کچھ دن بعد آقا نے چند سؤر بھی اسکے سپرد کر دیے کہ لگے ہاتھوں ان کو بھی چرایا کرو۔

مرتا کیا نہ کرتا آدمیوں سے دور، حیوانوں سے سابقہ، نہ چارپائی نہ بستر، غرض عجب حالت تھی۔ ایک دن یہ نوجوان کسی کھیت کے کنارے بیٹھا ہوا اپنی بدقسمتی پر آنسو بہا

آنسو رو رہا تھا۔ روتے روتے خیال آیا کہ کیا تقدیر کی گردش ہے۔ میری یہ حالت ہے کہ سؤر چرا رہا ہوں اور دن بھر دھوپ میں جلتا ہوں تب چار دانے شام کو میسر آتے ہیں، اور میرے باپ کے یہاں خدا کا دیا سب کچھ موجود ہے، جو آرام اور عیش وہاں میرے باپ کے نوکروں کو حاصل ہے وہ مجھے کبھی خواب میں بھی نہیں دکھائی دیتا۔ لہذا مجھے پھر اپنے باپ کے پاس جانا چاہیئے اور اسکے قدموں پر گر کر معافی مانگنی چاہیئے کہ اے باپ! میں نے تیرا اور خدا کا دونوں کا بہت قصور کیا ہے اور میں اب اس قابل تو نہیں ہوں کہ تیرا بیٹا بن سکوں۔ لیکن امیدوار ہوں کہ تو مجھے اپنا نوکر سمجھ کر اپنے گھر رکھ لے اور جہاں اور لوگ تیرے ان کام کاج کرتے ہیں اور روٹی کھاتے ہیں وہاں ایک میں سا بھی سہی۔ یہ خیال کر کے وہ جوان وہاں سے چلدیا اور اپنے شہر میں پہونچا۔ گھر کے قریب آیا تو اتفاقاً باپ سامنے آتا مل گیا۔ باپ فرطِ محبت سے بیتاب ہو کر اسکی طرف دوڑا اور گلے سے لگا لیا اور بہت پیار کیا۔ لڑکے نے کہا "اے باپ! میں اس قابل نہیں ہوں کہ تیرا بیٹا کہلاؤں۔ میں نے ایسی نالائقی کی ہے کہ بیان سے باہر ہے، تو مجھے معاف کر اور اپنے نوکروں میں شامل کر لے"۔ لیکن باپ اُسے اپنے ساتھ گھر لایا اور نوکروں کو حکم دیا کہ "میرے بیٹے کو حمام میں لیجاؤ۔ خوشبوؤں سے ملکر نہلاؤ اور گھر میں بہترین لباس جو مہیا ہو سکے اسے پہناؤ"۔ چنانچہ خدام اُس جوان کو حمام میں لیگئے بہت محبت کے ساتھ مل مل کر نہلایا اور عمدہ جوڑا پہنایا۔ پھر اسکے باپ کی خدمت میں لیکر آئے۔ باپ نے سینے سے لگایا، خوب سا پیار کیا اور سونے کی انگشتری انگلی میں پہنائی۔ پھر خانساماں کو بلا کر حکم دیا "جاؤ اور خوب موٹا تازہ بچھڑا ذبح کر کے پلاؤ پکاؤ۔ اور دوسرے عمدہ کھانے تیار کرو، پھر نوکروں سے کہا جاؤ تمام دوست احباب کو مدعو کرو اور میری طرف سے انہیں پیغام پہونچا دو کہ میرا بیٹا مر گیا تھا، آج خدا کے فضل سے زندہ ہو گیا، گم ہو گیا تھا۔ لیکن آج صحیح و سالمت مجھے مل گیا۔ شام کے وقت بڑا بیٹا کھیت سے واپس آیا تو اسنے

طبلہ سارنگی کی آواز سُنی۔ متعجب ہوکر نوکروں سے پوچھا" آج کیا بات ہے جو اس قدر ساز و سامان ہو رہا ہے اور یہ گانا بجانا کس کی خوشی میں ہو رہا ہے"۔ انھوں نے جواب دیا "جناب! آپ کا چھوٹا بھائی آج پردیس سے واپس آیا ہے اسکے آنیکے باعث آپکے والد صاحب نے یہ جلسہ منعقد کیا ہے" یہ سُنکر اُسے بہت غصہ آیا۔ مارے غصہ کے گھر کے اندر نہ گیا۔ باپ کو خبر لگی تو اُسے منانے آیا۔ اس نے کہا " اے باپ! برسوں سے میں تیری خدمت کر رہا اور کبھی کوئی بات تیری مرضی کے خلاف نہیں کی لیکن تو نے مجھے کبھی بکری کا بچہ بھی نہ دیا اور چار پیسے بھی میرے ہاتھ پر نہ رکھے کہ میں بھی اپنے دوستوں میں رنگ رلیاں مناتا لیکن اس نالائق اور نافرمانبردار کپوت کے آنے کی خوشی میں جسنے تیرا ہزاروں روپیہ بیدریغ پانی کی طرح بہا دیا۔ تو نے سب سے موٹا بچھڑا ذبح کروایا۔ اور اُسے پُرتکلف لباس پہنایا۔ آخر اسکی کیا وجہ ہے؟ باپ نے بڑے بیٹے کو سینے سے لگایا اور کہا " بیٹا! تم تو ہمیشہ سے میرے پاس ہی رہتے ہو اور جو کچھ میرا ہے وہ سب تمہارا ہی ہے لیکن اسوقت خوشی کرنیکا موقعہ ہے، کیونکہ تیرا چھوٹا بھائی مر گیا تھا اور اب خدا کے فضل سے زندہ ہو گیا۔

بیوفا ملازم کی تمثیل

(دیکھو انجیل لوقا ۱۶: ۱ تا ۱۳)

پھر آپنے شاگردوں سے مخاطب ہوکر یہ تمثیل بیان کی

" ایک دولتمند آدمی کا ایک خانساماں تھا جو اسکے گھر کا منتظم تھا اور سیاہ و سپید کا مالک تھا۔ کچھ عرصہ بعد دوسرے ملازموں نے آقا سے کہا " آپ کا مختار عام، آپ کی دولت لٹا رہا ہے اور اندھا دھند خرچ کر رہا ہے"۔ آقا نے اُس منتظم خانہ کو اپنے پاس بلایا اور کہا " دوسرے ملازم تیرے اوپر اسراف کا الزام لگاتے ہیں اسکی کیا وجہ ہے؟ بہتر ہے کہ فرد حساب مرتب کر اور مجھے دکھا"۔ اس مختار نے درحقیقت آقا کے مال میں خیانت کی تھی، لہذا اُسے بڑی فکر دامنگیر ہوئی، کیونکہ درحقیقت اس نے جا و بیجا

صرف کیا تھا۔ اُس نے اپنے دل میں کہا "جسوقت میرا مالک حساب کتاب کی جانچ پڑتال کریگا یقیناً میں مجرم ثابت ہونگا اور وہ مجھے برخاست کردیگا تو میں کدھر جاؤنگا۔ مزدوری مجھ سے ہو نہیں سکتی، اور بھیک مانگتے ہوئے شرم آتی ہے، کوئی عزیز یا رشتہ دار نہیں جسکے پاس جا رہونگا، بس ایک صورت سمجھ میں آتی ہے۔ لاؤ مالک کے قرضداروں کے ساتھ حتی الوسع رعایت و مراعات کردوں تاکہ جب یہاں سے نکالا جاؤں تو انہیں سے کوئی تو میری مدد کریگا" یہ خیال کرکے اُس نے تمام کاشتکاروں کو بُلایا۔ ایک سے کہا "کہو بھائی تمپر کسقدر واجب ہے؟" اُسنے کہا "جناب! میرے اوپر سنو پیپہ تیل واجب ہے" تب مختار نے کہا "اچھا پہلی دستاویز تو چاک کردو اور دوسری لکھدو کہ مجھپر پچاس پیپہ تیل واجب ہے" دوسرے سے پوچھا "میاں تمپر کیا آتا ہے؟ اس نے کہا "جناب! مجھے سنو بوری گیہوں دینے ہیں" اس نے کہا یہ لو اپنی پرانی دستاویز، اسے چاک کردو اور دوسری لکھدو کہ مجھے پچاس بوری گیہوں دینے ہیں۔ الغرض اسی طرح اُس نے تمام مقروض لوگوں کے ساتھ سلوک کیا۔ اسکے آقا نے یہ سُنا تو اُسے اپنے پاس بُلایا اور کہا "بیشک تو قصوروار ہے اور میں تجھ سے ناراض ہوں لیکن با اینہمہ تیری دور اندیشی کی تعریف کرتا ہوں" اور حقیقت یہ ہے کہ اس دنیا کے لوگ ان معاملات میں، روحانی اور نوری آدمیوں سے کہیں زیادہ عقلمند واقع ہوئے ہیں"

پس میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اُس مختار سے سبق لو، اور اگر تمھارے پاس دولت ہو تو اس کے ذریعہ آسمان پر دوست پیدا کرلو تاکہ تمہارے کام آئے، یاد رکھو دولت کا اس سے مفید تر کوئی استعمال نہیں ہوسکتا کہ تم اُسے خدا تعالیٰ کی راہ میں صرف کرو۔ محتاجوں، مسکینوں، حاجتمندوں اور یتیموں پر صرف کرو۔ ننگوں اور بھوکوں کی مدد کرو۔ رفاہ عام کے کام کرو۔ کنوئیں، سرائیں، مدرسے، مسافر خانے تعمیر کراؤ۔ جوڑ جوڑ کر زمین میں دفن کرنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

اور یہ بھی یاد رکھو کہ دولت خدا تعالیٰ کے انعاموں میں ایک ادنیٰ انعام ہے۔ اگر تم اس معمولی نعمت کا صحیح استعمال نہ کروگے تو پھر بڑی بڑی نعمتیں تمھیں ہرگز نہ ملیں گی۔ جو آدمی چار پیسوں کے معاملہ میں راستباز اور امین نہیں ہے وہ چار ہزار کے معاملہ میں کب دیانتداری ظاہر کرسکتا ہے؟ اور جو شخص دوسرے کے حقوق کی پوری نگہداشت نہیں کرسکتا، اس کے حقوق بھی محفوظ نہیں رہ سکتے۔

جب فقیہوں اور فریسیوں نے یہ باتیں سُنیں تو بہت بگڑے، کیونکہ یہ لوگ عموماً لالچی اور طماع ہوتے تھے، اسلئے یہ باتیں سُنکر آپ کو بُرا بھلا کہنے لگے۔ آپ نے اُن کے طعن سُن کر یوں ارشاد فرمایا "تم لوگ گندم نما جو فروش ہو، دنیا کی نظروں میں اچھے بنے ہوئے ہو لیکن تمھارے باطن کا حال سراسر خراب ہے مگر یاد رکھو کہ تم مخلوق کو فریب دے سکتے ہو خالق کو نہیں دے سکتے، وہ تمھارے دل کے ارادوں سے بخوبی واقف ہے۔ تم دنیا کی نظروں میں مقبول ہونے سے خدا کی نظروں میں مقبول نہیں ہوسکتے"۔ اسکے بعد آپنے یہ تمثیل بیان فرمائی:-

(دیکھو انجیل لوقا ۱۶: ۱۹ تا ۳۱)

مالدار اور فقیر

ایک دولتمند شخص کے دروازہ پر ایک فقیر لعزر نامی پڑا رہتا تھا جو سرتا پا نکبت و افلاس کی زندہ تصویر تھا، بیچارہ دکھوں سے عاجز، ضعیف، اندھا اور لنگڑا غرض آفت کا مارا تھا۔ چونکہ موت سے پہلے کوئی شخص مر نہیں سکتا۔ لہذا وہ شخص زندہ درگور تھا اور زندگی کے دن پورے کر رہا تھا۔ اور یہ دولتمند آدمی خوب چاق چوبند اور خوش وخرم تھا۔ روز نیا ریشمی لباس پہنتا اور مرغن غذائیں کھاتا، اور دسترخوان کے بچے کھچے ٹکڑے اس بیکس لعزر کے سامنے لاکر ڈالدئے جاتے تھے۔ اور چند پالتو کتے بھی لعزر کے ساتھ شریک طعام ہوجاتے۔ خیر خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ بیچارہ لعزر دن پورے کرکے اپنے اصلی گھر سدھارا۔ مگر اس دولتمند نے کبھی یہ بھی نہ پوچھا کہ وہ اپاہج جو دروازہ کے پاس پڑا رہتا تھا کہاں گیا، وہ اپنی جوانی کے نشہ میں مست تھا، اُسے کسی کا کیا فکر تھا؟ چند روز کے بعد

یہ دولتمند آدمی بھی حضرت عزرائیل کے دست تصرف میں آگیا اور بڑی شان و شوکت
کے ساتھ اول منزل پہونچایا گیا رات کو جب اس دولتمند نے آنکھ کھولی تو اپنے آپ کو دوزخ
میں پایا، جہاں آگ کے شعلے اس کے تار پر ورہ جسم کو جھلسائے دیتے تھے۔ غرض اسی کرب و بےچینی
کے عالم میں اس نے دیکھا کہ بہت دور فاصلہ پر حضرت ابراہیمؑ ایک خوشنما باغ میں تشریف
فرما ہیں اور وہ وکھیار العزر جو دنیا میں بالکل بے یار و مددگار تھا، ان کی گود میں لیٹا ہوا
جنت کے مزے لے رہا ہے۔ جب اس دولتمند نے یہ حیرت انگیز نظارہ دیکھا تو دل میں کہنے
لگا یہ کیا معاملہ ہے؟ لعزر میں ایسی کونسی خوبی تھی کہ وہ ایسی اعلیٰ جگہ آرام کر رہا ہے اور ابراہیمؑ
جیسے اولوالعزم نبی کی گود میں لیٹا ہے پس اس نوگرفتار بلا نے حضرت ابراہیمؑ کو پکارا
"اے باپ! خدا اس لعزر کو میرے پاس بھیج دیجئے تاکہ دو بوند ٹھنڈا پانی میرے حلق
میں ٹپکا جائے، مارے پیاس کے مرا جاتا ہوں" حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا "اے شخص جب
تو دنیا میں تھا تو تجھے ہر طرح کا آرام حاصل تھا اور یہ شخص فقر و فاقہ میں بسر کرتا تھا۔ لہذا عقبیٰ
میں لعزر کو ہر طرح کا آرام حاصل ہے اور تو اسکی جگہ ہے۔ تجھکو یہ سزا اسوجہ سے ملی کہ جب تجھے
موقعہ حاصل تھا اسوقت تو نے یہاں کے لئے کچھ سامان مہیا نہ کیا۔ حالانکہ تجھے اس امر کا کافی
موقعہ دیا گیا تھا کہ آیندہ کے لئے کچھ سامان کرلے، اور لعزر کو یہ جزا اس لئے ملی کہ وہ اس
تکلیف کی حالت میں بھی شکر کرتا تھا۔ آج لعزر کے اور تیرے درمیان ایک خلیج حایل ہے
جسے کوئی شخص عبور نہیں کر سکتا، تو ادھر نہیں آسکتا اور لعزر اُدھر نہیں جا سکتا۔ تب اس
شخص نے ناامید ہو کر کہا "اے باپ! اگر لعزر میرے پاس نہیں آسکتا تو کم از کم اُسے
میرے گھر ہی بھیجدیجئے تاکہ وہ میرے خویش و اقربا کو یہ بات سمجھا دے کہ میں گرفتار
عذاب ہوں، تم میری طرح غافل نہ رہنا، شاید وہ بچ جائیں" حضرت ابراہیم نے فرمایا
"تو ان کا فکر نہ کر۔ وہاں حضرت موسیٰ کی شریعت اور حاملان شریعت یعنی انبیائے بنی اسرائیل
موجود ہیں، جن کا کام ہی دن رات یہ ہے کہ لوگوں کو آیندہ سے خبردار کریں اور بتائیں کہ یہ دنیا

دار العمل ہے۔ آخرت کا سفر یقینی ہے اور وہاں کے لئے زادِ راہ ضروری ہے۔ پس اگر وہ اُن کا کہا مان لیں گے تو لعزر کے جانے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر انہوں نے ان کا کہا نہ مانا تو یہ لعزر کس شمار و قطار میں ہے اس دکھیا کی کون سُنے گا۔

عفو (معافی) اور ایمان کی تلقین

(دیکھو انجیل لوقا ۱۷: ۱ تا ۱۰)

پھر آپ نے شاگردوں کو کہا "دنیا میں بُرائی ضرور پائی جائے گی لیکن افسوس ہے اُس شخص کی حالت پر جو بدی کا ارتکاب کرتا ہے۔ آزمائش بھی آئے گی مگر افسوس ہے اُس شخص کی حالت پر جو اپنے بھائی کو ٹھوکر کھلانے کا موجب ہوگا یعنی جو دوسرے کو آزمائش میں ڈالنے کے۔ اگر اُس شخص کے گلے میں پتھر باندھ کر سمندر میں ڈالدیا جائے تو اسکے لئے بہتر ہوگا۔ اگر تمھارا بھائی یا ہمسایہ تمھارے ساتھ بُرائی کرتا ہے تو اُسے اس نازیبا فعل پر سرزنش کرو۔ اگر وہ اپنی خطا کو تسلیم کرے تو اسے معاف کردو۔ اور اگر وہ سات بار بدی کرے اور پھر سات بار معافی کا خواستگار ہو تو اُسے کشادہ دلی سے معاف کردو" شاگردوں نے کہا "جناب کوئی ایسی صورت بتائیے کہ ہمارے ایمان میں ترقی ہو" آپ نے فرمایا "تم تو ترقی کے خواہشمند ہو۔ میں یہ کہتا ہوں کہ خالص ایمان اگر ایک رائی کے دانہ کی برابر بھی تمھارے دل میں ہوگا تو جو مانگو گے سو پاؤ گے اور ہر بات تمھارے لئے ممکن ہو جائیگی۔ اگر پہاڑ سے کہو گے کہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر تمھارے پاس چلا آ تو بلا تکلف چلا آئے گا۔ یقین جو ناممکن ہے وہ ممکن ہو جائے گی۔ اپنے اندر خالص ایمان پیدا کرو۔ دولتِ ایمان سے بڑھ کر کوئی شے نہیں ہے۔ مومن خدا کا محبوب ہوتا ہے لیکن تم میں سے کون ہے جو اپنے اس نوکر سے جو شام کے وقت دن بھر دھوپ میں ہل چلا کر واپس آیا ہے یہ کہیگا کہ "آ میرے ساتھ کھانے بیٹھ" بلکہ عموماً یہی کہینگے کہ ادھر آ میرے پاؤں داب۔ یا کھانا تیار کر۔ اور جب وہ کھانا تیار کر چکیگا تو پھر کہا جائیگا کہ "چل نکل جا اور چلدے" ایمان اسی صورت میں پیدا ہو سکتا ہے جبکہ تم بنی نوعِ آدم کے ساتھ حسنِ سلوک روا رکھیں اور دوست انسان کو بھی مثل اپنے انسان [illegible]

سمجھیں، اور اکثر اوقات دل میں سوچیں کہ اگر دوسرا شخص میرے ساتھ ایسا ہی سلوک کرے جیسا میں اوروں کے ساتھ کرتا ہوں تو مجھے کیسا معلوم ہوگا

لعزر کا دوبارہ زندہ ہونا

(دیکھو انجیل یوحنا: ۱۱ باب ۱ تا ۴۵) ناظرین کو بیت عینا کے خاندان کا حال یاد ہوگا جسکے افراد حضرت مسیح سے بہت محبت کرتے تھے۔ اس زمانہ میں ایسا ہوا کہ مریم کا بھائی لعزر بیمار پڑا۔ اور جب مرض نے شدید صورت اختیار کی تو دونوں بہنوں نے گھبرا کر ایک آدمی حضرت مسیح کے پاس روانہ کیا۔ اور چلتے ہوئے تاکید کی کہ جہاں کہیں آپ ہوں، ڈھونڈو اور کہو کہ جناب لعزر بہت سخت بیمار ہے جلد تشریف لائیے۔ اور اُسے تندرست کر دیجئے۔ حضرت مسیح کے متعلق معلوم تھا کہ آپ آج کل پیریا کے علاقہ میں وعظ فرما رہے ہیں۔ یہ مقام بیت عینا سے ایک دن کی مسافت پر تھا۔ چنانچہ دوسرے دن قاصد حضرت مسیح کی خدمت میں پہونچا اور لعزر کی بیماری کی خبر سنائی۔ لیکن آپ بدستور وعظ و نصیحت میں مشغول رہے کیونکہ پیریا کے علاقہ میں مخالفت نہیں تھی اور رات دن لوگ آپ کے پاس تعلیم حاصل کرنے آتے تھے۔ تیسرے دن آپ نے حواریوں سے کہا "میرا ارادہ یہودیا کے علاقہ میں جانے کا ہے۔ بیت عینا سے لعزر کی علالت کی خبر آئی ہے اور اُسے دیکھنے جانا ضروری ہے"۔ حواریوں کو آپ کے ارادہ کے علم سے بہت تعجب ہوا کیونکہ وہ تو یہ سمجھے ہوئے تھے کہ حضرت مسیح بوجہ مخالفت یہودیا کے علاقہ میں جانا نہیں چاہتے۔ حواریوں نے سب کام چھوڑ کر سامان سفر تیار کیا۔ جب چلنے لگے تو حواریوں نے دبی زبان سے عرض کیا "جناب ابکل کی بات ہے کہ یہود آپ کی جان کے خواہاں تھے اور آپ بڑی مشکل سے اُن کے نرغہ میں سے نکلکر یہاں آئے تھے۔ اب پھر انہیں دشمنوں کے درمیان کس لئے جا رہے ہیں؟" آپ نے فرمایا "کچھ فکر نہ کرو جب تک خدا کا حکم نہ ہو کوئی شخص مجھے آزار نہیں پہونچا سکتا۔ اب ہم لعزر کے ہاں جا رہے ہیں۔ وہ سو رہا ہے میں اُسے بیدار کرونگا"۔ حواریوں نے کہا جناب! ہم نے تو سنا تھا کہ مریض

کو سونا چاہیئے، سونے سے آرام ملتا ہے۔" آپ نے فرمایا "نیند سے میری مراد موت کی نیند ہے اگر میں یہاں موجود ہوتا تو لعزر زندہ ملتا مگر میں نے مناسب سمجھا کہ توقف کروں تاکہ وہ وفات پا جائے، اور دفن کر دیا جائے، تو میں اُسے قبر سے نکال کر زندہ کروں اور تمھارا ایمان مجھپر زیادہ مضبوط ہو جائے۔ کیونکہ اب بہت جلد میرے تمھارے درمیان جدائی ہونے والی ہے اور میرے بعد تمپر ہر قسم کی آزمائشیں آئیں گی۔ پس میں چاہتا ہوں کہ تمھارا اعتقاد اس قدر پکا ہو جائے کہ لاکھ مصیبتیں آئیں مگر تم ثابت قدم رہو۔

جب آپ بیت عینا کے قریب پہونچے تو ایک پوشیدہ اور محفوظ مقام میں شہر سے فاصلہ پر قیام فرمایا۔ اور ایک حواری کو قصبہ میں بھیجا کہ آبادی کی خبر لائے۔ جب وہ مارتھا کے مکان پر پہونچا تو دیکھا کہ بہت سے لوگ ماتم پرسی کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ اور مریم اور مارتھا دونوں اپنے کمرہ میں ننگے سر اور مضمحل بیٹھی ہوئی ہیں، تین دن سے سوائے مسور کی دال کے اور کچھ نہیں کھایا کیونکہ یہودی لوگ سات دن تک سوگ کرتے تھے اور سوائے مسور کی دال کے اور کچھ نہ کھاتے تھے۔ لوگ آ رہے تھے اور جا رہے تھے، کچھ باہر کے لوگ مقیم تھے۔ لعزر کو مرے ہوئے آج چوتھا دن تھا۔ حواری نے چپکے سے مارتھا کے کان میں کہا "حضرت مسیح تشریف لے آئے" آپ کا نام سنکر وہ کھڑی ہو گئی اور اُسی حالت میں برقعہ پہن کر حواری کے ساتھ آپ کی خدمت میں آئی اور رو کر کہنے لگی "اے مسیح! اگر آپ تین دن پہلے آجاتے تو لعزر نہ مرتا لیکن میں نے تو اسکی علالت کی خبر پانچ روز ہوئے آپ کو بھیجدی تھی پھر کیا بات ہوئی کہ آپ وقت پر تشریف نہ لا سکے" آپ نے فرمایا "مارتھا! غم نہ کر، لعزر دوبارہ زندہ ہو کر قبر سے اٹھیگا" مارتھا نے خیال کیا شاید آپ قیامت کے دن کی طرف اشارہ کر رہے ہیں، کہنے لگی "جی ہاں اس میں کیا شک ہے قیامت کے روز جب سب لوگ اٹھینگے وہ بھی اپنی قبر سے اٹھیگا" آپ نے فرمایا "اے مارتھا! جو مجھپر ایمان لائینگے وہ کبھی نہ مرینگے اور حیات ابدی کے وارث ہونگے۔ اے مارتھا! کیا تو میرا ایمان رکھتی ہے؟ مارتھا نے جواب دیا" بیشک میرا اعتقاد

رکھتی ہوں کہ آپ مسیح موعود ہیں اور منجانب اللہ ہیں، براہ کرم مجھے اجازت دیجئے کہ میں مریم کو آپ کے آنے کی اطلاع کردوں۔ یہ کہکر وہ آپ سے رخصت ہوئی اور مریم سے کہا "ہادی آیا ہوا ہے اور تجھ سے ملنا چاہتا ہے۔" آپ کا نام سنتے ہی مریم بے تابانہ اٹھی اور حیران آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور قدموں پر گر کے رونے لگی اور کہا "اگر آپ چار روز پہلے آجاتے تو میرا بھائی نہ مرتا۔" مریم نے یہ الفاظ کچھ اس انداز سے کہے کہ حضرت مسیح بھی آبدیدہ ہوگئے اور بہت ہمدردی کے لہجہ میں فرمایا "مریم! غم نہ کر، تیرا بھائی ابھی اسی وقت زندہ ہوگا ایسا تندرست اور خوش و خرم جیسا کہ چار روز پہلے تھا۔" چنانچہ آپ اسی وقت حواریوں کو لیکر لعزر کی قبر پر آئے اُدھر سے مارتھا اور اسکی رشتہ دار عورتیں قبر پر پہونچیں۔ یہ معلوم رہنا ضروری ہے کہ فلسطین میں ہندوستان کی طرح قبریں نہیں بناتے وہاں زمین پتھریلی ہے اسلئے پہاڑوں کے غاروں کو مقابر کی جگہ استعمال کرتے ہیں یعنی نعش کو کسی محفوظ غار میں رکھکر اوپر منہ پر پتھر ڈھک دیتے ہیں۔ چنانچہ لعزر بھی چادروں میں لپٹا ہوا اسی قسم کے ایک غار میں آرام کررہا تھا۔ آپ نے فرمایا "پتھر ہٹادو" حواریوں نے حکم کی تعمیل کی اور تمام لوگ بے صبری کے ساتھ آئندہ واقعات کا انتظار کرنے لگے، آپ غار کے منہ پر آئے اور دعا کی "اے خدا! میں جانتا ہوں کہ تو میری دعاؤں کو سنتا ہے اور قبول کرتا ہے اور تو نے مجھے قدرت عطا کی ہے کہ مُردے زندہ کردوں پس لطف سے تو اس آدمی کو اپنی مہربانی سے دوبارہ زندہ کردے تاکہ تیرا جلال ظاہر ہو۔" آمین

اس دعا کے بعد آپ نے باواز بلند فرمایا "اے لعزر! قبر سے باہر نکل آ" فوراً نعش کو حرکت ہوئی اور مردہ لعزر زندہ ہوکر کفن سمیت قبر سے باہر نکل آیا۔ آپ نے حواریوں کو حکم دیا "اس کے چہرہ سے رومال ہٹادو" فوراً رومال ہٹادیا گیا اور لوگوں نے دیکھا کہ لعزر کا چہرہ تندرست آدمیوں کا سا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا ابھی سوکر اٹھا ہے۔ ساری خلقت اس معجزہ کو دیکھ کر حیران ہوگئی اور جب سب کی حیرت کم ہوئی تو لعزر دوستوں کی ہمراہی میں اپنے

مکان پرواپس آیا۔

واضح ہو کہ مریم اور مارتھا کے بعد کچھ یہودی بھی وہاں پہونچ گئے تھے، جب انھوں نے یہ معجزہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تو ششدر رہ گئے، بعضے تو اسی وقت ایمان لے آئے لیکن جو لوگ روحانی قابلیت ضائع کرچکے تھے انھیں سوائے عیب کے اور کچھ نظر نہ آیا، بلکہ آپ کی مخالفت پر کمربستہ ہوگئے۔ اور فوراً وہاں سے چلکر بیت المقدس پہونچے اور مجلس مذہبی (سینہیڈرم) کے ارکان سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ یہ سنکر اُن لوگوں میں کھلبلی مچ گئی اور فوراً مجلس منعقد کی گئی تاکہ اس فتنہ کا سدباب کیا جاسکے۔ اس مجلس کا صدر ایک یہودی یوسف قیافس نامی تھا جو رومی حکومت میں بہت معزز تھا اور جیسا ناظرین کو معلوم ہے اس مذہبی مجلس کا صدر ہمیشہ رومی حکومت مقرر کرتی تھی اور وہ شخص یقینی طور پر رومی حکومت کا طرفدار رہتا تھا۔ قوم پرست لوگ اس عہدہ سے نفرت کرتے تھے۔ یہ شخص اوروں سے زیادہ حضرت مسیحؑ سے متنفر تھا کیونکہ دنیاوی وجاہت میں اوروں سے زیادہ تھا اُسے خوف تھا مبادا یہ نئی تحریک کسی ایسے انقلاب کا پیش خیمہ ہو جو اس مجلس کو کالعدم کردے اور میری عزت جاتی رہے پس جب ارکان انجمن باقاعدہ نشستوں پر بیٹھ گئے تو یوسف قیافس نے کھڑے ہوکر اس طرح تقریر کی:- "بزرگوار دوستو! افسوس ہے کہ تم لوگ اس شخص (حضرت عیسیٰؑ) کے متعلق کوئی معقول فیصلہ نہیں کرسکے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ دن بدن اس شخص کا اثر عام خلقت پر زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ اگر تم یوں ہی کانوں میں تیل ڈالے ہوئے بیٹھے رہے تو معاملہ ہاتھ سے نکل جائیگا اور پھر کسی کے بنائے کچھ نہ بن سکے گا۔ تم لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ شخص ہماری قومی روایات، اور شعائر مذہبی کی علانیہ توہین کرتا ہے اور یہودی ہوکر سامری اور اچھوت لوگوں کے ساتھ کھاتا پیتا ہے ناپاک اور گنہگار عورتوں اور مردوں سے میل جول رکھتا ہے مصلح قوم ہوکر سبت کے دن کام کرتا ہے۔ اپنے آپ کو ابراہیمؑ اور موسیٰؑ سے بڑھکر جانتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مسیح ہونیکا

دعوٰی کرتا ہے لہذا میری رائے میں تو یہ بات انسب ہے کہ اسکو قتل کرا دیا جائے، تاکہ تمام قوم اسکی فتنہ پردازیوں میں شریک ہوکر گنہ گار اور لعنتی ہونے سے بچ جائے، سب کی بہبودی کے لئے ایک شخص کا قتل ہوجانا عین ثواب ہے۔ سنو! اگر اس شخص کی ہر دلعزیزی کا یہی عالم رہا تو عنقریب ایک بہت بڑی جماعت اس شخص کے تابع فرمان ہوجائے گی اور پھر وہ جماعت قدرتی طور پر رومی حکومت سے برسرپیکار ہوگی اور گیہوں کے ساتھ گھن کا پسجانا ایک امر یقینی ہے۔ کوئی تعجب نہیں اگر ہماری قوم کے افراد علماء فقہاء وغیرہ کتوں کی موت مارے جائیں اور تباہ ہوجائیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا کے پردہ پر کوئی قوم ہماری دوست یا مددگار نہیں ہے۔ جب رومی حکومت یہ دیکھے گی کہ یہود برسرپیکار ہیں تو وہ اس شخص کے پیروؤں اور مخالفوں میں تمیز کرنے نہیں بیٹھے گی بلکہ وہ یہودی قوم کی دشمن ہوجائیگی اور ہمارے معابد مسمار کئے جائینگے، بیوی بچے قتل ہونگے اور ہم لوگ روم کے مختلف محلوں میں غلاموں کی زندگی بسر کریں گے۔ آیندہ واقعات کا یہ ایک دھندلا سا خاکہ ہے جو اے دوستو میں نے تمہارے سامنے کھینچ دیا ہے، اب تم جانو تمھارا کام۔ ایسا نہو کہ بعد میں کف افسوس ملنا پڑے"۔

چونکہ یہودی لوگ پہلے ہی سے خار کھائے بیٹھے تھے اور اب جبکہ یوسف نے یہ تجویز بحیثیت صدر انجمن پیش کی تو ہر آدمی اس تقریر کے لفظ لفظ سے متفق ہوگیا اور آج کی تاریخ سے یہودی لوگ حضرت مسیح ؑ کے قتل کرانے کے لئے منصوبے باندھنے لگے۔

خدا کی بادشاہت کا مطلب

(دیکھو انجیل لوقا ۱۷: ۲۰ تا ۳۷)

اس فیصلہ کے بعد حضرت مسیح ؑ کی موت کا مسئلہ صرف موقعہ اور وقت پر آکر ٹھہر گیا، اب کوئی روک یہود کے دلوں میں باقی نہیں رہی تھی۔ صرف وقت اور موقعہ کا انتظار تھا۔ لہذا جب حضرت مسیح ؑ کو اس فیصلہ کی اطلاع ہوئی کہ مخالفین نے میرے قتل کا ارادہ کیا ہے تو آپ نے اُن کے مجمعوں میں آزادانہ وعظ کہنا

موقوف کر دیا، اور بیابان کے قریب ایک قصبہ میں جسکا نام افریم تھا چلے گئے اور حواری بھی ہمراہ ہوئے۔ یہ علاقہ دریائے یردن کے وادی میں بیت المقدس سے شمال و مشرق کی طرف واقع ہے۔ حضرت مسیح کی زندگی میں اب چند ہفتے باقی رہ گئے تھے۔ اور یہ ایام آپنے بحالت خانہ بدوشی گذارے لیکن باوجود خواص کی اس مخالفت کے عام لوگوں کا رجحان طبع بدستور آپ کی طرف ترقی کر رہا تھا۔ جس گانوں میں آپ کا گذر ہوتا تھا۔ لوگ جوق جوق آپکے پاس آتے تھے۔ اور آپ کے کلمات سے مستفید ہوتے تھے اور ان نیک دل لوگوں کے ساتھ مخالف لوگ بھی بُری نیت سے آپ کے پاس آتے تھے تاکہ آپ کو دکھ دینے کا کوئی موقعہ ملے تو اُس سے فائدہ اٹھائیں۔

چنانچہ ایک مرتبہ جب آپ کسی گانوں میں تھے تو چند فریسی علما آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے جناب! ہم نے سُنا ہے کہ آپ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، لیکن وہ آسمانی بادشاہت جسکا آپ ذکر کیا کرتے ہیں کب آئیگی یا کب قایم ہوگی؟ آپنے حسب معمول متانت اور محبت کے ساتھ فرمایا:۔ "دوستو! افسوس تو اسی بات کا ہے کہ تم سخن شناس نہیں ہو۔ یہ بادشاہت جسکا میں ذکر کیا کرتا ہوں، اس بادشاہت سے بالکل مختلف ہے جسکا تصور تم لوگوں نے باندھ رکھا ہے۔ تمھارا خیال ہے کہ جب مسیح موعود آئیگا تو بڑا سیاسی انقلاب ہوگا اور وہ شخص ایک عظیم الشان سلطنت قایم کریگا، جسکا دار الخلافت بیت المقدس ہوگا اور یہودی قوم اعلیٰ اعلیٰ عہدوں پر مقرر ہوگی اور خوب عیش و عشرت کے مزے لوٹیگی۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے، یہ تمھارے اپنے ساختہ پرداختہ خیالات ہیں جو کبھی ظہور پذیر نہ ہونگے۔ جو بادشاہت مسیح موعودؑ قایم کریگا وہ دنیاوی نہیں ہے بلکہ روحانی ہے اور وہ بادشاہت زمین پر نہیں بلکہ مومنین کے دلوں میں قایم ہوگی پس اسکا ظہور یا قیام کسی طبل و نقارہ کے ذریعہ نہیں ہوگا۔ نہ فوجوں کی نمائش ہوگی، نہ ہتھیاروں کی دھوم دھام ہوگی۔ لہذا لوگ یہ نہیں کہہ سکتے کہ دیکھو مسیح موعود کی قایم کردہ بادشاہت وہ ہے یا وہ ہے، یہاں ہے یا وہاں ہے بیری بادشاہت

جسمانی آنکھوں سے نظر نہیں آسکتی اور یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ کل قایم ہوگی یا پرسوں حقیقت حال یہ ہے کہ وہ بادشاہت اسوقت بھی موجود ہے۔ جہاں مسیح موعود ہوگا وہیں بادشاہت بھی ہوگی۔ میں جو سچ مچ مسیح موعود ہوں اور تمھارے درمیان وعظ و پند کرتا ہوں اور تمھیں دینداری کا سبق پڑھاتا ہوں۔ تمھارا تزکیہ نفس کرتا ہوں یعنی حقیقی معنی میں تمھیں آدمی بناتا ہوں۔ یہی آسمانی بادشاہت کا قیام و استحکام ہے۔ اور جوں جوں میرے شاگردوں کی تعداد میں اضافہ ہوگا، آسمانی بادشاہت بھی وسیع ہوگی۔

آپ کے اس معقول جواب نے ان معترضین کو عجب مشکل میں ڈالدیا، وہ کہہ چکے تھے کہ آپ نے بڑے بڑے معجزات دکھا کر اپنے دعویٰ کو مدلل کیا ہے، اب اگر آپ درحقیقت مسیح موعود ہیں تو پھر آسمانی بادشاہت میں داخل ہونا ایک ضروری امر ہے جسکے بغیر مفر نہیں ہے لیکن جب آدمی کی نیت خراب ہوتی ہے تو اس کے دل میں عدل و انصاف کا گذر نہیں ہو سکتا۔ اور جب دل تعصب سے لبریز ہو تو کوئی نصیحت کارگر نہیں ہوتی۔ یہ لوگ تو اس لئے آئے تھے کہ آپ کو تنگ کریں گے یا ذلیل کرینگے لیکن یہاں معاملہ کی صورت ہی اور ہوگئی۔ لہذا اپنا سا منہ لیکر چلے گئے۔ اُن کے چلے جانے کے بعد آپ نے حواریوں سے مخاطب ہوکر فرمایا۔ ان لوگوں سے تو میں نے صرف آسمانی بادشاہت کی نوعیت بیان کی۔ لیکن تمھیں اسکے علاوہ چند اور ضروری باتیں بھی بتلائے دیتا ہوں۔ یاد رکھو ایسا زمانہ آنے والا ہے جب لوگ مصائب اور آفات سے تنگ آکر میرے زمانہ کو یاد کرینگے اور چاروں طرف اس زمانہ کو ڈھونڈیں گے لیکن کہیں نہ پائیں گے۔ اور میرے بعد کئی جھوٹے مسیح آئینگے جو تمھیں لالچ دیں گے سبز باغ دکھائینگے اور دنیاوی بادشاہت قایم کرینگے، وعدے کرینگے لیکن تم لوگ اُن سے ہُشیار رہنا۔ اور اگر لوگ تم سے کہیں کہ وہ شخص مسیح موعود ہے تو ہرگز یقین نہ کرنا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ میں آخری زمانہ میں دوبارہ آؤنگا تاکہ دنیا کو عدل و انصاف

سے پھروں اور میرا آنا اچانک ہوگا۔ کسی کو سان گمان بھی نہ ہوگا۔ تمہیں یاد ہوگا کہ طوفانِ نوح بھی اچانک آیا تھا، لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول تھے، انھیں مطلق خیال نہ تھا کہ ایسی بڑی آفت آنے والی ہے یا پھر حضرت لوطؑ کے زمانہ کا حال یاد کرو، تمام لوگ آرام سے زندگی بسر کر رہے تھے اور لوطؑ کے الفاظ کو محض مجذوب کی بڑ سمجھے ہوئے تھے لیکن پتھروں کی آسمانی بارش شروع ہوگئی تو کسی کو سانس لینے کی بھی مہلت نہ ملی، جو جہاں تھا وہیں رہگیا غرض خدا کی گرفت ایکا ایکی ہوتی ہے۔ اسی طرح میرا آنا بغیر کسی اطلاع یا آواز کے ہوگا۔ لوگ اپنے خیالوں میں مست ہونگے، عیش و عشرت کا بازار گرم ہوگا فسق و فجور عام ہوگا کہ یکایک مسیحؑ کا نزول ہوگا اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہوجائیگا۔ کافر ایک طرف مومن ایک طرف۔ دوست اور دشمن دونوں میں امتیاز ہوجائیگا۔ ایک بستر پر دو آدمی سوتے ہونگے، ان میں سے ایک کافروں سے جا ملیگا، دوسرا مومنوں کے ساتھ ہوجائیگا۔ ذرا لوطؑ کی بی بی کا قصہ یاد کرو۔ آخر دونوں میاں بیوی میں کیسی گہری تفریق ہوگئی، وہ کدھر گئی اور اسکا خاوند کدھر؟ بس یہی امتیاز میرے آنے پر ہوگا۔" شاگردوں نے جب یہ باتیں سنیں تو پوچھا کیا مسیحؑ اپنے شاگردوں کو ایک جگہ جمع کریگا؟ اچھا اگر ایسا ہوگا تو وہ انھیں کسی محفوظ مقام پر رکھیگا جہاں وہ اُن آیندہ مصائب سے محفوظ رہیں جو کفار پر نازل ہونگی؟ اور ایماندار لوگ کس طرح مسیحؑ کے پاس جمع ہونگے؟ اُن سب کو جو مختلف مقامات میں رہتے سہتے ہونگے کس طرح خبر لگیگی؟" آپ نے فرمایا "عقاب کس طرح دیکھ لیتا ہے کہ میرا شکار فلاں مقام پر موجود ہے۔ پس اسی طرح مومنین کی جماعتیں خدا تعالیٰ کی ہدایت کے ماتحت مسیحؑ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوجائینگی۔ اور جو شخص اُسکے جھنڈے تلے آجائیگا وہ نجات پا جائیگا۔"

مستقل مزاج بیوہ کی تمثیل

(دیکھو انجیل لوقا ۱۸: ۱ تا ۸)

پھر آپ نے ایک تمثیل بیان فرمائی:

"کسی شہر میں ایک قاضی رہتا تھا جو بڑا بے دین اور لاپرواہ تھا اسی شہر میں ایک غریب بیوہ

بھی رہتی تھی جو اکثر اُس کے پاس آکر فریاد کرتی تھی "کہ فلاں ظالم آدمی مجھے بے وجہ تنگ کیا کرتا ہے، براہِ کرم میرا انصاف فرمائیے"۔ مگر یہ مغرور قاضی اس بیکس عورت کی چیخ پکار اور اسکی عاجزی پر مطلق التفات نہ کرتا تھا، لیکن یہ عورت بھی اپنی دھن کی ایسی پکّی تھی کہ باوجود اس کی سرد مہری اور بے التفاتی کے روزمرہ اُسکے دروازہ پر جاکر فریاد کرتی تھی۔ آخر ایک دن وہ قاضی تنگ آگیا اور اس نے اپنے دل میں کہا "یہ سچ ہے کہ مجھے انصاف اور عدالت سے کوئی واسطہ نہیں، نہ میں خدا سے ڈرتا ہوں نہ رسول سے لیکن اس عورت سے کسی نہ کسی طرح پیچھا چھڑانا چاہیئے۔ لہٰذا اگر اس کا انصاف کردوں تو یہ بلا میرے پاس سے دفع ہو"۔ یہ سوچکر اُس نے اس عورت کو اپنے پاس بُلایا اسکا حال سُنا اور دادرسی کی۔ آخرالامر اس استقامت اور استقلال کی بدولت وہ بیوہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئی، اسکے پاس نہ کوئی سفارش تھی نہ کوئی وجاہت دنیاوی تھی لیکن استقلال ایسی چیز ہے کہ اسکی بدولت وہ اپنی مراد کو پہنچ گئی۔

پس اسی طرح تم لوگ شبانہ روز خدا تعالیٰ کے سامنے خلوص قلب کے ساتھ دعا میں مشغول رہو کیونکہ مسلسل اور لگاتار منت سماجت کا اثر اگر ایک بیدین اور ظالم شخص پر ہو سکتا ہے تو بھلا کس طرح ممکن ہے کہ اگر تم خدا کے سامنے استقلال سے دعائیں کرتے رہو اور وہ تمھاری دُعا نہ سُنے؟ وہ تو عدل و انصاف کا سرچشمہ ہے، راستی اور صداقت کا بانی مبانی ہے۔ میں تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ وہ رحمان اور رحیم خدا اپنے بندوں پر والدین سے بھی زیادہ شفیق ہے ضرور تمھاری فریاد سُنے گا اور ضرور تمھاری التجاؤں کو شرفِ قبولیت عطا کریگا لیکن خلوص اور ایمان شرط ہے۔

عاجزی اور فروتنی کی ضرورت

(دیکھو انجیل لوقا ۱۸: ۹ تا ۱۴) پھر آپ نے اسی سلسلہ میں دوسری تمثیل بیان فرمائی۔ ایک تو اس وجہ سے کہ آپ نے دعا کی ضرورت پر زور دیا تھا، دوسرے

اس لئے کہ حواری جن لوگوں کے درمیان رہتے سہتے تھے وہ لوگ نرے لفظ پرست اور ظاہر بین تھے۔ اُن کو شریعت کے مغز سے اسقدر سروکار نہ تھا جسقدر ظاہری رسوم کی پابندی سے۔ اور ظاہر ہے کہ اگر مغز ہاتھ سے جاتا رہے تو پوست محض بیکار شے ہے۔ تیسرے اسلئے کہ جب تک انسان میں فروتنی اور عاجزی نہوگی وہ دعا سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا آپ نے فرمایا" دو آدمی ہیکل میں دعا کرنے گئے، ایک تو فریسی تھا دوسرا محصول لینے والا فریسی نے عبادت خانہ کے اندرونی حصہ میں جہاں عام لوگ نہیں جا سکتے، داخل ہو کر یوں دُعا شروع کی "اے خدا میں تیرا شکر کرتا ہوں کہ نہ میں چور ہوں نہ بدکار، نہ لالچی، نہ دغاباز، خصوصًا میں تیرا بہت شکر گذار ہوں کہ تو نے مجھے فریسی بنایا، ٹیکس لینے والا نہ بنایا جو شریعت سے بالکل بے خبر ہے۔ میں ہر پیر اور جمعرات کو روزہ رکھتا ہوں اور اپنے مال کی زکوٰۃ بھی باقاعدہ ادا کرتا ہوں، پس میں ان تمام باتوں کے سبب تیرا شکر ادا کرتا ہوں" اب اُس اچھوت محصول گیر کی سُنو، وہ شخص اپنے گناہوں کا پورا احساس رکھتا تھا اور اس لئے اس مقدس مقام میں جہاں وہ فریسی کھڑا تھا، داخل ہونے کی جرأت نہ کر سکا بلکہ معبد کے دروازہ ہی میں ٹھٹک کر رہ گیا اور مارے ندامت کے اپنی نگاہ بھی اوپر کو نہ اٹھا سکا، بلکہ سر جھکائے اپنی حالت زار پر افسوس کرنے لگا اور بہت ہی دھیمی آواز میں اس طرح کہنے لگا" اے رحیم اور کریم خدا! مجھ گنہ گار پر رحم کر! میں اس قابل تو نہیں ہوں کہ تیرے دربار میں آتا لیکن تیرے سوائے مجھ نالائق کا اور کوئی دستگیر اور مددگار نہیں ہے پس میں تیرے سامنے اپنے قصور کا اقرار کرتا ہوں اور رحم کا خواستگار ہوں"

اب دونوں کی حالت کا مقابلہ کرو اور سبق حاصل کرو۔ وہ فریسی تو خدا تعالےٰ کے دربار میں اپنی خوبیاں اور تعریف بیان کرنے اور ان خوبیوں پر جو اس کے خیال میں اُسے حاصل تھیں فخر کر کے چلا گیا۔ نہ اسکے دل میں عاجزی تھی نہ فروتنی، نہ اپنے گناہوں کا احساس تھا نہ اپنے قصور کا اعتراف تھا لیکن یہ محصول گیر سرتاپا عاجزی کا پتلا تھا،

اُس نے اپنی دلی حالت کا صحیح اندازہ لگایا اور محسوس کیا کہ میں گنہ گار ہوں اور خدا تعالیٰ کے سامنے اپنے قصوروں کا اعتراف کیا اور اپنے آپ کو عاجز ظاہر کیا اور اس کے رحم کا ملتجی ہوا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ یہ اچھوت محصول گیر اُس مغرور اور عالی خاندان فریسی سے بدرجہا لائق تعریف تھا، اُس نے سوائے اپنی تعریف کے اور کچھ نہ کیا، اسکے اندر عاجزی کا جذبہ بھی پیدا نہوا۔ نہ اُس نے خدا سے کچھ مانگا۔ لہذا حاصل بھی کچھ نہوا۔ جیسا آیا تھا ویسا ہی کورے کا کورا واپس چلا گیا، اور یہ شخص جو فروتن تھا، اس نے خدا تعالیٰ سے رحم کی درخواست کی اور رحم پایا فضل حاصل کیا، خالی آیا تھا بھرپور اور معمور ہو کر واپس گیا۔ یاد رکھو جو شخص بزرگی کا خواہاں ہوگا ذلیل و خوار کیا جائیگا۔ اور جو شخص عاجزی اور فروتنی اختیار کریگا وہ معزز کیا جائیگا بس لازم ہے کہ جب تم خدا تعالیٰ کے دربار میں جاؤ تو عاجزی کے ساتھ اپنے سروں کو جھکاؤ اور بالکل لاچار شخص کی طرح گڑگڑاؤ تاکہ اسکا رحم جوش میں آئے اور وہ تمہیں اپنی رحمت سے معمور کر دے۔

مسئلہ طلاق

(دیکھو انجیل متی ۱۹: ۳ تا ۱۲)

اس زمانہ میں جس مسئلہ پر بڑی گرماگرمی سے بحثوں کا سلسلہ جاری تھا وہ طلاق کا مسئلہ تھا۔ ہلل کے پیرو کہتے تھے کہ طلاق کے معاملہ میں مرد کامل مختار ہے جب چاہے طلاق دیدے اور جس امر کو چاہے باعث طلاق قرار دے سکتا ہے مثلاً اگر اسکی بیوی نے اسکی مرضی کے موافق کھانا نہیں پکایا، یا کسی معاملہ میں اُسے ناراض کر دیا یا مرد نے کوئی حسین تر عورت دیکھکر اپنا دل اُس سے پھیر لیا، تو ان حالات کے ماتحت مرد کو اختیار ہے کہ وہ اپنی زوجہ کو طلاق دیدے۔ برخلاف اسکے شمعی کے پیرو یہ کہتے تھے کہ طلاق صرف اُس صورت میں ہو سکتی ہے کہ مرد، اپنی عورت پر زنا کا الزام ثابت کر دے یا کسی اور طرح اس عورت کی پاکدامنی مشتبہ ہو جائے۔ ان دونوں پیشواؤں کے مقلدین میں اُن دنوں اس مسئلہ پر بحثیں ہوا کرتی تھیں۔ چنانچہ فریسیوں نے اس قضیہ کا [illegible]

فائدہ اٹھانے کی نیت سے ایک روز اس کو حضرت عیسیٰؑ کی خدمت میں پیش کیا۔ چند فریسی علما آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے "جناب! آپ ہمارے سامنے مسیح موعود ہونیکا دعویٰ کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ مسیحؑ مستجاب اللہ ہوگا۔ اس کی بات قول فیصل کا حکم رکھتی ہے اور اسکا فیصلہ بہت صحیح ہوگا، تو طلاق کے مسئلہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟ کیا آپ کی رائے میں مرد کو یہ اختیار ہے کہ جب چاہے اپنی زوجہ کو طلاق دیدے" آپ نے فرمایا "میں مدتوں پہلے اس مسئلہ کو صاف کر چکا ہوں، اور اگر تم لوگ میری دعوت قبول کر لیتے تو اب تک سارے جھگڑے مٹ گئے ہوتے، کیونکہ میرا مقصد ہی یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو ایک مرکز پر جمع کردوں اور وحدت قومی قایم کردوں لیکن تم نے کبھی اپنے دلوں میں اس مقصد کے متعلق غور و فکر ہی نہیں کیا۔ سنو میں جواب دیتا ہوں کیا تم نے توریت میں نہیں پڑھا کہ جس نے ابتدا میں انسان کو بنایا تو اس نے انہیں مرد اور عورت بنایا اور کہا کہ میاں بیوی دونوں ایک جان دو قالب کا مصداق ہیں اور مرد اپنی زوجہ کی خاطر ماں باپ بھائی بہن خویش و اقارب سب کو چھوڑنے پر تیار ہو جائیگا" لہٰذا میں کہتا ہوں کہ میاں بیوی دو نہیں بلکہ ایک ہیں اور جنہیں خدا نے اس طرح ایک دوسرے کے ساتھ پیوستہ کر دیا ہے کوئی شخص انھیں جدا نہیں کر سکتا" فریسی علما نے کہا "جناب اگر یہ بات سچ ہے تو پھر حضرت موسیٰؑ نے کیوں یہ حکم دیا کہ خاوند اپنی جورو کو طلاق دیسکتا ہے اور جب وہ طلاق دے تو طلاق نامہ لکھ کر اسکے ہاتھ میں دیدے" آپ نے فرمایا "بیشک حضرت موسیٰؑ نے طلاق کی اجازت دی لیکن محض اسلئے کہ اُسکے سبب سے تمھیں بڑی بُرائی سے بچایا جا سکے۔ انھوں نے یہ بات اس لئے روا رکھی تھی کہ وہ اپنی قوم کے خصایل ذاتی سے آگاہ تھے اور قوم کے احساسات اس معاملہ میں اسقدر افراط کیجانب جھکے ہوئے تھے کہ وہ حکم امتناعی کو خلاف مصلحت سمجھتے تھے لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ جو شخص اپنی بیوی کو زنا کے علاوہ اور کسی وجہ سے طلاق دیتا ہے تو گناہ کرتا ہے اور اگر وہ

دوسری عورت سے شادی کرتا ہے تو زنا کا مرتکب ہوتا ہے" جب شاگردوں نے یہ بات سُنی تو کہنے لگے "اگر صورت حال یہ ہے تو اس سے یہ بہتر ہے کہ شادی ہی نہ کی جائے آپ نے فرمایا "تمہارا یہ قول خلق خدا کی ضرورتوں کے لحاظ سے قابل عمل نہیں ہے، اور جو بات سب کے لئے ممکن نہو، قانون قرار نہیں دیجا سکتی۔ شادی سے وہی شخص احتیاط کرسکتا ہے جسمیں مجرد رہنے کی قابلیت ہے اور جو اپنے قوائے نفسانیہ وشھوانیہ پر اسقدر قادر ہو کہ اُن کے جوش کو باسانی روک سکے اور اپنے جذبات کو قابو میں رکھ سکے۔ مخنث تین طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ جو ماں کے پیٹ سے خنثیٰ پیدا ہوئے ہیں۔ دوسرے وہ جنھیں لوگ خنثیٰ کر دیتے ہیں۔ تیسرے وہ جو خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی نفسانیت اور اپنے شہوانی جذبات کو بالکل فنا کر دیتے ہیں، پس جو شخص خدا کی خوشنودی کے لئے آپ اپنے کو ان جذبات سے خالی کرلے اسکے لئے جائز ہے کہ شادی نہ کرے۔ لیکن جو شخص ایسا نہیں کرسکتا اُسکے لئے لازمی ہے کہ وہ شادی کرلے۔ کیونکہ شادی کی بدولت، زنا اور دوسری بُرائیوں سے محفوظ رہیگا" (حضرت مسیح نے اس تقریر میں اشارۃً یہ فرمایا کہ مرد کو اختیار نہیں ہے کہ وہ عورت کو بغیر حرام کاری کے کسی اور خطا پر طلاق دے سکے۔ حسن نظامی)

بچّوں کو برکت دینا

(دیکھو انجیل مرقس ۱۰: ۱۳ تا ۱۶)

ماؤں کی محبت اپنی اولاد کے ساتھ ضرب المثل ہے اگر انہیں کوئی موقعہ ایسا ملے کہ کوئی شخص اُن کے بچوں کو دعا دے یا محبت کا ہاتھ اُنکے سر پر پھیرے یا ان کو یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص کے پاس لیجا کر بچوں کو روحانی اور جسمانی فائدہ پہونچے گا، تو مائیں ایسے موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دینگی۔ حضرت مسیحؑ کے محبت آمیز طرز عمل اور عام ہمدردی سے جو آپ کو کمزوروں اور غریبوں کے ساتھ تھی، عورتیں عموماً زیادہ متاثر ہوتی تھیں اور انجیلوں سے معلوم ہوتا ہے کہ

چند عورتیں تو اکثر و بیشتر اوقات آپ کی خدمت میں حاضر رہتی تھیں، اور بہت سی عورتیں آپ کو ایک راستباز اور برگزیدہ شخص سمجھ کر اپنے بچوں کو آپ کے پاس لاتی تھیں تاکہ آپ انہیں برکت دیں۔ اور اُن کے حق میں کلمات خیر ارشاد فرمائیں۔

چنانچہ اس وجہ سے اس علاقہ کی عورتیں اپنے بچوں کو ساتھ لیکر آپکی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ حواریوں نے اس خیال سے کہ شاید آپ کو تکلیف ہوگی نہیں منع کیا کہ بچوں کو نہ لیجاؤ۔ لیکن آپ نے فرمایا "نہیں انھیں میرے پاس آنے دو" پھر آپ نے اُن بچوں کو گود میں لیکر پیار کیا اور دعا دی۔ بعد ازاں شاگردوں سے فرمایا "آسمانی بادشاہت میں وہی شخص داخل ہو سکتا ہے جو ان کی طرح حلیم مسکین اور معصوم ہو، اور جو شخص خدا تعالیٰ پر ایسا ایمان نہیں رکھتا جیسا کہ بچے والدین پر رکھتے ہیں، وہ کبھی قرب خدا حاصل نہیں کر سکتا۔ بچہ کا دل تمام وسوسوں اور شبہات سے پاک ہوتا ہے، اسی طرح مومن کا دل بھی شک و شبہ سے پاک ہونا چاہئے"۔

نوجوان عالم دین سے مکالمہ

(دیکھو انجیل لوقا ۱۸: ۱۸ تا ۲۳)

اس علاقہ میں قیام کرنیکے بعد آپ بیت المقدس جانے کے ارادہ سے جنوب کی طرف روانہ ہوئے، راستہ میں ایک گانوں ملا۔ یہاں ایک نوجوان یہودی عالم رہتا تھا یہ شخص بچپن ہی سے دین کی طرف مائل تھا اور اپنی پاکبازی اور دینداری کی وجہ سے شباب کے زمانہ میں ہیکل کا امام مقرر کیا گیا تھا۔ اُسکو جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت مسیحؑ یہاں سے ہو کر گذر رہے ہیں تو دوڑا ہوا آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا "جناب! ایک معاملہ میں میری مدد فرمائیے۔ میں حتی الوسع کوشش کرتا ہوں کہ توریت

شریعت کے احکامات کی پابندی کروں اور جن باتوں کا حکم دیا گیا ہے انہیں بجالاؤں
اور منہیات شرعی سے حتی الوسع اجتناب کرتا ہوں لیکن میں محسوس کرتا ہوں کہ آسمانی
بادشاہت میں داخل ہونے کے لئے وہ اعمال کافی نہیں ہیں۔ مجھے کچھ اور نیک اعمال تلقین
فرمایئے تاکہ میں خدا تعالیٰ کی خوشنودی کامل طور پر حاصل کرسکوں۔" آپ نے فرمایا" تو
مجھے نیک کیوں کہتا ہے؟ نیک تو صرف ایک ہی ہے اور وہ خدا ہے۔ اگر تم اسکی
مرضی کے موافق زندگی بسر کروگے تو بیشک آسمانی بادشاہت میں داخل ہو جاؤگے
اور اس کی مرضی یہ ہے کہ شریعت پر عمل کرو۔" چونکہ یہ شخص اس امر کا خواہشمند تھا کہ دیکھوں
آپ کن کن احکام کی بجاآوری کا حکم دیتے ہیں۔ لہذا کہنے لگا" جناب ذیل احکام میں سے
کون سے احکام زیادہ وقیع اور اہم ہیں؟" آپ نے فرمایا" دسوں احکام قابل توجہ
ہیں، لیکن خاص یہ ہیں:۔ خدا کو ایک ماننا، چوری، زنا، قتل، دروغ سے پرہیز کرنا،
والدین کی عزت کرنا، اور ہمسایہ کو اپنی برابر پیار کرنا۔"

اس نے کہا" یہ باتیں تو میں بچپن سے جانتا ہوں اور حتی الوسع ان کا خیال
رکھتا ہوں، وہ بات بتایئے جو ان کے علاوہ ہو اور میرے لئے مفید ہو اور جو مجھے تقرب
الٰہی کے درجہ پر پہونچا دے۔" یہ سنکر آپ نے اس شخص کی طرف ایک معنی خیز انداز سے دیکھا
اور شفقت بھرے لہجہ میں فرمایا" ہاں تیرے اندر بس ایک کمی ہے، اور اگر وہ پوری ہو جائیگی
تو پھر تو کامل ہو جائیگا۔ تونے ان احکام شرعی کی اسی طرح پابندی کی ہے جسطرح ایک
غلام، آقا کے احکام کا منتظر ہوتا ہے اور جب اُس نے کسی کام کو کہا تو اُسکو کردیا اور پھر
ہاتھ پر ہاتھ رکھکر بیٹھ گیا وہ خود کچھ نہیں جانتا اور کچھ نہیں کرسکتا۔ پس تم جو مجھ سے سوال
کرتے ہو کہ اور کیا کروں؟ تو اسکے معنی یہی ہیں کہ تم صرف اُن احکام کو بجا لا سکتے ہو جو
خارجی طور پر تمھارے اوپر عائد ہوں مگر تمھاری روحانیت اس درجہ پر نہیں پہونچی کہ وہ
عرفان سے منور ہو کر اوامر و نواہی کا پورا علم اپنے اندر حاصل کرلے اور بیرونی امداد سے

آزاد ہو جائے۔ تمھاری دینداری صرف اس حد تک ہے کہ دوسرے تمھیں تلقین کرتے رہیں اور تم عمل کرتے رہو، حالانکہ حقیقی اتقا و حقیقی دینداری یہ ہے کہ تمھاری روحانیت ایسی درخشاں ہو جائے کہ اُس سے جو فعل سرزد ہو وہ خدا کے نزدیک بھی اچھا ہو۔ پس اگر تم یہ بلند مقام حاصل کر کے در اصل حقیقی مومن بننا چاہتے ہو تو پھر میرا کہنا مانو۔ ایک بات میں تمھیں بتاتا ہوں اُس پر عمل کرو۔" نوجوان نے نہایت اشتیاق کے ساتھ کہا "بسر و چشم" اے ربی! آپ جو حکم دیں گے حتی الوسع اس پر عمل کرونگا۔ یہ نوجوان اس خیال میں تھا کہ شاید آپ کسی ایسے ہی کام کا حکم دینگے جو نوافل وغیرہ سے تعلق رکھتا ہوگا یا ریاضت و شب بیداری کی تلقین کرینگے۔ آپ نے فرمایا "جاؤ جسقدر مال و اسباب تمھارے پاس ہے سب خدا کی راہ میں دیدو اور ہاتھ جھاڑ کر ایک طرف کھڑے ہو جاؤ۔ اور دنیاوی حشمت و وجاہت پر لات مار کر میرے ہاتھ پر بیعت کر لو اور حواریوں میں شامل ہو جاؤ۔ جونہی تم دنیاوی لحاظ سے مفلس ہو جاؤ گے، فوراً آسمان پر تمھارے لئے خزانے پُر کر دئے جائینگے اور جو شخص آدمیوں کی نظر میں حقیر و خوار ہوتا ہے وہی آسمان پر بڑا رتبہ حاصل کرتا ہے۔"

یہ شخص بہت مالدار تھا۔ مذہبی پیشوا تھا، معبد کا امام تھا، رکن مجلس تھا، اور چونکہ یہودیوں میں دینی عہدہ دار دنیاوی وقار بھی رکھتا ہے، لہذا قومی لیڈر بھی تھا، غرضکہ وقعت چاروں طرف سے اُسے لپٹی ہوئی تھی۔ علاوہ بریں رومی حکومت کی طرف سے آنریری مجسٹریٹ بھی تھا، اس لئے حضرت عیسیٰ کی یہ نصیحت اس نوجوان کو بہت تلخ معلوم ہوئی۔ اور اس نے ترک دنیا کی بات کو نہایت حقارت سے سُنا اور چُپ چاپ اپنے مقام کی طرف چلا گیا۔

جب یہ نوجوان جا چکا تو حضرت مسیحؑ نے حواریوں سے خطاب فرمایا "دیکھا! دولتمندوں کے لئے آسمانی بادشاہت میں داخل ہونا کس قدر دشوار ہے۔ یہ مثل کہ اونٹ کا سوئی کے ناکہ میں سے نکل جانا آسان ہے لیکن دولتمندوں کا آسمانی بادشاہت میں داخل ہونا مشکل ہے، بالکل صحیح ہے۔

جب حواریوں نے یہ بات سُنی تو بہت متعجب ہوئے کیونکہ انھوں نے بچپن سے سُن رکھا تھا کہ دولتمندی خدا تعالیٰ کے فضل کا نشان ہے اور جب مسیح موعود آئے گا تو دولت کی افراط ہو جائیگی اور تمام بنی اسرائیل مالامال ہو جائینگے۔ لہٰذا انھوں نے کہا "اے ربی! پھر نجات کا وارث کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا "ہاں انسان کے لئے تو بیشک مشکل ہے کہ اپنے بل بوتہ پر آسمانی بادشاہت میں داخل ہو، مگر خدا تعالیٰ اپنے فضل سے یہ کام اسکے لئے آسان کر سکتا ہے اور اُسکا فضل یہ ہے کہ وہ ایسی توفیق عطا کرے کہ انسان کا دل اس دنیا سے ہٹ جائے اور اس دنیا کی بے ثباتی اسکی آنکھوں کے سامنے ظاہر ہو جائے۔ اور وہ دنیا پر لات مار کر، اسکی مرضی کا طالب ہو جائے۔ اور جب یہ بات میسر ہوگی تب ہی نجات ملیگی۔" پطرس نے کہا "اے مسیح! ہم نے خدا تعالیٰ کا فضل پایا اور تیری خاطر سب کچھ قربان کر دیا۔ مال و دولت، گھر بار، بیوی بچے، پیشہ تجارت، غرضکہ دنیا ہی ترک کر دی۔ براہ کرم ہمیں بتا کہ آخر اس قربانی کا ہمیں کیا اجر ملیگا؟" آپ نے فرمایا "یقین کرو جب میں دوبارہ اس دنیا میں آؤنگا تو جن عیوب میں لوگ گرفتار ہونگے مثلاً فسق و فجور، کفر و الحاد وغیرہ، پس ان تمام باتوں کو دور کر کے ازسرِ نو لوگوں کو ایمان پر قایم کرونگا۔ تو جن لوگوں نے اب عاجزانہ زندگی میں میرا ساتھ دیا ہے اور میری خاطر ہر قسم کی تکلیف اٹھائی ہے اُن کو معزز اور ممتاز کیا جائیگا اور تم لوگ ابن آدم کے ساتھ تخت عدالت پر بیٹھ کر بنی اسرائیل کے بارہ قبائل کا فیصلہ کرو گے۔ اور جو شخص انجیل کی نشر و اشاعت میں عیش و آرام قربان کریگا حق تعالیٰ اُسے اچھا اجر عطا کریگا۔ اور وہ شخص مرنے کے بعد حیات ابدی کا وارث ہوگا لیکن یاد رکھو کہ محض ایمان لانے والوں میں اول نمبر ہونے کی وجہ سے کوئی عزت نہیں مل سکتی۔ فرض کرو ایک شخص آج ایمان لایا اور کام کچھ بھی نہ کیا تو وہ اس شخص سے بہتر نہیں ہے جو آج سے ہزار سال بعد ایمان لایا مگر اچھے عمل کرتا رہا۔ لہٰذا عمل کرنے میں پوری طاقت سے کوشش کرو۔ اور اپنے اموال اور نفوس خدا کی راہ

میں قربان کرو۔ بلکہ خدا کی راہ میں اگر موت آئے تو نعمت عظمیٰ سمجھو، کیونکہ جو شخص صداقت کی خاطر شہید ہوتا ہے وہ مرتا نہیں بلکہ زندۂ جاوید ہو جاتا ہے۔ پھر یہ مثال بیان فرمائی:۔

انگور کی بیل پر کام کرنیوالوں کی تمثیل

(دیکھو انجیل متی ۲۰: ۱ تا ۱۶)

ایک زمیندار صبح کے وقت، انگوروں کی بیلوں کا کام کرانے کے لئے مزدور مہیا کرنے بازار میں آیا، مزدوروں نے ایک روپیہ یومیہ طلب کیا چنانچہ وہ اس اُجرت پر راضی ہو گیا اور چند مزدور اپنے ساتھ باغ میں لے گیا اور انھیں کام سمجھا کر واپس آیا۔ دو یا تین گھنٹہ کے بعد پھر بازار میں گیا اور چند اور مزدور اپنے ساتھ لے گیا۔ انھیں بھی کام پر لگا دیا اور واپس آگیا۔ پھر دو یا تین گھنٹہ کے بعد بازار پہنچا اور چند مزدور اپنے ساتھ باغ میں لے گیا، انھیں بھی دوسروں کے ساتھ کام پر لگا دیا اور واپس آگیا۔ شام ہونے سے ایک گھنٹہ یا دو گھنٹے پہلے آخری دفعہ پھر بازار میں آیا اور چند دوسرے مزدور باغ میں لے گیا۔ جب شام ہوئی تو تمام مزدور کام پر سے واپس آئے اور اُجرت مانگی۔ اس نے اپنے ملازم سے کہا ان سب کو ایک روپیہ فی کس کے حساب سے اُجرت دیدو، لیکن اُن لوگوں سے شروع کرو جو سب کے بعد باغ میں گئے تھے۔ چنانچہ ان لوگوں کو جو شام کے قریب باغ میں پہنچے تھے ایک روپیہ فی کس کے حساب سے دیدیا گیا تو جو لوگ صبح سے کام کر رہے تھے ان کو خیال آیا کہ جب ان لوگوں کو ایک روپیہ فی آدمی ملا ہے تو ہم لوگوں کو تو دس روپے فی کس کے حساب سے اُجرت ملے گی لیکن انھیں بھی وہی رقم ملی جو اوروں کو ملی تھی، زیادہ کچھ نہ ملا تو وہ لوگ بہت خفا ہوئے اور مالک سے کہا "جو لوگ آخر میں باغ میں کام کرنے آئے انھوں نے مشکل سے ایک گھنٹہ کام کیا ہوگا، اور ہم لوگوں نے صبح سے لیکر شام تک محنت کی اور جلتی دھوپ میں کام کیا اور یقیناً ان لوگوں سے دس گنا زیادہ کام کیا لیکن تعجب ہے کہ مزدوری انہیں بھی وہی ملی جو ہمیں دی گئی۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔" مالک نے بہت سنجیدگی کے ساتھ جواب دیا "میرے

تمھارے ساتھ ناانصافی نہیں کی، وعدہ خلافی نہیں کی۔ جو اُجرت تم سے طے ہوئی وہ تمھارے حوالہ کردی۔ تم ہی بتاؤ کیا تم اس اُجرت پر دن بھر کام کرنے کے لئے تیار نہیں ہوئے تھے اب یہ بات کہ جو لوگ شام کو ہیو بچے انھیں بھی وہی مزدوری ملی جو تمھیں دی، محض میری خوشی پر منحصر ہے۔ یہ میری مرضی کہ انھیں بھی وہی دوں جو تمھیں دیا۔ بہرحال تمھیں میرے ذاتی معاملات میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ میں اپنے کاروبار میں خودمختار ہوں۔ جسے جو چاہوں دوں، جو چاہوں کروں۔ تمھیں اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اس کے علاوہ جب تم سے میں نے چلنے کو کہا تو تم نے پہلے مزدوری کا سوال پیش کیا کہ جناب ایک روپیہ لینگے اور اس سے کم نہ لینگے لیکن ان لوگوں نے چلتے وقت مزدوری کے متعلق ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکالا اور اپنی محنت کا معاوضہ مجھپر چھوڑدیا۔ اس واسطے میں نے بھی ان کو محنت سے زیادہ مزدوری دی۔

پس غور کرو کہ اس شخص نے مقدم کو مؤخر اور مؤخر کو مقدم کیا۔ کیونکہ جو لوگ پہلے کام پر گئے تھے وہ مزدور تھے۔ انہوں نے اُجرت پہلے طے کرلی پھر کام کو ہاتھ لگایا۔ لیکن جو لوگ بعد میں گئے، وہ محض مالک کے کہنے پر کام کرنے کو تیار ہوگئے۔ لہذا جو لوگ میری جماعت میں کسی آئندہ نفع کی امید پر شامل ہونگے، ممکن ہے کہ وہ صاحبان عمل ہوں لیکن وہ لوگ میری نظر میں اسقدر ممتاز نہونگے جسقدر وہ لوگ جو اگرچہ بعد میں داخل ہونگے مگر محض مجھے صادق جانکر اور صداقت کی خاطر کسی لالچ کی غرض سے یا کسی فائدہ کی امید پر داخل نہونگے۔ یاد رکھو اعمال کا بدلہ نیت کے لحاظ سے ملیگا۔ اگر نیت اعلیٰ اور عمدہ ہے تو تھوڑی دیر کی خدمت کا صلہ، مدتوں کی خدمت سے زیادہ ہوگا اور اگر کسی مقدم کو مؤخر کیا جائیگا تو یہ اسکا اپنا ہی قصور ہوگا۔ کیونکہ جو شخص اس لئے صداقت کو قبول کرتا ہے کہ صداقت قابل قبول چیز ہے اور کسی نفع کا خیال دل میں نہیں لاتا تو وہ خواہ کسی وقت بھی داخل کیوں نہو اولین صف مؤمنین میں کھڑا کیا جائیگا۔ اور لالچی یا

نفع کے امیدوار لوگ پچھلی صفوں میں ڈالے جائینگے اور انہیں کوئی اقتدار حاصل نہ ہوگا۔"

واقعہ صلیب کی پیشنگوئی

(دیکھو انجیل مرقس ۱۰: ۳۲ تا ۳۴)

اب حضرت عیسےٰؑ نے بیت المقدس جانے کا ارادہ فرمایا، لہذا اپنے حواریوں کو مخاطب کرکے کہا "میرا ارادہ ہے کہ بیت المقدس جاؤں تاکہ مقدس نوشتے پورے ہوں۔ میں دشمنوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو جاؤنگا اور طرح طرح کی تکالیف اٹھاؤنگا، یہانتک کہ صلیب پر کھینچا جاؤں گا۔ اور تیسرے دن مردوں میں سے جی اٹھونگا۔ لیکن حواریوں نے آپ کی بات نہ سمجھی کیونکہ انہیں تو یہ خیال تھا کہ آپ پر کوئی دسترس نہیں پا سکتا، بلکہ وہ تو اپنے دلوں میں کچھ اور ہی سمجھے ہوئے تھے جسکا بیان آگے آتا ہے۔

دو حواریوں کی خواہش اور آپکا جواب

(دیکھو انجیل مرقس ۱۰: ۳۵ تا ۴۵)

چنانچہ حضرت عیسیٰؑ روانہ ہوئے اور سفر کرتے ہوئے جیریکو کے قریب پہونچے، جہاں سے بیت المقدس کو راستہ جاتا ہے۔ یہودیوں کا نسان مہینہ جسمیں عید فصح ہوتی ہے، شروع ہو چکا تھا اور آپ کی دنیاوی زندگی میں اب صرف ہفتہ عشرہ ہی باقی رہ گیا تھا مگر حواری اس خیال میں مست تھے کہ عنقریب حضرت مسیحؑ شاہانہ تزک و احتشام کے ساتھ بیت المقدس میں داخل ہونگے اور کیا عجب کہ کسی معجزہ کی طاقت سے بنی اسرائیل آپ کو اپنا بادشاہ بنالیں، اس لئے ابھی ہی سے کئی حواری انہی منصوبوں میں غلطاں و پیچاں تھے کہ اب حضرت مسیح بادشاہ ہونگے اور ہمکو عہدے ملینگے۔ حواریوں میں یہ تین حواری زیادہ ممتاز اور سربرآوردہ تھے۔ ایک یعقوبؑ دوسرا اسکا بھائی یحیٰؑ اور تیسرا پطرسؑ۔ یعقوب اور یحیٰ نے اپنی ماں سلومی سے کہا کہ تم حضرت عیسیٰؑ سے میرے لئے سفارش کرو کہ وہ مجھے اعلیٰ

درجے عطا کریں۔

سلومی حضرت عیسیٰؑ کی رشتہ میں خالہ بھی ہوتی تھیں اور عمر رسیدہ بھی تھیں، اسلئے وہ موقعہ دیکھ کر آپکے پاس آئیں اور کہنے لگیں "میری ایک درخواست ہے اُسے قبول فرمائیے" آپ نے کہا "کہو کیا بات ہے؟" کہنے لگیں "میری آرزو یہ ہے کہ جب آپ تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوں تو میرے دونوں بیٹوں یعقوب اور یحییٰ کو اپنا وزیر مقرر کیجئے گا۔ ایک دائیں جانب دوسرا بائیں جانب کھڑا ہو اور یہ دونوں سب سے زیادہ برگزیدہ مانے جائیں" آپ نے یہ عجیب درخواست سُنکر سلومی سے کہا "نیک عورت! تیرے بیٹوں کو وزارت کے عہدے دینا اور دوسروں پر فائق کرنا میرے اختیار کی بات نہیں ہے"

جب باقی حواریوں نے یہ بات سُنی تو بہت بگڑے کہ یعقوب اور یحییٰ نے اپنی ماں کو سفارش کے لئے کیوں بھیجا۔ جب حضرت عیسیٰؑ کو معلوم ہوا کہ حواری آپس میں عہدوں کے لئے ایک دوسرے کی مخالفت کر رہے ہیں تو آپ نے اُن کو سامنے بلا کر فرمایا "تم بڑے درجوں کے لئے کٹے مرتے ہو۔ کیا تم میری بادشاہت کو دنیاوی بادشاہت سمجھتے ہو؟ میں تم لوگوں سے صاف صاف کہے دیتا ہوں کہ میری بادشاہت دنیاوی بادشاہت نہیں ہے، میری بادشاہت میں اُن کو بڑا عہدہ ملتا ہے جو بجائے خدمت لینے کے، دوسروں کی خدمت کرینگے۔ اور جو شخص آسمانی بادشاہت میں بڑا ہونا چاہتا ہے اُسے لازم ہے کہ عاجزی اور فروتنی اختیار کرے اور جو شخص پاکباز بننا چاہتا ہے اُسے لازم ہے کہ اپنے آپ کو گنہگار اور حقیر خیال کرے اور خدا تعالیٰ کے سامنے رحم کی درخواست کرے، اور جو شخص حاکم بننا چاہتا ہے اُسے سب کا محکوم ہونا چاہئے۔ کیونکہ اس بادشاہت کا حکمراں دوسروں سے خدمت لینے کے بجائے اُنکی خدمت کرتا ہے"

مقام جیریکو ۲۹ء بارطیمس کو بینائی عطا کرنا

(دیکھو انجیل مرقس ۱۰: ۴۶ تا ۵۲)

جب آپ جیریکو کی شہر پناہ کے پاس پہونچ گئے، تو شہر پناہ کے دروازہ پر سڑک کے کنارے ایک اندھا فقیر بیٹھا ہوا تھا، اُس نے آدمیوں کی آہٹ سُنی تو کسی سے پوچھا "یہ کون لوگ جا رہے ہیں؟" کہا گیا "حضرت عیسٰی ناصری معہ اپنے حواریوں کے جا رہے ہیں!" آپ کا نام سُنتے ہی وہ اندھا چیخا کہا "اے مسیح! خدا کے لئے میری دستگیری کیجئے" آپ اسکی آواز سُن کر رُک گئے اور اُسے اپنے پاس بلا کر پوچھا "کہو کیا چاہتے ہو؟" اُس نے عرض کیا "آپکو خدا نے یہ قوت بخشی ہے کہ اندھے بینا ہو جاتے ہیں پس میرے اوپر بھی نگاہ کرم کیجئے۔ آپ نے کہا "اے نیک مرد! تیرا یقین اور ایمان پکا ہے اسواسطے جا تجھے بینائی عطا ہو گئی" یہ کہکر آپ نے اسکی آنکھوں پر ہاتھ پھیر دیا۔ فوراً وہ شخص بینا ہو گیا اور خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنے لگا، یہ دیکھ کر اکثر لوگ آپ پر ایمان لے آئے۔

زکی کا ایمان لانا

(دیکھو انجیل لوقا ۱۹: ۱ تا ۱۰)

اسکے بعد آپ قصبہ میں داخل ہوئے اور بازاریں گذرے آپ کے آنے کی خبر سُنکر خلقت راستہ میں جمع ہونی شروع ہو گئی اور جیسے خبر ملتی تھی وہ کام چھوڑ کر مجمع میں شریک ہو جاتا تھا۔ یہاں ایک مالدار یہودی رہتا تھا جسکا نام زکی تھا۔ یہ شخص بھی آپ کی زیارت کا بڑا مشتاق تھا مگر قد اس قدر چھوٹا تھا کہ وہ آپ کو اچھی طرح دیکھ نہ سکتا تھا۔ لہذا اُس نے یہ ترکیب کی کہ آگے بڑھ کر ایک درخت پر چڑھ گیا تاکہ آپ کے دیدار سے فیضیاب ہو سکے۔ جب حضرت عیسٰیؑ اُس درخت کے قریب آئے تو آپ نے بآواز بلند فرمایا "اے زکی! نیچے اُتر آ، اور اپنے گھر جا کر میری اور میرے حواریوں کی دعوت کا سامان تیار کر میں آج تیرے ہاں مہمان کی حیثیت سے رہونگا" یہ مژدہ سُنتے ہی زکی نیچے اُتر آیا اور مجمع کو چیرتا پھاڑتا آپ کے قدموں پر گر پڑا اور آپکے ہاتھوں کو

بوسہ دیکر کہنے لگا " میری بڑی خوش قسمتی ہے کہ آپ میرے غریب خانہ پہ قدم رنجہ فرمائیں، زہے قسمت، زہے نصیب میرے کہ مسیح موعود میرا مہمان ہو اور مجھ جیسے گنہ گار انسان کے گھر کو رشک جنت بنائے۔ بسر و چشم! میں سمجھتا ہوں کہ میری زندگی میں ایسا موقعہ کبھی اس سے پہلے نہیں آیا، اس سے زیادہ اور کیا عزت ہو سکتی ہے! میں آپ کی تشریف آوری کے اعزاز میں اپنی دولت کا نصف حصہ خدا کی راہ میں دینے کا اعلان کرتا ہوں اور جس شخص سے میں نے کبھی ایک روپیہ بیجا طور پر وصول کیا ہے اسکے عوض چار روپے واپس کرونگا کہ میرے گناہ کا کفارہ ہو جائے۔ اور آج آپکے ہاتھ پر بیعت کر کے اس امر کا اعلان کرتا ہوں کہ آیندہ ایسی زندگی بسر کرونگا جو خدا تعالیٰ کی منشاء کے موافق ہو گی۔" یہ کلمات سُنکر حضرت مسیحؑ نے فرمایا " لوگو! آج خدا کی بخشش اور نجات دونوں زکی کے گھر میں موجود ہیں! کیونکہ اگرچہ یہ شخص گناہ آلود زندگی بسر کرتا تھا لیکن آج سچے دل سے توبہ کرتا ہے اور خدا تعالیٰ جو رحمت کا سرچشمہ ہے اس گنہ گار کی توبہ جلدی قبول فرماتا ہے جو صدق دل سے اپنے گناہوں پر نادم ہو کر آیندہ پاک زندگی بسر کرنیکا عہد کرتا ہے۔ میں اسی لئے آیا ہوں کہ بنی اسرائیل کے گھرانے کی گم شدہ بھیڑوں کو تلاش کر کے گلہ میں شامل کروں۔ میں خوش ہوں کہ یہ شخص آج آسمانی بادشاہت میں داخل ہوتا ہے۔ یاد رکھو خدا کی نظر میں امیر، فقیر، شریف، رذیل سب یکساں ہیں۔ اونچی اور نیچی ذات کا وہاں کوئی سوال ہی نہیں ہے جو اسکی مرضی پر چلتا ہے وہی اونچا ہے، اور وہی اعلیٰ اور ارفع ہے۔ اسکے بعد ایک مثال بیان فرمائی:۔

اشرفی کی تمثیل

(دیکھو انجیل لوقا ۱۹: ۱۱ تا ۲۸)

ایک شخص جو بہت معزز اور دولتمند تھا۔ اپنے گھر سے دور دراز ملک کو جانے لگا تاکہ بادشاہ سے اُس شہر کی حکومت اور امارت کا پروانہ حاصل کرے۔ چلتے وقت اُس نے اپنے نوکروں میں سے دس نوکر منتخب کر کے کہا

"مجھے تم سے تنہائی میں کچھ کہنا ہے لہذا میرے کمرہ میں آؤ" وہ دسوں نوکر اسکے کمرہ میں داخل ہوئے تب اُس نے ہر ایک کو ایک ایک اشرفی دی اور کہا "اس رقم سے تجارت کرو اور باقاعدہ حساب کتاب رکھو، واپسی پر جانچ کرونگا"

اس عمل سے اسکا مقصد یہ تھا کہ تھوڑی سی ذمہ داری امتحاناً عائد کرے تاکہ ان میں سے جو شخص دیانتدار اور کارگذار ثابت ہو اُسے واپسی پر بڑی ذمہ داری کا منصب عطا کرے۔ الغرض یہ انتظام کرکے وہ شخص سفر کو چلا گیا، اب یہاں کا حال سُنو، شہر کے باشندوں میں یہ شخص ہردلعزیز نہ تھا، اسلئے لوگوں نے ایک سفارت بادشاہ کے پاس بھیجی تاکہ بادشاہ کو اس شخص کے خلاف سمجھایا جائے۔ سفارت بادشاہ کے دربار میں باریاب ہوئی۔ سفیروں نے کہا "حضور ہم نہیں چاہتے کہ یہ شخص ہم پر حکمرانی کرے اسکی جگہ کسی اور کو مقرر فرمائیے۔ مگر بادشاہ نے ایک نہ سُنی اور اُسی کو حکومت کے لئے مناسب سمجھا پس اُسے سند عطا کی اور خلعت دیکر رخصت کیا۔ اور یہ شخص بڑے تزک و احتشام سے واپس آیا اور اُس نے ان ملازموں کو اپنے حضور میں طلب کرکے کہا "لاؤ دیکھوں تو سہی تم نے میرے پیچھے کیا کیا" ایک ملازم نے کھڑے ہوکر عرض کی "حضور! میں نے آپ کے ارشاد کے مطابق اس رقم کو تجارت میں لگایا اور اس رقم سے دس اشرفی منافع ہوا" آقا نے کہا "شاباش! میں تیرے کام سے بہت خوش ہوا، اور اسکے صلہ میں تجھے دس گانوں کی حکومت عطا کرتا ہوں۔ دوسرے ملازم نے کھڑے ہوکر عرض کی "جناب میں نے اس رقم کو تجارت میں لگایا اور اس سے پانچ اشرفیاں منافع ہوا" اس نے کہا "شاباش! میں تجھے اس کارگذاری کے صلہ میں پانچ گانوں کی حکومت عطا کرتا ہوں" تیسرے ملازم نے عرض کی "جناب! یہ لیجیے آپ کی اشرفی موجود ہے، میں نے آپکے جانے کے بعد اس اشرفی کو باحتیاط رومال میں باندھ کر صندوق میں رکھدیا تھا مبادا گم ہوجائے۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ آپ سخت گیر آقا ہیں اور بہت تند مزاج ہیں

نیز یہ بھی آپ کی عادت ہے کہ جو چیز آپ دیتے ہیں وہ طلب کرتے ہیں اور جو بویا نہیں کرتے وہ کاٹنا چاہتے ہیں" آقا نے یہ بات سن کر کہا "اچھا میں تیرے قول کے مطابق تیرے حق میں فیصلہ کرونگا۔ اے نالائق! اگر تو جانتا تھا کہ میں سخت گیر ہوں اور جو دیتا نہیں وہ طلب کیا کرتا ہوں تو تو نے میری اشرفی کو سود میں کیوں نہ چلایا جو وہ رقم اب مجھکو مع سود کے واپس ملتی" یہ کہکر اس نے ایک ملازم سے کہا "اشرفی اس شخص سے لیلو اور اسے دیدو جسکے پاس دس اشرفیاں موجود ہیں" لوگوں نے کہا جناب اُسکے پاس تو پہلے ہی دس اشرفیاں موجود ہیں" مالک نے کہا "ہاں ایسا ہی ہوگا جسکے پاس زیادہ ہے اُسی کو اور بھی ملیگا اور جسکے پاس کم ہے اُس سے وہ بھی لے لیا جائیگا جو اُسکے پاس ہے اور جن لوگوں نے میری مخالفت کی تھی اور میرے خلاف بادشاہ کو بھڑکانا چاہا تھا، انہیں پابزنجیر میرے پاس لاؤ تاکہ انہیں قتل کیا جائے اور وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچیں اور دوسروں کو عبرت حاصل ہو"

شاگردوں نے کہا "اے ربی! اس تمثیل کا کیا مطلب ہے؟" آپنے فرمایا "اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اپنی امت میں سے بارہ کو منتخب کیا ہے اور اُن کو تبلیغ حق کی امانت گرانبہا سپرد کی ہے اور اُن سے اقرار لیا ہے کہ وہ دین حق کی اشاعت کرینگے پس جو مبلغ اپنی ذمہ داری کا احساس نہیں کرتا اور خدا کی راہ میں جوش و خروش سے کام نہیں کرتا وہ ذلیل و خوار کیا جائیگا اس کا عہدہ چھین لیا جائیگا اور دوسروں کو دیدیا جائیگا۔ اور جن لوگوں نے میری مخالفت کی ہے آخر کار وہ لوگ اس مخالفت کا مزہ چکھیں گے اور ذلیل و خوار ہونگے"

عوام کا انتظار اور یہود کا فیصلہ

(دیکھو انجیل یوحنا ۱۱: ۵۵ تا ۵۷)

راستہ جیریکو میں زکی کے ہاں بسر کرکے صبح کے وقت آپ پھر روانہ ہوئے۔ چونکہ عید نزدیک آگئی تھی لہذا بیشمار آدمی

مختلف اضلاع سے بیت المقدس کی طرف جاتے ہوئے ملتے تھے۔ اور جن لوگوں کو شریک مراسم ہونے کے لئے طہارت شرعی کی ضرورت تھی وہ پہلے سے وہاں پہونچ رہے تھے تاکہ عین وقت پر پاک و صاف ہو کر شریک مراسم ہو سکیں۔ بیت المقدس میں چہل پہل شروع ہو گئی تھی اور تمام لوگ آپ کی آمد کے منتظر تھے۔ عوام کا یہ ہیجان دیکھ کر یہودی لوگ یعنی آپ کے مخالفین پریشان ہوئے۔ اور انھوں نے اس بات کا تہیہ کیا کہ جب موقع ملے آپ کو گرفتار کر لیا جائے اور پیلاطوس کی خدمت میں پیش کر دیا جائے کہ یہ شخص باغی ہے اور اس غرض سے کچھ آدمی آپ کے حالات و خیالات کی جاسوسی کے لئے بھی مختلف مقامات میں معین کر دیئے گئے۔

آخر حضرت عیسیٰ منزل بمنزل سفر کرتے ہوئے عید فصح سے چھ روز پہلے بیت عنیا میں جو راستہ میں پڑتا ہے داخل ہو گئے۔"

۲۹ سنہ مقام بیت عنیا | شمعون کے گھر دعوت میں شرکت کرنا

(دیکھو انجیل یوحنا ۱۲: ۱ تا ۸) ۸ ماہ نسان مطابق ۳۱ مارچ سنیچر کی شام آپ بیت عنیا میں داخل ہوئے۔ آپ کی آمد کی خبر آناً فاناً گاؤں میں پھیل گئی کیونکہ چند ہفتے پہلے آپ یہاں مردہ زندہ کرنے کا معجزہ دکھا چکے تھے۔ لوگ جوق جوق آپ کی زیارت کو آنے لگے۔ آپ نے شام کو شمعون کے مکان پر قیام کیا جسے جذام کا مرض تھا اور وہ آپ کی دعا سے اچھا ہوا تھا۔ مریم اور مارتھا شمعون کے ہاں دعوت کی منتظم تھیں۔ دعوت کے موقعہ پر ایک خاص واقعہ ہوا جسکی تفصیل یہ ہے:-

ناظرین کو یاد ہوگا کہ مریم لعزر کی بہن، آپ سے بہت محبت کرتی تھی، اور چونکہ آپ نے اسکے بھائی کو زندہ کیا تھا قدرتی طور پر اسکا دل شکر گذاری کے جذبات سے لبریز تھا۔ اس نے سوچا" اس موقعہ پر جبکہ سارے گاؤں کے سب لوگ

یہاں جمع ہیں، مجھے کوئی کام ایسا کرنا چاہئے جس سے میری محبت اور شکر گذاری کا اظہار ہو" پس وہ دوڑی دوڑی گئی اور گھر سے عطردان لائی اور قریب قریب سارا عطر آپ کے سر کے بالوں کو لگا دیا۔ اور باقیماندہ قدموں پر مل دیا اور پھر اپنے بالوں سے آپ کے پاؤں کی گرد صاف کی۔ عطر کی خوشبو سے تمام کمرہ مہک اٹھا اور حاضرین نے مریم کے اس محبت آمیز فعل اور مہمان نوازی کو بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھا لیکن حواریوں میں سے ایک شخص جو پر شیطانی وسوسے غالب تھے اس فعل اور اس جذبہ کو نہ سمجھ سکا اور اس نے اس مہمان نوازی کو فضول خرچی اور شیخی پر محمول کیا اور کہنے لگا "افسوس! اس عورت کی سمجھ پر! کس قدر فضول خرچی کی، بھلا اس سے کیا فائدہ ہوا؟ اگر یہ عطر آپ کی نذر کر دیا جاتا تو کم از کم ڈیڑھ سو روپے کو فروخت ہوتا اور وہ روپیہ مساکین کے مصرف میں آتا" آپ نے یہ بات سن کر فرمایا "اے یہوداہ اسخریوطی! کیوں اس نیک اور مخلص خاتون کے پاکیزہ جذبات کو بیدردی کے ساتھ پامال کرتا ہے؟ جو کچھ اس نے کیا بہت اچھا کیا۔ مساکین تمہارے ساتھ مدتوں رہینگے مگر میں تو چند روز کا مہمان ہوں۔ کاش تو ان محبت آمیز جذبات کی قدر کرتا جنکے تقاضہ سے مریم نے اپنی آرائش ذاتی کا بیش قیمت سامان میرے قدموں پر نثار کر دیا۔ اُس نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ وہ مجھے تمام دنیاوی اشیاء سے زیادہ عزیز رکھتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اسکا یہ فعل ہمیشہ یادگار رہیگا"

یہوداہ اسخریوطی دنیا کے فائدہ کی غرض سے آپ کے ساتھ ہوا تھا اور جب حضرت عیسیٰ اور ان کے ہمراہیوں کے خرچ کے لئے لوگ کچھ نذریں دیتے تو روپیہ اس شخص کے پاس جمع کیا جاتا تھا اور روپے کی تھیلی اسی کے پاس رہتی تھی جب کسی خرچ کی ضرورت ہوتی تھی، اس تھیلی کی رقم سے کام نکالا جاتا تھا۔ یہ شخص طبعًا

لالچی تھا اور اُسے خیال تھا کہ جب مسیح بادشاہت قایم کرینگے تو میں وزیرِ خزانہ مقرر ہونگا لیکن جب آپ نے فرمایا کہ میں تو چند روز کا مہمان ہوں" تو اسکی ساری امیدوں کا خاتمہ ہوگیا۔ اور جب حضرت عیسیٰؑ نے عطر ملنے والی عورت کی پاسداری و حمایت فرمائی اور یہوداکے اعتراض کو رد کر دیا تو یہ شخص اور بھی بگڑ گیا اور دل میں حضرت عیسیٰؑ کے خلاف بُرے ارادے کرنے لگا۔ اور آخر اسی شخص نے صرف پچاس روپے لیکر حضرت عیسیٰ کو دشمن کے ہاتھ میں گرفتار کرادیا۔ ایک تو یہ مرد تھا اور دوسری وہ عورت مریم تھی جس نے سینکڑوں روپے کا عطر قدموں سے مل دیا اور پھر بھی یہی کہتی رہی کہ کچھ خدمت نہو سکی۔

یہود کا اضطراب

(دیکھو انجیل یوحنا ۱۲: ۹ تا ۱۱)

ایک دن کے لئے حضرت مسیحؑ نے بیت عنیا میں قیام کیا لیکن صرف ایک دن کے قیام میں اسقدر خلقت آپ کے پاس زیارت کے لئے آئی کہ دشمن آگ بگولا ہوگئے اور بیت عنیا کے کاہن نے بیت المقدس میں کہلا بھیجا کہ جہانتک جلد ممکن ہو اس شخص کو قتل کرانا چاہئے اور ہو سکے تو لعزر کو بھی مارنا چاہئے کیونکہ یہی شخص لوگوں کے رجوعات کا باعث ہو رہا ہے جواب میں سردار کاہن نے اُسے اطلاع دی کہ ہم نے تہیہ کر لیا ہے کہ اس مرتبہ اس شخص کو جیتا نہ چھوڑیں گے تم ہرگز پریشان نہو"

یوم یکشنبہ، آخری ہفتہ

حضرت مسیح کا بیت المقدس میں داخلہ کی تیاری کرنا

اس عرصہ میں آپ کی شہرت اس قدر بڑھ گئی تھی کہ خلقت بیت المقدس سے بیت عنیا میں آ آکر آپ کی زیارت کرنے لگی۔ وجہ یہ تھی کہ عوام الناس آپ کو مسیح موعود سمجھتے تھے اور اس لئے انھیں یقین تھا کہ آپ عنقریب بنی اسرائیل کی حکومت کا اعلان کرینگے

لہذا عوام میں بہت جوش و خروش تھا اور ہر شخص بڑے اشتیاق کے ساتھ آپ کی آمد کا منتظر تھا۔

خیر دوسرے دن آپ بیت عینا سے روانہ ہوئے اور ایک جم غفیر آپ کے ہمراہ چلا، جب آپ کوہ زیتون کے قریب پہونچے تو اپنے شاگردوں سے فرمایا "سامنے والے گانوں میں جاؤ، وہاں سڑک کے کنارے ایک گدھا رسّی سے بندھا ملیگا اُسے میری سواری کے لئے لے آؤ اور اگر کوئی دریافت کرے کہ گدھا کہاں لئے جاتے ہو تو میرا نام لے دینا کوئی کچھ نہ کہہ سکیگا۔" چنانچہ آپ وہیں ٹھہر گئے۔ اس مقام کا نام بیت فج تھا۔ حضرت عیسٰیؑ نے سواری کے لئے گدھا اس لئے تجویز کیا کہ یہودیوں کا یہ خیال دور ہو جائے کہ میں دنیا کا بادشاہ ہوں کیونکہ یہودیوں کے ہاں پیشین گوئیاں یہ تھیں کہ مسیح موعود شاندار گھوڑے پر سوار ہو کر بنی اسرائیل کی گم شدہ بادشاہت کا اعلان کریگا اسلئے آپ نے گدھا منگایا تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ میں وہ دنیاوی مسیح نہیں ہوں جو دنیا کی بادشاہت کے لئے آنے والا ہے میں تو اللہ کا ایک عاجز بندہ ہوں جو گھوڑے کی جگہ عاجز گدھے پر سوار ہو کر بیت المقدس میں داخل ہوتا ہے۔

چنانچہ حواری آپ کے حکم کی رو سے گدھا لے آئے اور آپ اسپر سوار ہو گئے۔

اس مرتبہ آپ سابق کی طرح خاموشی اور تنہائی میں روانہ نہیں ہوئے بلکہ ہزارہا آدمیوں کا مجمع آپ کے ساتھ تھا، اور پیدل بھی نہ تھے بلکہ سواری پر جا رہے تھے۔ راستہ ناہموار تھا چونکہ پہاڑی مقام تھا، لوگ آہستہ آہستہ چل رہے تھے، اپریل کا پہلا ہفتہ تھا، موسم بہار شروع تھا، درخت ہرے بھرے دونوں طرف کھڑے تھے، لوگوں نے خوشی میں انکی ڈالیاں کاٹ کاٹ کر آپ کے راستہ میں بچھانی شروع کیں اور بعض عقیدتمندوں نے اپنے چغے اُتار کر راستہ میں بچھا دئے، عورتیں اور بچے زبور گاتے جا رہے تھے اور خوشی کے نعرے فضائے عالم میں گونج رہے تھے، لوگ رہ رہ کر پکار اٹھتے تھے "ہوشعنا! ہوشعنا!!

مبارک ہو ابن داؤدؑ اپنے باپ کے شہر میں داخل ہوتا ہے!

مبارک! مبارک! وہ بادشاہ جو خداوند خدا کے نام پر آتا ہے۔ ہوشعنا! ہوشعنا!

مبارک اور برگزیدہ ہے وہ، جو داؤدؑ کی نسل سے ہے۔ مبارک! مبارک!! ہوشعنا! ہوشعنا!!

مبارک ہے وہ بادشاہت جو ابن داؤدؑ قایم کرے گا! ہوشعنا! ہوشعنا!! ہوشعنا۔

الغرض اس قسم کے نعروں کے درمیان آپ قطع مسافت کر رہے تھے جب آپ شہر میں داخل ہوئے تو اس جلوس کا تماشہ دیکھنے کے لئے عورتیں کھڑکیوں میں اور بچے دروازوں پر جمع ہو گئے۔ لوگ ایک دوسرے سے پوچھتے "یہ کون ہے جو اس شان و شوکت کے ساتھ آ رہا ہے اور تمام خلقت اسکے پیچھے لگی ہوئی ہے؟" ناصرۃ کے لوگ جو آپ کے ہمرکاب تھے کہنے لگے "یہ شخص عیسیٰؑ ناصری ہے، ہمارے علاقہ گلیل میں ایک قصبہ ناصرۃ ہے وہاں کا باشندہ ہے اور نبی ہے"۔ یہودی مخالفین اس شاندار جلوس کو دیکھ کر دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا رہے تھے اور جب انہوں نے ان لوگوں کی زبان سے وہ القاب سنے جو مسیح موعود کے لئے مختص ہیں تو تاب نہ رہی۔ چند فریسی آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے "جناب! آپ اس مجمع کو منع نہیں کرتے کہ وہ ان خطابات سے آپ کو یاد نہ کرے جو مسیح موعود کے لئے مخصوص ہیں؟" آپ نے فرمایا "اگر تم کسی صورت سے لوگوں کی یہ صدائیں بند کرا سکو اور ان کو یہ الفاظ نہ بولنے دو تو پھر درختوں اور پتھروں سے یہی کلمات سنو گے۔ یہ لوگ محض اظہار حقیقت کر رہے ہیں، یہ نہ نمود ہے نہ ریاکاری ہے"

الغرض اسی طرح یہ جلوس شہر میں سے گذرتا ہوا کوہ موریا پر جا کر ختم ہو گیا کیونکہ اس مقام کے آگے خاک آلودہ پاؤں لیکر نہیں جا سکتے۔ وہاں سے ہیکل کی سرحد شروع ہوتی ہے اور وہاں قدم قدم پر مراسم کی پابندیاں کرنی پڑتی ہیں۔ راستہ میں کئی دفعہ فریسیوں نے آپ سے کہا کہ ان لوگوں سے کہدیجئے کہ وہ آپ کو مسیح موعودؑ

کے نام سے نہ پکاریں، اس سے ہمارے جذبات مجروح ہوتے ہیں۔ مگر آپ نے ہر دفعہ یہی کہا "اگر تم ان آدمیوں کو چپ کردوگے تو پتھروں سے یہی آواز سنوگے" گویا اس طرح حضرت عیسیٰؑ نے اپنے مسیح موعود ہونے پر بار بار اصرار کیا۔ اور دوسرے لفظوں میں یہ اعلان، اعلانِ جنگ تھا جسکو سنکر دشمن نے فوراً ہی حملہ شروع کردیا۔

حضرت مسیحؑ کا ہیکل میں داخل ہونا

حضرت مسیح پہاڑی کو طے کرتے ہوئے ہیکل کے سامنے آئے، جہاں آپ کے دشمن جمع تھے۔ یہ مقدس عمارت ایک چھوٹی سی پہاڑی پر بنی ہوئی تھی اور اسکی ساخت اس طرح پر واقع ہوئی تھی کہ وقت بے وقت قلعہ کا بھی کام دے سکتی تھی۔ ان دنوں یہودیوں کی بداخلاقی کے سبب یہ مقدس مقام سوائے عبادت کے اور ہر قسم کا کام دیتا تھا، اور یہ خانۂ خدا جو در اصل خدا کی پرستش کرنے کے لئے بنایا گیا تھا جہاں سوائے خدا کے نام کے اور کوئی لفظ سُنائی نہ دینا چاہیئے تھا وہاں سوائے خدا کے نام کے اور سب کچھ سُنائی دیسکتا تھا۔ یہ معبد یہود کے لئے خطرہ کے وقت قلعہ کا کام دیتا تھا۔ اور تہوار کے موقعوں پر جلسہ گاہ بن جاتا تھا، رقوم جمع کرنے کے لئے بینک بھی تھا۔ تجارت یا آڑھت کی منڈی بھی تھا۔ دیوان عام بھی تھا جہاں دنیا جہان کے جھگڑوں کا فیصلہ ہوتا تھا۔ اور یہ ملاقاتوں کے لئے ایک کلب گھر بھی تھا جہاں لوگ مختلف اوقات میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے تھے۔ غرض ساری تمدنی او معاشرتی ضرورتیں بلا کھٹکے یہاں پوری ہوتی تھیں۔ غرض جلوس کے ہمراہیوں کے ساتھ حضرت مسیح غیر اقوام کے ایوان میں پہونچے۔ یہ مقام ہیکل کا ابتدائی حصہ تھا اور سب سے زیادہ چہل پہل اسی مقام پر رہتی تھی، اور دنیا بھر کے سوداگر یہاں جمع رہتے تھے، ایک طرف فاختہ اور کبوتر فروخت کرنے والے صدا لگا رہے تھے، دوسری طرف بیل اور بھیڑیں بیچنے والے بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک رخ مہاجن لوگ ریزگاری لئے بیٹھے تھے اور دوسرے

بج پہ دلال بیٹھا جائے جمع تھے اور ان سب کے غل شور کے سبب یہاں کسی کو کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔

یہ نظارہ حضرت عیسیٰؑ کے لئے نیا نہ تھا۔ آپ اس سے پہلے بھی اس بات کا مشاہدہ کر چکے تھے کہ دشمنان صداقت نے خانہ خدا کو ایک بازار بنا رکھا تھا۔ مگر آج یہ حال دیکھ کر آپ کو جلال آگیا اور آپ نے کوڑا لے کر ایک سرے سے سب کو نکالنا شروع کیا اور سخت نفرت کے لہجہ میں خطاب کیا "افسوس تمہارے دنیا کے غلامو! تم نے خدا کے گھر کو دنیا کا بازار بنا رکھا ہے۔ نکل جاؤ یہاں سے"

چونکہ آپ ایک حق بات کی تائید میں کھڑے ہوئے تھے لہذا کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ آپ کا سامنا کرتا۔ تمام لوگ کان دبائے ادھر اُدھر منتشر ہو گئے لیکن اس فعل نے تمام تجارت پیشہ لوگوں کو بھی آپ کا دشمن بنا دیا۔ علماء یہود تو پہلے ہی سے جلے بیٹھے تھے اب بنیوں کا طبقہ بھی اُن کے ساتھ مل گیا اور یہ لوگ باطن میں آپ کے جانی دشمن ہو گئے۔ علماء اگرچہ دین کے خادم تھے لیکن وہ بھی در پردہ تجارت کرتے تھے اور ان موقعوں پر خاصی رقم کما لیتے تھے۔ مثلاً بڑی بڑی دکانیں جو عبادت گاہ میں لگائی جاتی تھیں، در اصل اناس سردار کاہن کے بیٹوں پوتوں اور رشتہ داروں کی ہوتی تھیں۔ جسقدر پرندے فروخت ہوتے تھے وہ سب کے سب اُن باغات سے پکڑے ہوئے ہوتے تھے جو اناس کی ملکیت تھے اور ان کا منافع اسی کو ملتا تھا۔ اور دکانداران کا وہاں کوئی حق نہ تھا، علماء کے طبقہ کو اپنی آمدنی کا دسواں حصہ نذر کے طور پر پیش کیا کرتے تھے۔ غرض یہودی علماء دین کے پردہ میں روپیہ پیدا کرتے تھے اور اس وجہ سے یہ قابل اعتراض باتیں، خانہ خدا میں روا رکھی جاتی تھیں۔ پس تمام لوگ آپ کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے اور کچھ عجب نہیں اگر اسی رات کو ان لوگوں نے آپ کی گرفتاری کے منصوبے باندھنے شروع کر دیئے ہوں۔ حضرت عیسیٰؑ

نے جب خانۂ خدا کو ان خرافات سے پاک کر دیا تو بیت عینا کی طرف واپس چلے گئے۔

شہر بیت المقدس سے خطاب

(دیکھو انجیل لوقا ۱۹: ۴۱ تا ۴۴)

جاتے وقت آپ نے شہر بیت المقدس کو خطاب کر کے فرمایا "اے پاک شہر! کاش تو اُن ناپاک خیالات اور ملحدانہ جذبات سے آگاہ ہوتا جو تیرے باشندوں کے دلوں میں موجزن ہیں۔ کاش تجھے اُن فریب کاریوں اور دغابازیوں کی خبر ہوتی جو تیرے اندر رہنے والے رات دن کر رہے ہیں! افسوس کہ یہ تمام باتیں تیری نگاہوں سے پوشیدہ ہیں۔ اے شہر! وہ دن قریب ہیں جب تیری عظمت و شان برباد ہو جائیگی، تیرا تقدس خاک میں ملجائیگا تیرے گرداگرد خندق کھودی جائے گی۔ دشمن تیرا ہر چہار طرف سے محاصرہ کرے گا اور چاروں طرف سے تجھ پر تیر و تفنگ کی بوچھاڑ ہوگی۔ اور اس سے بھی زیادہ دردناک نظارہ وہ ہوگا جب عمارات کی اینٹ سے اینٹ بجائی جائے گی، جا بجا آگ لگائی جائیگی۔ اور اے شہر! تجھے اور تیرے باشندوں کو تحس نحس کر دیا جائیگا۔ تو ایک قبرستان کی شکل میں تبدیل ہو جائیگا اور تیرے باشندے تجھ میں جیتے جی دفن کر دئے جائیں گے۔" افسوس تجھ پر اور تیرے باشندوں پر! لیکن یہ ہوگا اور ضرور ہوگا۔

بیماروں کو شفا دینا

(دیکھو انجیل متی ۲۱: ۱۴ تا ۱۷)

راستہ میں ایک کثیر تعداد ہر قسم کے مریضوں کی جمع تھی، آپ نے راہ چلتے انہیں دعا دی اور صحت عطا کی، اس معجزہ کی وجہ سے لوگوں نے پھر خوشی کے نعرے بلند کرنے شروع کئے اور یہ نعرے یہودی علماء کو بہت ناگوار گذرے۔ بعض نے طنز آمیز لہجہ میں آپ سے کہا "کیوں جناب! یہ لوگ کیا کہتے ہیں اور کیوں اس قدر شور مچاتے ہیں؟" آپ نے فرمایا "کیا تم نے زبور میں نہیں پڑھا' اے خدا تو کیسا قادرِ مطلق ہے! تو نے اپنی تعریف بچوں، شیرخوا

بچوں کے منہ سے پوری کرائی ہے!' پھر تعجب کیوں کرتے ہو؟"

جو شخص اپنی جان حوادث اور مصائب سے محفوظ رکھنا چاہتا ہے اور خطرات سے بھاگتا ہے اسکے لئے خطرات اور مصائب یقینی ہیں اور وہ جس چیز کو بچانا چاہتا ہے اُسے ضرور کھو دیگا۔ تم جسقدر اپنی جان کا لالچ کرو گے اُسی قدر روحانی موت تم پر وارد کی جائے گی، اور جو لوگ اپنی جان کی پرواہ نہیں کرتے انہیں حیات ابدی ملیگی۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح دانہ پہلے گلتا ہے سڑتا ہے، خاک میں ملتا ہے، بعدازاں پھلتا پھولتا ہے اسی طرح انسان پہلے تکالیف برداشت کرتا ہے اسکے بعد کامیابی کا چہرہ دیکھتا ہے۔ اور جو شخص خدا کی راہ میں قربانی کرنے سے گھبراتا ہے اور اس ڈر سے اظہار صداقت نہیں کرتا کہ مبادا لوگ تکالیف پہنچانی شروع کردیں اور اس خوف سے اعلاء کلمۃ الحق نہیں کرتا کہ مخالف لوگ جان سے مار ڈالینگے تو ایسا آدمی حیوانوں کی طرح زندگی بسر کرتا ہے، سانس لیتا رہتا ہے اور پیٹ پالتا رہتا ہے لیکن حقیقی زندگی سے آشنا نہیں ہو سکتا۔ اور مرنے کے بعد کوئی اُسے بھول کر بھی یاد نہیں کرتا۔ اگر زندہ جاوید ہونا چاہتے ہو تو جیتے جی مرجاؤ۔ پس جو شخص میری پیروی کرنا چاہے اُسے ہر قسم کی تکلیف اٹھانے کے لئے تیار ہو جانا چاہئے۔ اگر کوئی شخص میری خدمت کرنی چاہتا ہے تو میرے پیچھے ہو لے اور جہاں میں ہوں وہاں وہ بھی ہوگا، یعنی جو میرا حال ہے وہی اسکا حال ہوگا۔ میں کانٹوں کا تاج سر پر رکھنے والا ہوں اُسے بھی کانٹوں ہی کا تاج ملیگا، زر اور گوہر نہیں مل سکتا لیکن یہ ضرور ہے کہ جو میری خدمت کریگا، آسمانی باپ خداوند تعالیٰ اُسکی عزت کریگا۔ سچ ہے کہ جو خدا کے بندے ہیں دنیا میں کانٹوں کا تاج پہنتے ہیں اور دنیا والوں کی نظر میں ذلیل و خوار ہوتے ہیں لیکن آسمان پر انہیں بڑے بڑے مراتب ملتے ہیں اور وہ لوگ مقرب بارگاہ ایزدی ہوتے ہیں

پھر آپ نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا "اے باپ! اپنے پاک نام کو جلال دے" مگا آسمان سے آواز آئی "میں نے اسکو جلال دیا اور پھر بھی دونگا" جو لوگ وہاں موجود تھے کہنے لگے "بادل گرجا" بعضوں نے کہا۔ "نہیں کوئی فرشتہ آپ سے ہمکلام ہوا" حضرت مسیح نے فرمایا "یہ آواز میرے لئے نہیں ہے بلکہ تمھارے لئے ہے۔ اسمیں تمھارے لئے سبق اور نصیحت مضمر ہے اگر تم غور کرو خدا تمھارے اوپر ہر طرح سے اتمام حجت کر رہا ہے۔ وہ وقت قریب آرہا ہے جب دشمنانِ دین، خدا کے ماموراور فرستادہ کو رد کرینگے ذلیل کرینگے اور آخرکار شہید کر دینگے اور اس فعل شنیعہ کی وجہ سے بطرز مکافات اُن پر عذاب شدید نازل کیا جائیگا، لہذا وقت ہے کہ سمجھدار لوگ توبہ کریں اور ایمان لائیں، عنقریب دنیا کی عدالت ہوگی، عنقریب دنیا کا سردار رد کیا جائیگا اور اگر میں زمین سے بلند کیا جاؤنگا تو سب کو اپنے پاس کھینچ لونگا۔ یہاں آپ نے ایک لطیف کنایہ میں طرز شہادت کی طرف اشارہ کیا کہ میری موت صلیب پر واقع ہوگی۔ اسپر لوگوں نے کہا "جناب والا! آپکا اس بلند کئے جانے سے کیا مطلب ہے؟ مردود ہونے سے کیا مراد ہے؟ آپ کیونکر قتل ہوسکتے ہیں۔ ہم نے تو مقدس نوشتوں میں یہ پڑھا ہے کہ مسیح موعود ابد تک رہیگا اور اسکی بادشاہت ابدی ہوگی۔ پھر یہ ابن آدم کون ہے جسکے بلند کئے جانے کا آپ ذکر کرتے ہیں؟" آپ نے بات کا پہلو بدلکر فرمایا "دوستو! سر دست اس ذکر کو جانے دو، بجائے آیندہ کے حال کی طرف غور کرو۔ آسمانی نور فی الحال تمھارے درمیان موجود ہے، جب تک نور تمھارے ساتھ ہے تم اُس نور سے اپنی جان کو منور کرنا بھول نہ جاؤ اور جب وہ نور غائب ہو تو تاریکی میں نہ چلے جانا یقین رکھو جو شخص تاریکی میں چلتا ہے وہ ضرور

ٹھوکریں کھاتا ہے اور علاوہ بریں اُسے یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ میں کدھر جا رہا ہوں، صحیح راستہ پر ہوں یا اِدھر اُدھر بھٹک گیا ہوں بس جو شخص مجھے قبول کرتا ہے قبولیت کی وجہ سے اُس میں نور (نورِ ایمان) پیدا ہو جاتا ہے اور وہ نور اس کے دائیں بائیں چلتا ہے اور اُسے تاریکی نہیں گھیرتی، یعنی وساوس و خیالات شیطانی کا شکار نہیں ہوتا۔ اور جو شخص پیغمبر کی اطاعت نہیں کرتا وہ منزلِ مقصود پر نہیں پہونچ سکتا بلکہ راستہ ہی میں ٹھوکریں کھا کر کہیں کا کہیں پہونچ جاتا ہے۔ انسان اس دنیا میں محتاج ہے آنکھوں کا اور ہم جانتے ہیں کہ اندھا آدمی بغیر دوسرے کے سہارے نہیں چل سکتا، اسی طرح ہر انسان روحانی عالم میں بھی روحانی اور باطنی آنکھوں کا محتاج ہے اور دنیاوی آدمی باطن کا اندھا ہوتا ہے۔ لہٰذا وقت سے فائدہ اُٹھاؤ، نور تمہارے سامنے موجود ہے اس پر ایمان لاؤ اُسے قبول کرو، اختیار کرو، نوری ہو جاؤ، نور کے فرزند بن جاؤ، تاریکی (شیطان) سے قطع تعلق کر کے نور (خدا) کے پیرو ہو جاؤ، تاکہ حیاتِ ابدی پاؤ۔

یہ کہہ کر آپ اس مجمع سے رخصت ہو گئے اور کسی تنہا مقام میں چلے گئے۔ اگرچہ انجیل میں لکھا ہے کہ آپ بیت عنیا کو واپس چلے گئے لیکن حالات سے اندازہ ہوتا ہے کہ بیت عنیا اور بیت المقدس کے درمیان کسی محفوظ سایہ دار جگہ میں شب باش ہوئے ہونگے کیونکہ آپ کے لئے بیت عنیا بھی اتنا ہی خطرناک تھا جسقدر کہ بیت المقدس۔ اور وہاں بھی یہودی آپ کی فکر میں لگے ہوئے تھے۔

بیت المقدس، یوم دوشنبہ، انجیر کا درخت

(دیکھو انجیل متی ۲۱: $\frac{۱۸}{۲۲}$) رات آپ نے بیت عنیا کے قرب وجوار میں بسر کی اور جب صبح ہوئی تو پھر بیت المقدس کی طرف چلے، راستہ میں آپ کو شدت کی بھوک

لگی۔ غالباً گزشتہ رات کو کچھ کھایا نہ ہوگا۔ سامنے ذرا فاصلہ پہ ایک ہرا بھرا، انجیر کا درخت دکھائی دیا۔ اس کے پتے اس بات کی شہادت دے رہے تھے کہ پھل ضرور ہونگے، کیونکہ عموماً پھل پہلے آتا ہے اور پتے بعد میں نکلتے ہیں۔ لیکن جب آپ درخت کے قریب آئے تو دیکھا کہ اُس میں ایک انجیر بھی نہ تھا۔ دوسرے لفظوں میں یہ درخت نمائش ظاہری اور ریاکاری کا خاصہ نمونہ تھا۔ اور اُس قوم کی مانند تھا جو بظاہر لباس شرع سے آراستہ پیراستہ تھی، لیکن باطن میں خشیۃ اللہ اور تقویٰ کا اس میں نام و نشان تک نہ تھا۔ اس اثنار میں جبکہ آپ اس درخت کی طرف دیکھ رہے تھے آپ کے حواری بھی آگئے۔ تب آپ نے درخت کی طرف خطاب کیا "آیندہ تجھ میں کبھی پھل نہ لگے" یہ کہہ کر پھر بیت المقدس کی راہ لی

ہیکل کو دوبارہ تاجروں سے پاک و صاف کرنا

(دیکھو انجیل لوقا ۱۹: ۴۵ و ۴۶)

آپ بیت المقدس میں تشریف لائے اور سیدھے ہیکل میں آئے۔ یہاں آکر پھر وہی دلخراش نظارہ دیکھنے میں آیا۔ چاروں طرف خرید و فروخت کا بازار گرم تھا۔ آپ نے دوبارہ ان تمام لوگوں کو وہاں سے نکال دیا۔ اور ان دوکانداروں کو نہایت سخت الفاظ میں نصیحت فرمائی اور کہا "افسوس تم پر کہ خدا کے گھر کو منڈی بنا رکھا ہے! ارے نادانو! یہ جگہ عبادت کے لئے تھی، لیکن تم نے یہاں بھی تجارت شروع کر دی" لوگ یہ بات سن کر خاموش ہو گئے اور کسی کو اختلاف و مخالفت کی مجال نہ ہوئی۔

پھر آپ نے اندھوں، لنگڑوں، لولوں اور ہر قسم کے مریضوں کو جو وہاں جمع تھے شفار عنایت کی اور ان کو برکت دی۔ یہودی علمار دیکھ رہے تھے کہ مخلوق آپ کے گرد پروانوں کی طرح جمع ہوتی جاتی ہے۔ اسلئے دمبدم ان کی تشویش بڑھتی جاتی تھی۔ وہ تو اسی دم آپ کو گرفتار کرانا چاہتے تھے لیکن عوام الناس کے ہجوم کی وجہ سے جھجکتے تھے، مبادا

لوگ برانگیختہ ہو جائیں۔ خیر حضرت مسیح نے سب حاضرین کو نصیحت فرمائی اور آسمانی بادشاہت کی خوشخبری سنائی اور پھر بیت عنیا کی طرف واپس چلے گئے۔

مناظرہ و مکالمہ ، انجیر کا درخت

(دیکھو انجیل مرقس ۱۱: ۲۰ تا ۲۶)

حضرت مسیحؑ نے رات شہر سے باہر کسی باغ میں بسر کی اور صبح کو معہ حواریوں کے پھر شہر بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں شاگردوں نے دیکھا کہ وہ انجیر کا درخت جو کل تک ہرا بھرا تھا آج بالکل سوکھ گیا۔ اس اثناء میں سب کے سب اُس درخت کے قریب پہونچ گئے اور اسکو حیرت کی نگاہوں سے دیکھنے لگے، اور دل میں کہنے لگے "کل اس درخت کو مسیحؑ نے بد دعا دی تھی، اس کا یہ اثر ہوا کہ پھل لگنا درکنار پتے بھی سوکھ گئے"۔ آپ نے ان کے خیالات کا اندازہ کرکے فرمایا "اگر تم سچے دل سے خدا پر ایمان لے آؤ تو یہ درخت تو کیا چیز ہے اگر سامنے والے پہاڑ سے کہو گے کہ اپنی جگہ سے حرکت کر اور سمندر میں گر جا تو وہ فوراً سمندر میں جا پڑیگا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ کہتے وقت خدا تعالیٰ پر کامل بھروسہ ہو، لہذا جب خدا تعالیٰ سے دعا مانگو تو اس یقین کے ساتھ کہ وہ ضرور تمھاری التجا کو سنتا ہے اور ضرور قبول کریگا"

حضرت عیسیٰؑ کے منصب تبلیغ کی بابت سوال

(دیکھو انجیل مرقس ۱۱: ۲۷ تا ۳۳)

جب حسب معمول حضرت عیسیٰؑ ہیکل میں داخل ہوئے۔ آپ کی آمد کی خبر سنکر خاص و عام ہیکل میں جمع ہو گئے تو آپ نے حسب معمول اپنا وعظ شروع کیا۔ یہودی علماء کا پیمانہ صبر لبریز تو کل ہی ہو چکا تھا اب چھلکنے لگا اور سردار کاہن معہ اپنے لواحقین کے آپ کے پاس آیا اور یہ سوال کیا "جناب عالی! براہ کرم ہمیں بتائیے کہ آپ کو یہاں آکر تبلیغ کرنے کا کیا حق حاصل ہے؟ کس شخص نے آپ کو وعظ کرنے کے لئے مامور کیا ہے؟"

حضرت مسیحؑ نے کمال سنجیدگی کے ساتھ جواب دیا" آپ کے سوال کا جواب، میرے سوال کے جواب پر منحصر ہے۔ پس اگر آپ اس امر کے خواہشمند ہوں کہ مجھ سے سبب تبلیغ معلوم کریں تو براہ کرم میرے سوال کا جواب دیجیے کہ" حضرت یحییٰ کا لوگوں کو اصطباغ دینا خدا کی طرف سے تھا یا نہیں؟ اور حضرت یحییٰؑ مامور من اللہ تھے یا نہیں؟" اس سوال سے آپ کا مطلب یہ تھا کہ جسطرح حضرت یحییٰ مامور من اللہ تھے اسی طرح میں بھی فرستادۂ خدا ہوں لیکن اس حقیقت کا اعتراف آپ اُن کی زبان سے کرانا چاہتے تھے تاکہ وہ اپنے قول سے آپ کے مؤید ہو جائیں۔ اب صورت حال یہ تھی کہ حضرت یحییٰؑ جیسا کہ جمہور کا عقیدہ تھا مامور من اللہ تھے۔ کون شخص یہ کہنے کی جرأت کر سکتا تھا کہ وہ تبلیغ حق کے پیغمبر نہ تھے۔ اب سائل کے لئے یہ مشکل آن پڑی کہ اگر وہ حضرت یحییٰؑ کی پیغمبری کا انکار کرتا ہے تو ساری قوم مخالف ہو جائے گی اور اقرار کرتا ہے تو فوراً حضرت عیسیٰؑ یہ کہدینگے کہ اگر تم حضرت یحییٰ کو پیغمبر اور سچا مانتے ہو تو سوال فضول ہے کیونکہ خود حضرت یحییٰؑ نے بشارت دی تھی کہ "عیسیٰ ناصری مسیح موعودؑ ہے"۔ لہذا اس مشکل سے بچنے کے لئے اس نے کہا کہ" ہم نہیں جانتے کہ یحییٰ مامور من اللہ تھے یا نہیں"۔ حضرت مسیحؑ نے یہ جواب سُنکر فرمایا" اگر تم میری بات کا جواب دینا نہیں چاہتے تو میں بھی تمہاری بات کا جواب نہیں دیتا۔ اور تمھیں بھی مجھ سے یہ سوال کرنے کا کوئی حق نہیں ہے کہ میں کس کے حکم سے تبلیغ کرتا ہوں"۔

(دیکھو انجیل لوقا ۲۰: ۲۰ تا ۲۶)

قیصر روم کی اطاعت

ادھر حضرت مسیحؑ آسمانی بادشاہت کا مفہوم اور وہاں کے داخلہ کی شرائط لوگوں کے ذہن نشین کر رہے تھے، اُدھر تریسی آپکو حکومت وقت کی نگاہ میں مشتبہ کرنے کا انتظام کر رہے تھے۔ انھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ کوئی بات ایسی کرنی چاہئے جس سے اس شخص پر بغاوت کا الزام لگ سکے۔ چنانچہ انھوں نے

چند اجنبی اور گمنام طلباء کو اور دو تین ہوا خواہان ہیرودیس (حاکم گلیل) کو آپ کے پاس بھیجا تاکہ حضرت عیسیٰؑ کو ان کے خلوص پر کسی قسم کا شبہ نہ ہو سکے۔

یہ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا "اے استاد! ہم جانتے ہیں کہ آپ بہت عقلمند اور راستباز ہیں اور کلمۂ حق کے اظہار میں کسی کی پرواہ نہیں کرتے۔ براہ کرم یہ فرمائیے کہ قیصر روم کو جزیہ دینا جائز ہے یا نہیں"۔ ان لوگوں نے دل میں سوچا تھا کہ اگر مسیح اسکو جائز کہینگے تو ہم عوام میں آپ کے خلاف نفرت اور حقارت کے جذبات پھیلائینگے کہ یہ شخص یوں تو مسیح ہونے کا دعویٰ کرتا ہے لیکن قومی احساس اور خودداری کا جذبہ اس میں بالکل نہیں ہے اور یہ حکومت کا خوشامدی ہے۔ (یہ معلوم رہے کہ یہودی اس ٹکس کو اپنے لئے قومی توہین خیال کرتے تھے) اور اگر آپ یہ کہینگے کہ ٹیکس جائز نہیں ہے تو پھر حکومت کے افسر آپ پر سرکشی اور بغاوت کا الزام لگا دینگے اور آسانی سے حضرت کا قلع قمع ہو جائیگا۔ (یہود میں جو لوگ ہیرودیس کے ہوا خواہ مشہور تھے ان کا کام یہ تھا کہ رعایا میں رومی حکومت کی اطاعت کا وعظ کیا کرتے تھے اور ہمیشہ اس کوشش میں رہتے تھے کہ کسی جگہ قوم یا وطن پرستی کے جذبات پیدا نہونے پاویں)

مگر حضرت عیسیٰ ان کے اس فریب کو فوراً سمجھ گئے اور آپ نے ان کی بات سنکر فرمایا "لاؤ وہ سکہ جو قیصر تم سے ٹیکس میں لیتا ہے تاکہ میں اسکو دیکھ کر تمہارے سوال کا جواب دوں"

یہودیوں نے قیصر روم کا ایک سکہ سامنے ڈالدیا۔ اسپر طابعیرس قیصر روم کی شکل بنی ہوئی تھی۔ آپ نے اس سکہ کو ہاتھ میں لیکر تصویر والا رخ ان لوگوں کی طرف کیا اور پوچھا "یہ کسکی تصویر ہے؟" ان لوگوں نے جواب دیا "قیصر روم کی شبیہ ہے" آپ نے فرمایا "خدا کا حق خدا کو دو۔ اور قیصر کا حق قیصر کو دو"

ناظرین حضرت مسیح کے جواب پر غور فرمائیں۔ سوال یہ تھا کہ قیصر کو جزیہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ آپ نے جواز و عدم جواز پر بحث نہیں کی بلکہ سوال کی اصلاح فرمائی اور کہا "قیصر کا

حق قیصر کو دو" کیونکہ اس ٹیکس کی ادائیگی قوم یہود کی طرف سے کوئی تحفہ نہیں تھا جس میں مرضی کو دخل ہوتا بلکہ یہ تو سرکاری قانون تھا اور سرکاری قوانین پر شرعی نقطۂ خیال سے بحث کرنا محض فضول اور تضیع اوقات ہے کیونکہ اگر اس کا عدم جواز بھی ثابت ہو جائے تو بھی کچھ فائدہ نہیں۔ جب تک اس حکومت کے ماتحت رہو گے، قانون کی پابندی لازمی ہے۔ ٹیکس کی ادائیگی حالات سیاسی کے ماتحت ناگزیر تھی۔ جائز ہو تو اور ناجائز ہو تو دونوں صورتوں میں ادا کرنی ضروری تھی۔ گویا اس چھوٹے سے بلیغ جملہ میں حضرت نے حریفوں کا منصوبہ بھی خاک میں ملا دیا اور یہودیوں کو ٹھیک راستہ بھی بتا دیا کہ اللہ کا حق اور بندوں کا حق دونوں ادا کرنے چاہئیں۔ یہ عجیب جواب سن کر وہ لوگ اپنا سا منہ لیکر واپس چلے گئے۔

اسی جگہ آپ نے شہر بیت المقدس کو مخاطب کر کے فرمایا" اے بیت المقدس! اے وہ شہر! جسکے باشندوں نے انبیاء کو قتل کیا اور سنگسار کیا اور شہر بدر کیا اور ہر طرح بے عزت کیا۔ میں نے بہت چاہا کہ تیرے باشندوں میں اتفاق اور یک جہتی پیدا کر دوں لیکن افسوس کہ ان لوگوں نے میری بات نہ سنی۔ اور تیرے اندر بسنے والے یہ چاہتے ہی نہیں کہ امن و امان سے زندگی بسر کریں۔ پس میں تو اتمام حجت کر چکا اور اب تجھے اور انہیں دونوں کو تباہ ہونے کے لئے چھوڑے جاتا ہوں۔ کیونکہ اب کوئی شخص دوبارہ مجھے اس شہر میں نہ دیکھے گا جب تک کہ یہ صدا بلند نہ ہو" مبارک ہے وہ جو خداوند کے نام پر آتا ہے"۔ یہ کلمات رخصتی کہکر آپ بیت المقدس سے رخصت ہوئے۔

بیت المقدس کی تباہی کے متعلق جو پیشین گوئی حضرت مسیحؑ نے فرمائی تھی وہ آئندہ زمانہ میں حرف بحرف پوری ہوئی۔ چنانچہ مشہور یہودی مورخ جوزیفس نے اپنی تاریخ میں، بیت المقدس کی تباہی اور بربادی کا مفصل حال لکھا ہے کہ اس موقعہ پر صرف گیارہ لاکھ یہودی بلا امتیاز قتل ہوئے اور ایک لاکھ نفوس قیدی بنائے گئے۔ (مفصل حالات کے لئے تاریخ یہود مصنفہ جوزیفس ابواب ۵ و ۶ دیکھے جائیں)۔

ایک بیوہ کا ٹکہ

یہ الفاظ کہکر آپ ہیکل سے باہر تشریف لائے اور بیت المال کی طرف سے گذرے جہاں ہر شخص حسب استطاعت بڑے بڑے صندوقوں میں زکوٰۃ اور صدقات ڈال رہا تھا۔ عمارت کا ایک حصہ عورتوں کے لیئے مخصوص تھا، جہاں تیرہ آہنی صندوق رکھے ہوئے تھے اور مستورات ان میں نقدی ڈال رہی تھیں۔ آپ چلتے چلتے ذرا رک گئے اور عورتوں کی عقیدتمندی کو دیکھنے لگے۔

وہاں آپ نے ایک بیوہ کو دیکھا جو بہت غریب تھی اور اس نے صرف پائیاں صندوق میں ڈالیں۔ حضرت عیسٰی کا دل اس عورت کی عقیدتمندی، دینداری اور ایثار کو دیکھکر بہت متاثر ہوا، اور آپ نے حواریوں اور دیگر حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ میری نظر میں اس عورت کا نذرانہ جو دیکھنے میں بہت ہی کم ہے۔ اُس تمام رقم سے زیادہ قیمتی ہے جو صندوق میں ڈالی جا چکی ہے کیونکہ جنہوں نے بہت کچھ ڈالا ہے، اُن کے پاس ابھی کچھ باقی ہے، لیکن اس عورت کے پاس جو کچھ تھا سب کا سب خدا کی راہ میں دیدیا۔

پیشین گوئی

(دیکھو انجیل متی ۲۴: ۱ تا ۱۵ و انجیل مرقس ۱۳: ۱ تا ۳۷)

جب آپ بیت المقدس پر حسرتناک نگاہیں ڈالتے ہوئے اپنے شاگردوں شاگردوں سمیت شہر سے باہر تشریف لائے تو کوہ زیتون پر چڑھ کر بیٹھ گئے۔ چاندنی رات تھی، سامنے ہیکل کی عظیم الشان عمارت نظر آرہی تھی۔ بقول یہودی مورخ جوزیفس یہ عمارت تمام ملک میں عظمت و شان کے لحاظ سے اعلیٰ تھی اور سر تا پا سنگ سفید کی بنی ہوئی تھی اور ہر ایک پتھر پینتالیس فٹ لمبا اور اٹھارہ فٹ چوڑا لگایا گیا تھا۔ جا بجا سونے چاندی کی چادریں دیواروں، محرابوں اور ستونوں پر منڈھی ہوئی تھیں۔ حواریوں نے اس عالیشان عمارت پر تعجب آمیز نگاہیں ڈالیں اور اس کی عظمت اور رفعت کا ایسا نقش ان کے دلوں پر بیٹھا کہ بے ساختہ حضرت مسیحؑ سے کہنے لگے " ربی! دیکھئے تو سہی یہ کیسی عالیشان عمارت ہے کیسے بڑے بڑے پتھر لگے ہوئے ہیں"۔ آپ نے حزن و ملال کے لہجہ میں فرمایا

"ہاں میں دیکھتا ہوں کہ یہ عمارت جو سامنے نظر آ رہی ہے اسوقت بہت عالیشان معلوم ہوتی ہے میں بھی اسوقت اسی عمارت کو دیکھ رہا تھا لیکن تم لوگ اسکی صرف موجودہ عظمت کا خیال کر رہے ہو اور میں اسکی عظمت کے ساتھ ساتھ، اسکی آیندہ تباہی کا بھی خیال کر رہا ہوں۔ افسوس! عنقریب یہ عالیشان عمارت برباد کر دی جائے گی اور اسکی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائیگی۔ یہ پتھر جو آج قرینہ سے لگے ہوئے نظر آ رہے ہیں چند دنوں کے بعد ایک بھی اپنی جگہ پر برقرار نہ رہ سکیگا، اور اس عمارت کی جگہ پتھروں کا ڈھیر باقی رہ جائیگا۔ اور یہ سب کچھ اس لئے ہوگا کہ اس شہر کے باشندوں نے خدا کے رسول کو قبول نہیں کیا۔ یہ کہکر آپ نے ٹھنڈا سانس لیا اور چپ ہو گئے۔ حواریوں میں سے یعقوب، یحییٰ اور اندریاس آپ کے قریب آکر بیٹھ گئے اور حیرت آمیز لہجہ میں دریافت کیا" اے ربی! براہ کرم اس مجمل بات کی تشریح فرما دیجے کہ وہ زمانہ کب آئے گا جب یہاں یہ تباہی ہوگی؟ اور اُس زمانہ کی کیا کیا علامات ہونگی؟" آپنے فرمایا "خبردار! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا، کیونکہ بہت سے لوگ میرے نام سے ظاہر ہونگے اور دعوے کرینگے کہ ہم مسیح موعود ہیں اور بہتوں کو گمراہ کرینگے۔ اور تم لوگ لڑائیوں کا چرچا سنو گے قوموں پر قومیں چڑھینگی، حکومتیں حکومتوں سے جنگ وجدال کرینگی، زلزلے عام ہونگے وباؤں کا زور ہوگا، جابجا قحط رونما ہوگا، جگہ جگہ پر فساد اور خونریزیاں واقع ہوں گی۔ جب یہ باتیں مشاہدہ کرو تو اپنے اقوال و افعال پر نگاہ رکھنا، دوسروں سے خبردار رہنا، کیونکہ تمھارے مخالفین اور معاندین تم لوگوں کو عدالتوں میں طلب کرائینگے۔ اور معابد میں تمہاری تذلیل و توہین کرینگے، اور ہر پہلو سے تمھیں تنگ کرینگے اور میری وجہ سے تمہیں مختلف گورنروں اور بادشاہوں کے دربار میں کشاں کشاں کھینچا جائیگا۔ اور تمھارا صرف اتنا ہی قصور ہوگا کہ تم میرے وفادار ہو گے اور میری صداقت کی گواہی دو گے لیکن یاد رکھو با ایں ہمہ آسمانی بادشاہت کی خوشخبری تمام لوگوں کو دینا

اور تمام لوگوں کو خدا کی طرف بلانا اپنا فرض سمجھنا۔ جب لوگ تمھیں اظہار حق کی بنا پر گرفتار کرائیں تو فکر نہ کرنا کہ عدالت میں جاکر ہم کیا کہینگے اور کیونکر ہماری برأت ہوسکیگی۔ کیونکہ روح القدس تمھارے ساتھ ہوگی اور اسکی تائید تمھارے شامل حال رہیگی۔ یاد رکھو صداقت ہمیشہ غالب ہوتی ہے، وہ زمانہ بھی آئیگا جب بھائی، بھائی کا دشمن ہوگا، ماں بیٹی کی بدخواہ ہوگی، باپ بیٹے کے درپے آزار ہوگا۔ محبت، ہمدردی اور خلوص کا نام ہی نام رہ جائیگا لیکن لوگوں کے دلوں میں ان باتوں کا نشان بھی نہ ملیگا۔ ہر شخص دوسرے کے گلے پر چھری پھیرنے کو تیار ہوگا۔ وہ بہت ہی برا زمانہ ہوگا۔ لیکن جو بندہ اللہ کا ان مصائب میں شاکر وصابر رہیگا وہی نجات کا مستحق ہوگا۔ جب تم بیت المقدس کے گرد فوجوں کو دیکھو تو سمجھ لینا کہ اب اس مقدس اور قدیمی شہر کی تباہی کا وقت آن پہونچا۔ پس اُن لوگوں کے لئے جو یہودیہ کے علاقہ میں رہتے ہیں مناسب ہوگا کہ وہ فوراً شہر چھوڑکر پہاڑوں میں پناہ گزین ہوجائیں۔ اور جو شخص دوسری منزل پر رہتا ہو اُسے کسی چیز کے لئے پہلی منزل پر آنا خطرہ سے خالی نہوگا۔ جو آدمی کھیت پر ہو اُسے چوغہ لینے کے لئے گھر آنا مناسب نہیں، کیونکہ خدا کے عذاب کا نزول ان تمام علاقوں پر عام ہوگا، انتقام کے فرشتے چاروں طرف پھر رہے ہونگے اور یقین رکھو کہ مقدس نوشتے ضرور پورے ہوکر رہینگے، کیونکہ جب مخلوق گناہ پر دلیر ہوجاتی ہے تو عذاب الٰہی انہیں ایکا ایکی گھیر لیتا ہے۔ چاند سورج کو گہن لگیگا اور یکایک روئے زمین پر تاریکی چھا جائیگی۔ بار بار آسمان سے ستارے ٹوٹینگے، بجلیاں زمین پر گرینگی۔

جب یہ واقعات دیکھو تو سمجھ لینا کہ میری دوسری آمد کا زمانہ قریب ہے۔ لوگ اُسوقت مجکو بادلوں میں آتا ہوا دیکھینگے۔ وہ گھڑی کب آئے گی؟ خدا کے سوا اور کسی کو معلوم نہیں ہے، نہ فرشتوں کو اور نہ مجھے پس تم ہر وقت اُس سے ڈرو اور اُس وقت کو یاد کرکے خدا سے پناہ مانگتے رہو۔ دیکھو جس ملازم کو اپنے آقا کے آنے کا وقت معلوم نہیں

ہوتا اور وہ اُس کا وفادار ملازم ہے تو ہر وقت منتظر رہیگا کہ خبر نہیں کہ کس وقت اسکا مالک آجائے۔ لہذا جاگتے رہو ایسا نہو کہ وہ اچانک آجائے اور تمھیں سوتا ہوا یعنی دین سے غافل اور دنیا میں پھنسا ہوا پائے

یہود کی سازش، یہودا اسخریوطی کا دشمنوں سے ساز باز کرنا

(دیکھو انجیل لوقا ۲۲: ۱ تا ۶) حضرت مسیح ؑ نے اپنی آخری تقریر میں جو کھری کھری باتیں یہودی علمار کو سُنائی تھیں اور اُن کے مُنہ پر سُنائی تھیں ان کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہودی آپ کے خلاف پوری طرح کمربستہ ہو گئے اور صدوقی، ہیرودی، علمار، تاجر، دوکاندار، دلال، سردار کاہن، امام ہیکل۔ غرض ساری قوم آپ کی مخالفت میں ایک ہو گئی۔ اور ان لوگوں نے جمع ہو کر باہم مشورہ کیا کہ اسی تہوار کے موقعہ پر اس شخص کو سولی دینے کا انتظام کرنا چاہئے۔ انجیلوں میں ان لوگوں کے مشورہ کی تفصیل مذکور نہیں ہے اسلئے معلوم نہیں ہو سکتا کہ وہاں کیا تجویزیں ہوئیں۔ البتہ یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ ساری قوم آپ کے قتل پر متفق ہو گئی۔ اور اگر عوام الناس کے بھڑک جانیکا ڈر نہو تا تو وہ خود ہی آپ کو شہید کر چکے ہوتے مگر وہ جانتے تھے کہ روز روشن میں سب آدمیوں کے سامنے اگر آپ کو قتل یا سنگسار کیا گیا تو ضرور بلوہ ہو جائیگا اور ہم بلوہ کے جرم میں پکڑے جائینگے۔ اسلئے انھوں نے مشورہ کیا کہ رومی حکومت سے شکایت کر کے حضرت مسیح ؑ پر بغاوت کا الزام لگایا جاے، اور حکومت کے ہاتھ سے ان کا خاتمہ کرا دیا جائے۔

اس سازش میں حضرت عیسیٰ ؑ کا ایک حواری یہودا اسخریوطی نامی بھی شریک ہو گیا اور چند روپے کی خاطر اپنا ایمان ان شریروں کے ہاتھ بیچ ڈالا۔

ناظرین کو یاد ہوگا کہ دعوت والی رات کو جب مریم نے حضرت مسیح کے عطر ملا تھا تو حضرت مسیح ؑ نے اس شخص کی منافقت کا اشارہ کر دیا تھا۔ یہ شخص یہودی علمار کے پاس گیا

اور اُن سے روپیہ لیکر مسیح کی مخالفت کا ارادہ ظاہر کیا۔ یہود کو اس سے بڑی خوشی ہوئی۔ اور انھوں نے یہودا اسخریوطی کا خیر مقدم کیا۔ اور مبلغ پچپن روپے پر یہ سودا طے ہو گیا۔ یہودا نے اُسی بات کا وعدہ کیا جسکے لئے یہودی بے تاب تھے۔ یعنی اس نے وعدہ کیا کہ میں مسیح کو خفیہ طریق سے گرفتار کرا دونگا۔ یہودی تو یہ چاہتے ہی تھے کہ عوام کے سامنے گرفتاری نہو۔ اور بحالت بے خبری یہ شکار دام میں پھنس جائے اور جب تک عوام کو خبر ہو رومی عدالت سے قتل کا پروانہ بھی مل جائے تاکہ عوام میں ہل چل اور جوش پیدا نہو۔ یہودا اسخریوطی چونکہ آپکا حواری تھا اور آپ کی حرکات سے بخوبی واقف تھا اور جانتا تھا کہ آپ رات کو کس جگہ قیام کرتے ہیں اور دن کو کہاں رہتے ہیں اسلئے اسکو روپیہ دیکر سازش میں شریک کر لیا گیا۔

چہارشنبہ

اس دن کے واقعات کسی انجیل میں مرقوم نہیں ہیں۔ لہذا یہ قیاس ہے کہ بدھ کا دن آپ نے حواریوں اور خاص دوستوں میں گذارا ہوگا۔ غالباً بیت عنیا میں لعزر کے مکان پر قیام کیا ہوگا۔

پنجشنبہ، عید فصح کی تیاری اور عشاء ربانی کی رسم

(دیکھو انجیل لوقا ۲۲ : ۷ تا ۱۳)

عید فصح کے پہلے دن جب برہ کی قربانی کیجاتی تھی، آپ کے حواریوں نے آپ سے دریافت کیا "آپ عید فصح کا کھانا کہاں تناول فرمائینگے؟" یہ سُنکر آپ نے پطرس اور یعقوب کے بھائی یحیٰی سے کہا "بیت المقدس میں جاؤ وہاں تمھیں شارع عام پر ایک شخص پانی کا گھڑا لئے ہوئے جاتا ملیگا۔ اس کے ساتھ ہولو اور جس مکان میں وہ جائے اُس مکان کے مالک سے ملاقات کر کے کہو کہ حضرت مسیح تمھارے ہاں آج شام کو تشریف لا کر عید فصح کا کھانا حواریوں سمیت تناول کرینگے" وہ شخص تم کو اوپری منزل پر لیجا کر ایک کمرہ دکھائیگا جو دعوت کے لئے موزوں ہوگا اور وہاں سب سامان ضیافت مہیا ہوگا پس تم وہیں ہم سب کے کھانے کا انتظام کر لینا" انجیل میں یہ نہیں لکھا کہ یہ کون شخص تھا لیکن بعضوں کا خیال ہے

کہ یہ شخص یوسف آرمیتیا کا باشندہ تھا جس کے مکان پر حضرت مسیح نے شاگردوں کو بھیجا۔ کیونکہ اس کے سوائے اور کوئی معزز اور خوش حال آدمی بیت المقدس میں آپ کا دوست یا رفیق نہیں تھا۔ بہرحال اس کی تحقیق چنداں ضروری یا اہم نہیں ہے حسب الحکم دونوں حواری بیت المقدس میں آئے اور شخص مذکور کے مکان پر پہونچے اور حضرت مسیح کا پیغام سنایا وہ شخص شاید آپ کی آمد کا پہلے سے منتظر تھا اُس نے ایسا ہی کیا جیسا کہ حضرت مسیح نے شاگردوں سے کہا تھا۔ بالائی منزل میں ایک بڑا کمرہ ضیافت کے لئے مخصوص کردیا اور ضیافت کا سارا سامان فوراً مہیا ہو گیا۔

دعوت کی رات

(دیکھو انجیل لوقا ۲۲ : ۱۴ تا ۱۸)

شام کی تاریکی میں حضرت مسیح مع اپنے حواریوں کے بیت المقدس میں آئے اور سیدھے اُس شخص کے مکان پر پہونچے جہاں دعوت کا انتظام کیا گیا تھا۔ مالک مکان نے آپ کا خیر مقدم کیا اور سب لوگ ضیافت کے کمرہ میں داخل ہوئے۔ یہاں پر حواریوں میں وہی پُرانی بحث شروع ہو گئی کہ اُن میں کون بڑا ہے اور کون صدر مقام پر بیٹھے گا اور کون صدر کے قریب۔ یہ لوگ ایسی سوسائٹی سے نکل کر آئے تھے جہاں ان باتوں کا ہر وقت چرچا رہتا تھا کیونکہ یہودی لوگ ان باتوں کے بڑے شوقین تھے۔ جو لوگ مالدار، ذی عزت اور صاحب ثروت ہوتے تھے وہ سب سے بہتر اور معزز مقام پر بیٹھا کرتے تھے۔ یہ حواری بھی آپس میں کہنے لگے کہ بھائی کون شخص کہاں کہاں بیٹھے گا؟ حضرت مسیح ان ظاہری باتوں کے سخت مخالف تھے آپ کا معیار یہودیوں کے سطحی معیار سے بلند تھا لہذا آپ نے پھر حواریوں کو سمجھایا اور فرمایا "یہ باتیں دنیا دار لوگوں کو زیب دیتی ہیں۔ یہ ظاہری ٹیپ ٹاپ اور مراسم جن کا روحانیت اور اخلاق سے کوئی تعلق نہیں ہے تم لوگوں میں نہ ہونی چاہئیں۔ میری رائے میں بزرگ یا بڑا وہ شخص نہیں ہے جو دوسروں سے زیادہ مالدار یا طاقتور ہو۔ بلکہ جو تم میں سب سے زیادہ

فروتن، مسکین، عاجز، حلیم اور بردبار ہے وہی سب سے زیادہ بزرگ ہے۔
قوموں کے بادشاہ قوموں پر حکومت کرتے ہیں مگر کچھ لوگ عوام الناس کے دل پر اختیار رکھتے ہیں اور وہ خداوندان نعمت کہلاتے ہیں۔ پس جو تم میں سب سے زیادہ عاجز ہے وہی سب سے زیادہ معزز ہے اور بڑا ہے۔ تم میں جو شخص بڑائی کا متمنی ہو اُسے لازم ہے کہ چھوٹوں کی خدمت کرے۔ میں خود تمھارے درمیان ایک خادم کی حیثیت سے ہوں۔ کیونکہ تم لوگ مختلف مصائب اور آزمائشوں میں میرے ساتھ رہے ہو۔ اور جس طرح خدا نے میرے لئے ایک بادشاہت مقرر کی ہے اُسی طرح میں بھی تمھارے لئے ایک بادشاہت مقرر کرتا ہوں تاکہ تم میری بادشاہت میں میری میز پر کھانا کھاؤ اور تختِ عدالت پر بیٹھ کر بنی اسرائیل کے بارہ قبائل کے متعلق فیصلہ کرو اور تمھارا فیصلہ آسمان پر بھی قبولیت کی نظروں سے دیکھا جائے گا۔

حضرت مسیح کا حواریوں کے پانوں دُھلانا

(دیکھو انجیل یوحنا ۱۳: ۱ تا ۱۷)

اس تقریر کے بعد حواری میز کے گرد آکر وبیٹھ گئے پطرس میز کے داہنی جانب شروع میں۔ اور یحییٰ میز کے بائیں جانب پطرس کے سامنے۔ یحییٰ کے بائیں ہاتھ پر حضرت عیسےٰؑ اور اُن کے بائیں ہاتھ پر یہودا اسخریوطی اور اسی طرح اور شاگرد۔ میزبان کے ملازموں نے کھانا چنا لیکن کھانا شروع کرنے سے قبل حضرت مسیح نے فروتنی اور انکساری کا ایک پُر اثر سبق حواریوں کو پڑھایا۔
حواری یہاں کھانا کھانے کے لئے دور سے چلکر آئے تھے لہذا ان کے پیروں پر گرد جمی ہوئی تھی اور ضرورت تھی کہ ان کے پاؤں گرد اور خاک مٹی سے صاف کئے جاتے۔ اسلئے حضرت مسیح نے حواریوں کو عملی خدمت سکھانے کے لئے خود اپنے ہاتھ سے حواریوں کے پانوں دُھلائے۔ حالانکہ پانوں دُھلانا غلاموں کا کام تھا۔ آپنے اپنا لبادہ اتار کر ایک طرف رکھدیا اور پانی کا طشت اور تولیہ لیکر حواریوں کے پانوں دُھلانے کے لئے کھڑے ہوگئے۔ پہلے یحییٰ کے پانوں دُھلائے پھر یہودا اسخریوطی کے۔ اسی طرح بمبر وار سب کے پانوں دُھلائے

ہوئے آخر میں پطرس کا نمبر آیا۔ پطرس نے کہا "اے آقا! کیا آپ مجھ نالائق کے پاؤں دُھلا دینگے؟" آپ نے فرمایا "جو کچھ میں اس وقت کر رہا ہوں تم نہیں سمجھ سکتے۔ ہاں چند روز بعد اس کام کی اہمیت اور حقیقت تمہارے ذہن نشین ہوگی"۔ پطرس نے کہا "نہیں جناب یہ کبھی نہ ہوگا کہ آپ میرے پاؤں دُھلائیں۔ میں برداشت نہیں کر سکتا کہ میرا آقا میرے پاؤں چھوئے"۔ آپ نے فرمایا "اگر تم میرے حکم سے سرتابی کروگے تو میری جماعت سے خارج ہو جاؤ گے اور مجھ سے کوئی تعلق نہ رہے گا"۔ پطرس نے کہا "آقا! اگر یہ بات ہے تو بخوشی میرے پاؤں دھلا دیجئے مجھے کوئی عذر نہیں"۔ جب آپ اس کام سے فارغ ہوئے تو آپ نے حواریوں سے خطاب فرمایا "تم لوگ مجھے اپنا آقا اور ہادی کہتے ہو اور اس میں شک نہیں کہ میں تمہارا آقا ہوں۔ پس تم لوگ میرے طرزِ عمل سے سبق لو اگر میں تمہارا آقا ہو کر تمہارے پاؤں دھونے سے عار نہیں کرتا تو تمہارے لئے بدرجۂ اتم لازمی ہے کہ بنی نوع آدم کی خدمت کرو یاد رکھو خادم مخدوم سے بڑا نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح رسول اُس ہستی سے بڑا نہیں ہو سکتا جس نے اُسے بھیجا ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اس رمز کو سمجھتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں یاد رکھو جو تمہیں قبول کرتا ہے وہ مجھے قبول کرتا ہے اور جو مجھے قبول کرتا ہے وہ میرے بھیجنے والے کو قبول کرتا ہے۔ اور اسکا قبول کرنے والا نجات پائے گا۔

حضرت عیسیٰؑ کا اپنے مخبر کی طرف اشارہ کرنا

(دیکھو انجیل متی ۲۶: ۲۱ تا ۲۵)

جب یہ سب لوگ کھانا کھانے لگے تو حضرت عیسیٰ کے چہرہ پر رنج و ملال کے آثار نمایاں ہوئے کیونکہ آپ کے برابر وہ شخص بیٹھا تھا جو نام کو تو آپ کا شاگرد اور حواری تھا لیکن درپردہ وہ آپ کے قتل کے درپے تھا۔ آپ کو اسکے متعلق رنج و ملال تھا کہ اُس میں آپ کی صحبت میں رہ کر بھی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اور آپ نے چند لمحات کے توقف کے بعد حواریوں سے فرمایا "دیکھو تم میں ایک ایسا شقی القلب یہاں موجود ہے جو مجھے دشمنوں کے ہاتھ میں گرفتار کرائیگا"۔ یہ حیرت انگیز بات سنکر

حواری ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ ہر ایک دوسرے سے کہنے لگا "کیا ہم درحقیقت یہ بات سُن رہے ہیں؟" اور سب نے حضرت مسیحؑ سے ایک زبان ہو کر پوچھا "جناب کیا وہ نالائق شخص میں ہوں؟" آپ نے کہا جو شخص میرے بائیں ہاتھ پر بیٹھا ہوا میرے ساتھ ایک رکاب میں کھا رہا ہے وہی مجھے گرفتار کرائیگا۔ اگرچہ میرے لئے ضرور ہے کہ دشمنوں کے ہاتھوں اذیت اٹھاؤں اور صلیب پاؤں لیکن افسوس اُس شخص پر جو اپنے آقا اور محسن سے علانیہ بغاوت کرے۔ کاش وہ پیدا ہی نہ ہوتا" یہوداؔ اسخریوطی نے اپنی شان اور دینا وقار حواریوں کی نظروں میں قایم رکھنے کے لیے نہایت استعجاب سے کہا "پیارے آقا! کیا میں وہ ہوں؟" آپ نے کہا "بیشک"، لیکن یہ بہت آہستہ سے فرمایا حتّٰی کہ یحییٰ نے بھی نہیں سُنا یحییٰ چونکہ آپ کے قریب تھا اور انجیل کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیحؑ یحییٰ کو سب سے زیادہ پیار کرتے تھے اور اس موقعہ پر بھی آپ کبھی کبھی یحییٰ کا سر اپنے کندھے سے لگا کر اُسے پیار کرتے جاتے تھے۔ پس اُس نے آپ سے پوچھا "اے ربی! وہ کون شخص ہے؟" آپ نے فرمایا "جسے میں نوالہ بنا کر دوں وہی شخص مجھے دشمنوں کے ہاتھوں میں گرفتار کرائیگا" یہ کہہ کر آپ نے شوربہ میں روٹی کا ٹکڑہ بھگو کر یہوداؔ اسخریوطی کو دیا۔ تب یحییٰ کو معلوم ہوا کہ وہ شخص یہ ہے۔

پطرس بھی کچھ کم بیتاب نہ تھا اُس نے یحییٰ سے کہا "وہ شخص کون ہے؟" تب یحییٰ نے اُسے اشارہ سے بتایا کہ وہ یہ ہے۔ حضرت مسیح اگر چاہتے تو باواز بلند اعلان کر سکتے تھے لیکن آپ کی رحیم اور کریم طبیعت اور چشم پوشی اور پردہ داری کی عادت نے آپ کو اس بات کی اجازت نہ دی اور ساری کارروائی اشاروں ہی اشاروں میں ہوئی۔ جب یہوداؔ نے نوالہ کھا لیا تو بیٹھے بیٹھے اُسے خیال آیا کہ اب دیر کرنا فضول ہے۔ حضرت عیسٰیؑ کو تو معلوم ہو ہی گیا اور میں اُن کی اور تمام حواریوں کی نظروں میں ذلیل بھی ہو چکا۔ لہٰذا اب اپنے نفع کی صورت ہاتھ سے دینی بیکار ہے۔ نوالہ کھاتے ہی اس کے دل میں

شیطانی خیالات موجزن ہو گئے۔ حضرت مسیح نے اس کے خیالات کا اندازہ لگا کر فرمایا
" یہودا کیوں دیر کرتا ہے؟ جا اپنا کام کر" یہ سُنکر یہودا فوراً اُٹھ کھڑا ہوا اور رات کی
تاریکی میں کہیں غائب ہو گیا۔ حواریوں نے سمجھا کہ شاید کل کے لئے سودا خرید کرنے بازار
گیا ہے۔ جب وہ چلا گیا تو حضرت نے فرمایا " وہ وقت آن پہونچا جسکا انتظار تھا۔
عنقریب ابن آدم جلال پائیگا اور خدا خود اُسے جلال بخشے گا اور اسکے سبب سے خدا
کا جلال ظاہر ہوگا!"

رسم عشا کی تعیین

(دیکھو انجیل مرقس ۱۴: ۲۲ تا ۲۵)

پھر حضرت مسیح نے شاگردوں سے کہا " میری یہ خواہش
تھی کہ اذیت صلیب سے پیشتر ایک دفعہ تمھارے ساتھ کھانا کھاؤں۔ کیونکہ آج کے بعد آسمان
کی بادشاہت کا وعدہ پورا ہونے تک تمھارے ساتھ کھانا کھانے کا کوئی موقعہ نہ ملیگا
یہ کہہ کر آپ نے روٹی ہاتھ میں لی خدا کا شکر ادا کیا اور توڑ کر شاگردوں میں تقسیم کی، اور فرمایا
لو یہ میرے جسم کے ٹکڑے ہیں انھیں کھاؤ۔ یہ اُس شخص کے بدن کے ٹکڑے ہیں جو تمھارے لئے
صلیب پر لٹکایا جائیگا۔ تم بھی اسی طرح آیندہ میری یاد تازہ رکھنے کے لئے کیا کرنا۔ پھر آپ نے
شراب کا پیالہ اُٹھایا، اور خدا کی حمد پڑھی اور پیالہ شاگردوں کی طرف بڑھا کر کہا اسکو پیو کہ یہ
میرا خون ہے جو گناہوں کی معافی کے لئے بہایا جائے گا، میں سچ کہتا ہوں کہ آج کے بعد پھر
تا وقتیکہ آسمانی بادشاہت نہ آجائے دوبارہ انگور کا شیرہ نہیں پیونگا۔ آیندہ تم لوگ میری
یاد میں اسی طرح کھانا اور پینا تاکہ میں تم کو یاد رہوں

پطرس کے متعلق پیشگوئی

پھر آپ نے فرمایا۔ اب جدائی کی گھڑی سر پر
کھڑی ہے۔ تم مجھے چاروں طرف ڈھونڈوگے
اور نہ پاؤ گے جس طرح میں نے یہود سے کہا تھا کہ جہاں میں جاتا ہوں وہاں تم نہیں جا سکتے
اسی طرح میں تم سے بھی کہتا ہوں کہ میں وہاں جارہا ہوں جہاں تم نہیں جا سکتے۔ لیکن جانے سے

قبل تم کو ایک حکم دیتا ہوں اور وہ یہ کہ تم ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرو۔ یاد رکھو میرے شاگرد ہونے کی علامت ہی یہ ہے کہ تمھارے طرز عمل سے محبت آشکار ہو اور اپنے ہوں یا بیگانے سب کے ساتھ محبت کرو اور ایسی محبت کرو کہ لوگ تمھیں اس محبت کے باعث عزت سے مختص کریں، یعنی تمھاری شناخت ہی یہ ہو کہ تم محبت کے پتلے ہو، محبت کرنے والے لوگ ہو اگر تمھارے اندر فروتنی اور محبت نہیں ہے تو تم میرے شاگرد نہیں ہو۔" شمعون پطرس نے کہا "اے خداوند! آپ کس ملک کو تشریف لیے جاتے ہیں؟" آپ نے فرمایا "اے شمعون! جہاں میں جا رہا ہوں تم اسوقت وہاں نہیں چل سکتے لیکن کچھ عرصہ کے بعد تم بھی میرے نقش قدم پر چلو گے اور جو تاج میں زیب سر کرنے والا ہوں وہی تمھارے سر پر رکھا جائیگا۔" آپ کا مطلب یہ تھا کہ مجھے کل سولی دی جائیگی اور تم ابھی اس کے لئے تیار نہیں ہو کہ میرے ساتھ ہی مصلوب ہو جاؤ لیکن آگے چلکر تم بھی درجہ شہادت حاصل کرو گے پھر آپ نے سب حواریوں کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا "میں تم سے معافی چاہتا ہوں میری وجہ سے تمھیں آیندہ تکالیف پہونچیگیں اور محض اسی لئے کہ تم میرا اقرار کرو گے میرا دل تمھارے لئے بہت کڑھتا ہے۔" پطرس کچھ کہنا چاہتا تھا کہ آپ نے اُسے روکا اور فرمایا "جب تمھیں اذیت پہونچائی جائے تو یاد کر لینا کہ انبیار نے اسکے متعلق بھی پیشینگوئی کر دی ہے چنانچہ ذکریا ۱۳: ۷ میں لکھا ہے کہ چوپان مارا جائیگا اور بھیڑیں منتشر ہو جائینگی۔" لیکن اطمینان رکھو میں جی اٹھونگا اور تم کو گلیل کے علاقہ میں ملونگا۔" پطرس نے بیتابانہ کہا "اے میرے آقا خواہ دوسرے حواری تجھ سے ناراض ہو جائیں کہ تیری وجہ سے اُن پر مصائب آئیں گے لیکن میں تجھ سے کسی صورت میں ناراض نہیں ہو سکتا۔ خواہ تیری وجہ سے کیسی ہی آفت کیوں نہ سر پر آن پڑے۔" آپ نے فرمایا "اے شمعون پطرس! کہنے اور کرنے میں بڑا فرق ہوتا ہے، تو آج ہی رات کو دن نکلنے سے پہلے بلکہ مرغ کی اذان صبح سے بھی قبل تین دفعہ علانیہ میرا انکار کریگا اور مجھے برا کہیگا۔ اے پطرس! ضرور ہے کہ شیطان تجکو آزمائے لیکن میں دُعا

کرتا ہوں کہ تو آزمایش میں پورا اُترے اور اپنے بھائیوں کے ایمان کو بھی مضبوط کرے۔"
پطرس نے کہا "اے ربی! آپ کے ساتھ اگر مجھے موت بھی آجائے تو گوارا ہے مگر میں آپ کی
غلامی سے منکر نہیں ہوسکتا۔ باقیماندہ شاگردوں نے بھی پطرس کی لن ترانی کی تائید کی۔

آپنے فرمایا "تمھیں یاد ہوگا جب میں نے تمھیں تبلیغ کے لئے مختلف علاقوں میں بھیجا
تھا تو کہدیا تھا کہ اپنے لئے کوئی توشہ اور زادراہ اور سامان سفر روپیہ پیسہ وغیرہ کچھ مت لو،
صرف ایک چادر اور ایک عصا کافی ہے اور تمھیں کسی قسم کی بھی تکلیف نہیں ہوئی جیسا تمہارے
بیان سے مجھے معلوم ہوا۔ مگر اب وہ بات نہ ہوگی کہ تم جہاں گئے سب نے ہر طرح تمھاری خاطر
داری کی بلکہ اب اسکے برعکس برتاؤ ہوگا اور تم جہاں جاؤ گے ستائے جاؤ گے اور کوئی
تمھاری فریاد نہ سُنے گا۔ لہذا اپنا ضروری سامان سفر اپنے ساتھ رکھنا، اب کسی پہ بھروسہ
نہ کرنا کہ اب کوئی تمھیں اپنے ہاں مہمان نہ رکھے گا اور اپنی حفاظت کا بھی خیال رکھنا اور کوئی
نہ کوئی ہتیار خرید لینا اور اگر ہتیار کیلئے روپیہ نہ ہو تو لبادہ فروخت کرکے ہتیار خرید لینا تاکہ تم اپنی جان بچا سکو اور
تبلیغ حق کی راہ میں بہ نسبت سابق کے چند بلکہ چہار چند مشکلات تمہارے دشمنوں کی طرف سے تم کو پیش آئینگی لہذا تمہیں تمام مصائب
برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جانا چاہیئے۔ کیونکہ جو کچھ یسعیاہ نبی نے میرے متعلق پیشین
گوئی کی ہے وہ ضرور پوری ہوگی (دیکھو یسعیاہ نبی کی کتاب ۵۳ : ۱۲) شاگردوں نے خیال
کیا شاید آپ کسی فوری خطرہ کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں اسلئے انھوں نے کہا "جناب! اسوقت
تو ہمارے پاس صرف دو تلواریں ہیں" آپ نے خیال کیا کہ ابھی تک یہ لوگ کچھ نہیں سمجھے
اور میرے اشارہ کنایہ کی بات ان کے ذہن میں نہیں آئی اس لئے آپنے صرف یہ فرما دیا "اچھا
یہ دو تلواریں کافی ہیں۔

جدائی کی باتیں

(دیکھو انجیل یوحنا ۱۴ : ۱ تا ۱۶ : ۳۳)

حواری آپ کی باتوں سے مغموم ہوئے تو آپنے انہیں تسلی دی
اور فرمایا "غم نہ کرو اور خدا پر بھروسہ رکھو اور میرے یقین میں پکے رہو۔ میں عارضی طور پر

تم سے جدا ہو رہا ہوں۔ میرے خدا کے گھر میں بہت سے عالی شان محلات بنے ہوئے ہیں اور میں وہاں جاکر ایک ایک محل تمہارے لئے آراستہ کرونگا اور پھر تمہارے پاس واپس آؤنگا اور تمہیں اپنے ساتھ لیجاؤں گا تاکہ تم میرے ساتھ میرے خدا کے محلات میں رہ سکو۔ چونکہ آپ کی تمام گفتگو عموماً استعارہ کنایہ اور تشبیہ و تمثیل میں ہوا کرتی تھی اسلئے اب بھی حواری آپ کی بات کا مطلب نہ سمجھے جیسا کہ اس سے پیشتر اکثر موقعوں پر نہ سمجھتے تھے۔ توما نے کہا " اے ربی! ہمیں کچھ خبر نہیں کہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ اور بغیر بتائے ہم جان بھی کیونکر سکتے ہیں؟" آپنے فرمایا " راہ، حق اور زندگی میں ہوں۔ اور کوئی شخص مجھے وسیلہ بنائے بغیر خدا تک نہیں پہونچ سکتا، اور اگر تم مجھے پہچان لو تو خدا کو بھی پہچان لوگے، اور یقین ہے کہ آج سے تم خدا کو اچھی طرح جاننے لگوگے۔"
فلپ نے کہا اے خداوندا! ہمیں خدا کو دکھا دیجئے تاکہ ہم اُسے پہچان لیں" آپنے فرمایا " افسوس میں اتنے دنوں تک تمہارے ساتھ رہا اور اب بھی تم یہی کہتے ہو کہ خدا کو ہمیں دکھا دو؟ سُنو جس نے مجھے دیکھا اُس نے خدا کو دیکھا پھر تو کیونکر کہتا ہے کہ خدا کو ہمیں دکھا دو؟ کیا تو اس امر پر یقین نہیں رکھتا کہ خدا مجھ میں ہے اور میں خدا میں ہوں۔ یہ باتیں جو میں تم سے کہہ رہا ہوں خود نہیں کہتا اور یہ میرے دماغ کی ایجاد نہیں ہیں بلکہ خدا خود مجھ میں بول رہا ہے یقین کرو کہ خدا مجھ میں رہتا ہے اور وہی سارے کام کرتا ہے میں تو اسکے ہاتھ میں ایک آلہ بیجان کی طرح ہوں یقین کرو کہ مجھ میں اور خدا میں کامل یگانگت ہے اگر میرا قول سمجھ میں نہیں آتا تو میرے افعال سے سمجھ لو اور نتیجہ نکال لو کہ یہ کام انسانی کام نہیں ہیں جو مجھ سے صادر ہوتے ہیں۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو شخص مجھپر ایمان لاتا ہے وہ ان سے بھی بڑھ کر معجزات دکھا سکتا ہے۔ کیونکہ میں عنقریب خدا کے پاس جانیوالا ہوں اور جو کچھ تم خدا سے میرا نام لیکر مانگو گے، اُسکے متعلق میں خدا سے سفارش کرونگا اور خدا تمہیں دیگا۔" ہاں اس بات کے لئے ایک کام ضروری ہے اور وہ یہ ہے

کہ مجھے ہر شے سے زیادہ عزیز رکھو، مجھ سے محبت کرو۔ اور محبت کا ثبوت یہ ہے کہ میرے حکموں پر عمل کرو اگر مجھ سے محبت کرتے ہو تو میرے کہنے پر چلو، میرے اقوال کو حرز جان بناؤ تو میں خدا سے سفارش کرونگا کہ وہ فارقلیط کو بھیجے جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے۔ اور یہ فارقلیط مجسّم صداقت ہوگا۔ راستی کی یہ روح تم میں ظاہر ہوگی اور تمہارے ساتھ رہیگی (مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ فارقلیط سے مراد حضرت محمد رسول اللہ تھے جو حضرت عیسٰی کی بشارت کے موافق ظاہر ہوئے۔ حسن نظامی) جدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے لیکن نہ گھبراؤ۔ میں حیاتِ ابدی کا وارث ہوں لہذا میرے وسیلہ سے تم بھی حیات ابدی حاصل کر سکتے ہو، اور جسوقت تم ابدی حیات حاصل کر لوگے اُسوقت تمہاری آنکھیں کُھل جائینگی اور تم مشاہدہ کروگے کہ خدا مجھ میں ہے اور میں خدا میں ہوں اور تم مجھ میں ہو اور میں تم میں ہوں۔ جو میرے احکام پر عمل کرتا ہے وہی مجھے حقیقی معنوں میں پیار کرتا ہے اور جو مجھے پیار کرتا ہے اُسے خدا پیار کریگا۔ اور میں بھی اُسے پیار کرونگا؛" یہوداصدی نے یہ باتیں سُنکر کہا" اے خداوندا! یہ کیا رمز ہے کہ آپ ہمپر ظاہر ہونگے اور دنیا والوں پر ظاہر نہیں ہونگے ؟" آپ نے جواب دیا" جبتک دنیا کے لوگ مجھ پر ایمان نہیں لائینگے اُس وقت تک وہ اس قابل نہیں ہو سکتے کہ میں اپنے آپ کو اُن پر ظاہر کردوں، کیونکہ میں اور میرا خدا اُسی شخص کے دل میں گھر بناتے ہیں جو مومن ہو، اور ساتھ رہنے سے میری مراد مادّی طور پر معیتِ جسمانی نہیں ہے بلکہ معیت سے مراد وہ احساس ہے جو مومن کے دل میں پیدا ہوگا کہ وہ خدا کی حضوری میں زندگی لبسر کر رہا ہے۔ اور جو شخص مجھے پیار نہیں کرتا وہ میرے حکموں پر عامل بھی نہیں ہو سکتا۔ اور جو باتیں میں نے تم سے کہیں ہیں وہ میری ساختہ پرداختہ نہیں ہیں۔ بلکہ خدا کی تلقین کردہ ہیں۔ اور میں اس کے فرمان سے سرمو تجاوز نہیں کر سکتا۔ میں وہی کہتا ہوں جو وہ مجھ سے کہواتا ہے۔ یہ باتیں کہہ چکنے کے بعد تھوڑی دیر تک آپ خاموش رہے۔ پھر اسکے بعد یوں فرمایا۔ یہ باتیں جو میں نے

تم سے بیان کی ہیں ممکن ہے کہ سب تمھاری سمجھ میں نہ آئی ہوں۔ ممکن ہے کہ بعض باتیں تمھیں یاد نہ رہیں لیکن اس کا فکر نہ کرو۔ جب وہ روح حق یعنی فارقلیط تمپر نازل ہوگا جو خدا کی طرف سے آئیگا تو ہر ایک بھولی ہوئی بات تمھیں یاد دلائیگا اور جو باتیں اسوقت تمھاری سمجھ میں نہیں آئی ہیں وہ بخوبی سمجھائیگا اور تمھارا مددگار اور معین زندگی ہوگا۔ خدا تمھارا ناصر اور نگہبان ہے۔ میری دُعا تمھارے لئے یہ ہے کہ تم سب پر سلامتی ہو! اور میں صلح اور سلامتی تمھارے درمیان چھوڑے جاتا ہوں۔ مناسب یہ ہے کہ میری جدائی کی وجہ سے کسی طرح کا رنج وغم تمھارے دلوں پر مسلط نہ ہو۔ کیونکہ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگرچہ فی الحال میں تم سے جدا ہو رہا ہوں لیکن دوبارہ تمھارے پاس آؤنگا اور تمھیں اس بات سے خوش ہونا چاہئے کہ میں اپنا فرض منصبی بجا لاکر خدا کے پاس جا رہا ہوں۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ میرا خدا مجھ سے بڑا ہے۔ اب میں زیادہ تمھارے ساتھ کلام نہ کرونگا کیونکہ دنیا کا بادشاہ یعنی شیطان جلد دنیا پر مسلط ہونا چاہتا ہے۔ اور میرے اندر اسکی کوئی چیز نہیں ہے۔ مجھے اُس کے ساتھ کسی قسم کا تعلق نہیں ہے۔ وہ مجھپر یا تمپر غلبہ نہیں پاسکتا۔ میں نے مدۃ العمر میں کوئی کام اسکی مرضی کے مطابق نہیں کیا۔ پس میں اسکا مطیع یا فرمانبردار نہیں ہوسکتا۔ اور اگر میں چاہوں تو یہ موت اپنے اوپر سے دفع کرسکتا ہوں لیکن میری خواہش یہ ہے کہ دنیا پر اس محبت کا اظہار بخوبی ہوجائے جو مجھے اپنے خدا کے ساتھ ہے۔ پس میں خدا کی مرضی کے مطابق اپنے دشمنوں کے ہاتھوں میں پڑکر ذلت اور خواری اٹھاؤنگا، اور ظاہر بینوں کو ایسا معلوم ہوگا کہ میں دشمنوں سے مغلوب ہوگیا حالانکہ وہ اپنی مرضی سے مجھپر ذرہ بھر بھی غلبہ نہیں پاسکتے۔

یاد رکھو جو شخص مجھ سے دشمنی کرتا ہے وہ خدا تعالیٰ سے دشمنی کرتا ہے۔ میں نے ہر ممکن طریقہ سے اُن پر حجت پوری کردی اب اُن کے لئے کوئی عذر نہیں ہے۔ انھوں نے

سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا اور سب کچھ دیکھنے کے بعد آنکھیں بند کر لیں۔ بس اس کا انجام اچھا نہ ہوگا۔

تم لوگ ان باتوں سے دل برداشتہ نہ ہونا جب فارقلیط آئیگا، تو وہ میری صداقت پر گواہ ہوگا۔ اور تم لوگ بھی اُس کے ساتھ گواہی دوگے۔ میں نے یہ باتیں قبل از وقت تمھیں سمجھا دی ہیں، تاکہ جب آزمائش میں مبتلا ہو تو ٹھوکر نہ کھا جاؤ۔ یاد رکھو کہ تم ستائے جاؤ گے اور بُری طرح ستائے جاؤ گے۔ لوگ معابد اور ہیکل سے تم کو دھکے دے کر نکال دینگے، تمھارا بائیکاٹ کیا جائیگا، بلکہ تمھیں قتل کرنا عین ثواب سمجھا جائیگا، اور تمھیں دکھ دینا داخل عبادت و حسنات خیال کیا جائیگا۔ لیکن بہرحال میرے لئے ضروری ہے کہ دنیا سے جاؤں کیونکہ اگر میں نہ جاؤنگا تو فارقلیط تمھارے پاس نہیں آسکتا۔ ہاں جب میں جاؤنگا تو اُسے تمھارے پاس بھیجدونگا اور جب وہ آئیگا تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہوجائیگا۔ میں تم سے اور بھی کچھ کہتا لیکن فی الحال تم اُن کو سمجھ نہیں سکتے اور نہ اُن کے سُننے کی تاب لاسکتے ہو لیکن جب فارقلیط آئیگا تو تمام باتیں تمھیں سمجھائیگا اور آیندہ کی خبریں دیگا، صداقت کی راہیں تم پر ظاہر کریگا۔ وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہیگا۔ بلکہ جو خدا سے سُنیگا وہی کہیگا۔ یہ گفتگو سُنکر حواریوں نے کہا" ان باتوں کا مطلب ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ پھر ایک دوسرے سے ان کا مطلب دریافت کرنے لگا۔ آپ نے اُن کی حیرانی دیکھ کر فرمایا" ہاں کچھ دیر بعد تم مجھے ڈھونڈوگے اور نہ پاؤگے۔ پھر کچھ دیر کے بعد تم مجھے اپنے درمیان دیکھوگے پھر میں تم سے جدا ہوکر خدا کے پاس چلا جاؤنگا اسکا مطلب یہ ہے کہ میری موت قریب ہے، تمھارے چہروں سے معلوم ہوتا ہے کہ تمھیں ان باتوں کا یقین نہیں آتا لیکن میں تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ میری موت کا وقت قریب آگیا ہے اور جب دنیا کے لوگ جنھوں نے میرا انکار کیا ہے، میری موت پر شادماں

شادماں ہونگے تو اُس وقت تم بہت رنجیدہ اور غمگین ہوگے لیکن میں اسکے ساتھ ہی
یہ یقین بھی دلاتا ہوں کہ بہت جلد تمھاری رنجیدگی، خوشی سے مبدل ہو جائے گی۔ اور میں
روحانی طور پر تمھارے دلوں میں سکونت پذیر ہونگا۔ جب عورت کو دردِ زہ شروع ہوتا ہے
تو بہت غمگین ہوتی ہے کیونکہ اُسے یہ خیال دامنگیر ہوتا ہے کہ درد کا وقت آن پہونچا لیکن
جب بیٹا جنتی ہے تو اس خوشی میں کہ دنیا میں ایک فرد کا اضافہ ہوگیا سب تکلیف بھول جاتی
ہے اور بھولے سے بھی دردِ زہ کو یاد نہیں کرتی۔ پس اب تو تم غمگین ہو لیکن جب مجھے موت
پر فتحیاب دیکھو گے تو تمھارا دل خوشی سے بھر جائیگا۔ اور وہ خوشی ایسی پائدار ہوگی کہ کبھی
زائل نہیں ہوسکتی، اور نہ کوئی شخص اُس سے کبھی تمہیں محروم کرسکیگا۔ اگرچہ بہت سی باتیں
میں نے تمثیل اور استعارہ کے رنگ میں بیان کی ہیں لیکن وہ وقت بھی قریب ہے جب
میں تمثیلی رنگ میں گفتگو نہ کرونگا بلکہ صاف صاف باتیں تمھارے سامنے بیان کروں گا۔
یاد رکھو کہ میرا خدا مجھ سے بھی زیادہ تم سے محبّت کرتا ہے محض اسلئے کہ تم مجھ سے محبت کرتے
ہو اور مجھ پر ایمان لائے ہو۔ اور اس حقیقت پر یقین رکھتے ہو کہ میں خدا کے پاس سے آیا
ہوں اور دوبارہ آؤنگا۔ حواریوں نے کہا "جناب ہم جانتے ہیں کہ آپ سے کوئی بات
پوشیدہ نہیں ہے اور نہ آپ کسی بات کے محتاج ہیں۔ اور یقیناً آپ مامور من اللہ ہیں"
یہ سنکر حضرت مسیحؑ نے فرمایا "مجھے خوشی ہوئی کہ تمھارا ایمان اس بات پر استوار ہے کہ میں
فرستادہ خدا ہوں لیکن یاد رہے کہ وہ وقت قریب آرہا ہے جب تمھارے ایمان کا سخت
امتحان ہوگا۔ اور مجھے افسوس ہے کہ تم میری گرفتاری کے وقت بالکل سراسیمہ اور پراگندہ
ہوجاؤ گے۔ اور ہر شخص مجھے تنہا چھوڑ کر بھاگ جائیگا، لیکن میں اکیلا نہ ہونگا، خدا میرے
ساتھ ہوگا۔ میں نے ساری باتیں بے کم وکاست تم سے کہدیں تاکہ تم تسلی حاصل کرو۔
یاد رکھو دنیا مومن کے لئے جیلخانہ ہے اور تمھارے لئے اس دنیا میں مصائب ہی مصائب
ہیں لیکن اطمینان رکھو کہ میں نے شیطان کا سر پورے طور سے کچل دیا ہے اور وہ پھر

غالب نہیں آسکتا۔

آخری دُعا

(دیکھو انجیل یوحنا ۱۷: ۱ تا ۲۶)

کمرہ سے برآمد ہوتے وقت آپنے یہ دعا کی:- اے خدا! میری موت کا وقت آن پہونچا اپنے رسول کو جلال بخش، تاکہ وہ تیرے جلال کے ظہور کا باعث ہو، جس پاک مرضی کے ماتحت تونے اُسے بنی نوع آدم پر اختیار دیا ہے اور اُسے خلقت کا نجات دہندہ قرار دیا ہے اُسی پاک اور مبارک مرضی کے ماتحت اُسے جلال بھی عطا کر تاکہ وہ اُن لوگوں کو جو اُسپر ایمان لاویں حیات ابدی عطا کرے اور حیات سرمدی حاصل کرنے کا طریق یہ ہے کہ لوگ تجھکو اکیلا سچا خدا اور مجھے مسیح موعود تسلیم کریں۔ میں نے زمین پر تیرا جلال ظاہر کیا، اور اپنا فرض منصبی پورا کر دیا، میں نے تیرے پاک نام کو اُن لوگوں پر ظاہر کر دیا جنہیں تو نے اس دنیا میں میری رفاقت کا موقعہ عطا فرمایا۔ وہ تیرے تھے اور تونے کمال مہربانی سے ان کو مجھے عنایت کر دیا۔ انہوں نے معلوم کیا کہ سب کچھ تیری طرف سے ہے۔ میں نے تیری مرضی ان پر ظاہر کر دی، تیرے احکام اُن تک پہنچا دئے۔ انہوں نے مجھے راستباز تسلیم کیا پس تو انہیں راستباز بنا دے، انھوں نے تجھے قبول کیا پس تو بھی انہیں قبول کر، وہ سراسر تیرے ہیں اور جو تیرے ہوں وہی میرے ہیں۔ میں نے کام ختم کر دیا، اب میں تو تیرے پاس آتا ہوں، تو انھیں اپنے حفظ و امان میں رکھ۔ جب تک میں اُن کے ساتھ تھا اُس وقت تک میں نے تیرے نام پر انکی نگہبانی اور حفاظت کی۔ اب میں رخصت ہوتا ہوں۔ میرے بعد تو ہی اُن کا حافظ و ناصر ہے۔ چونکہ اُنھوں نے تجھے قبول کیا ہے دُنیا اُن کی دشمن ہو گئی ہے، اور جسطرح میں دنیا سے بے تعلق ہوں وہ بھی بے تعلق ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تو انہیں دنیا سے اٹھا لے، بلکہ یہ درخواست کرتا ہوں کہ انہیں اس دنیا میں شرارت اور بدی سے محفوظ رکھ جسطرح تونے مجھے دنیا میں بھیجا کہ حق اور راستی کی تبلیغ کروں، اُسی طرح اب میں انہیں دنیا میں بھیجتا

ہوں، کہ وہ چاروں طرف صداقت کی تبلیغ کریں۔ میں اُن سب لوگوں کے لئے جو ان کے وسیلہ سے ایمان لائینگے تجھ سے عرض کرتا ہوں کہ تو انہیں برکت دے عزت دے اور وحدۃ پر جمع کر، وہ سب کے سب ایک دل اور ایک زبان ہوں، تاکہ انھیں دیکھکر دنیا تجھپر ایمان لائے، اور میری صداقت کا اقرار کرے۔ جو جلال تو نے مجھے عطا کیا ہے میں انہیں دیتا ہوں تاکہ وہ سب ایک ہو جاویں، اور جس طرح تو مجھ میں ہے اور میں تجھ میں ہوں کاش اسی طرح وہ سب تجھ میں اور میں ان میں ہوں، تاکہ دنیا جان لے کہ میں تیری طرف سے ہوں۔ اے خدا! جس طرح تو نے مجھے پیار کیا ہے انھیں بھی پیار کر۔ اے عادل خدا! دُنیا نے تجھکو پہچانا نہیں، مگر میں نے تیرے فضل سے تجھے پہچانا۔ ان حواریوں پر برکت نازل کر آمین۔

اس دعا کے ختم ہونے کے بعد حواریوں نے زبور گایا اور وہاں سے رخصت ہوئے۔

حضرت عیسیٰ کا باغ گیتسمانی میں آنا

(دیکھو انجیل متی ۲۶: ۳۶ تا ۴۶)

شہر پناہ سے نصف میل کے فاصلہ پر ایک باغ تھا جہاں آپ اکثر اوقات تشریف لاتے تھے اور اپنا وقت یادِ خدا میں صرف کرتے تھے۔ اس موقعہ پر بھی آپ یہیں آئے۔ اس باغ کا نام گیتسمانی تھا اور اس لفظ کے لغوی معنی تیل نکالنے کی مشین کے ہیں۔ زیتون اس باغ میں بکثرت تھا اور وسط میں ایک کولھو بھی نصب تھا جسمیں زیتون کا تیل نکالا جاتا تھا، اس لئے اسکا یہ نام پڑ گیا تھا۔ چونکہ آپ کو علم تھا کہ میری انتہائی تذلیل و توہین کا وقت قریب ہے آپنے مناسب سمجھا کہ حصول استقامت کے لئے یہ وقت دعا میں صرف کرنا چاہئے۔ پس آپنے شاگردوں سے کہا "تم لوگ یہیں آرام کرو۔ میں ذرا آگے بڑھ کر تنہائی میں دعا کرونگا۔ شاگردوں کو نیند آرہی تھی۔ پیشتر کہ وہ اپنے لبادے بچھا کر لیٹ گئے۔ آپنے بطرس یعقوب اور یحییٰ کو اپنے ساتھ لے لیا۔ آپ پر حزن و ملال کی حالت طاری تھی۔

اسی کا نام تقاضائے بشریت ہے۔ شاگردوں سے فرمانے لگے میرا جی بہت نڈھال ہو رہا ہے اگر ممکن ہو تو شب بیداری کرو۔ اور دعا میں مشغول رہو۔ یہ کہکر آپ کچھ دیر خاموش رہے اور ان تینوں کو بھی یہیں چھوڑ دیا۔ اور خود اکیلے پہاڑ کی بلندی پر تشریف لے گئے اور وہاں گھٹنوں کے بل جھک کر یوں دعا کی "اے خدا! تجھ میں سب قدرت ہے، اگر ہو سکے تو موت کا یہ پیالہ مجھ سے ٹال دے ورنہ جو تیری مرضی۔ کہ میں تیری رضا پر راضی ہوں"۔ اس وقت حضرت بے تابانہ روتے تھے اور دعائیں مانگتے۔ تھے اور معلوم ہوتا تھا کہ بشریت آپ پر غالب ہے۔ اور آپ آنے والے خطرہ کو بہت زیادہ محسوس کر رہے ہیں۔

ادھر تو حضرت عیسیٰؑ یوں الحاح وزاری میں مشغول تھے۔ ادھر یہوداہ اسخریوطی اپنے کام میں لگا ہوا تھا۔ چنانچہ وہ آپکے دشمنوں کے پاس گیا اور کہنے لگا "آج کی رات حضرت عیسیٰؑ گیتسمنی باغ میں بسر کرینگے پس بہت اچھا موقعہ ہے کہ وہاں انکو چپ چاپ گرفتار کر لیا جائے۔ یہ خبر پاتے ہی یہودی علماء اور سردار کاہن کے خیر خواہ جھٹ پٹ تیار ہو گئے اور سپاہیوں کو لیکر گرفتاری کے لئے چلے۔

(دیکھو انجیل متی ۲۶: ۳۶ تا ۴۶)

دُعا کے بعد آپ شاگردوں کی طرف آئے اور انہیں حسب معمول سوتا ہوا پایا تو پطرس کو جگا کر کہنے لگے "کیا تم سو رہے ہو؟ یہ وقت سونے کا نہیں ہے بیدار ہو اور دعا کرو تاکہ آزمائش میں نہ پڑو"۔ اے پطرس! تو تو میرے ساتھ جان دینے تک کو تیار تھا۔ اب جاگ بھی نہیں سکتا! یہ کہکر آپ نے پھر دعا شروع کر دی اور حواری سو گئے آپ نے انھیں پھر جگایا مگر وہ پھر سو گئے۔ تیسری دفعہ آپ نے پھر بیدار کیا اور کہنے لگے "سو چکے؟ اگر نیند پوری نہوئی ہو تو پھر سو جاؤ! اب دعا کرنے کا وقت ختم ہو گیا سوتے رہو! وہ گھڑی آن پہونچی جب ابن آدم دشمنوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو جائیگا اور اذیت اٹھا کر مصلوب ہو گا!! خبردار ہو جاؤ!!!"

حضرت عیسیٰ کی گرفتاری

(دیکھو انجیل متی ۲۶ : ۴۷ تا ۵۶)

آپ نے مشکل سے آخری جملہ ادا کیا ہوگا جو باغ کے پھاٹک پر روشنی نمودار ہوئی اور یہوداہ اسکریوتی معہ سپاہیوں اور علماء یہود کے جو لاٹھیاں برچھیاں تلواریں اور کدالیں لئے ہوئے تھے، آپ کی طرف آتا ہوا دکھائی دیا۔ یہوداہ نے کہدیا تھا کہ جس شخص کو میں بوسہ دوں وہی عیسیٰ مسیح موعود ہے اسکو گرفتار کرلینا" پس یہ لوگ آپ کی طرف بڑھے، آپ نے آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا۔ مگر کسی کو جرأت نہوئی کہ بات منہ سے نکالتا۔ آپ نے دریافت کیا "کسے تلاش کرتے ہو؟" انھوں نے کہا "ہم عیسیٰ ناصری کو تلاش کرتے ہیں،" آپ نے کہا "میں ہی عیسیٰ ناصری ہوں" مجمع پر اس اخلاقی جرأت کا ایسا اثر ہوا کہ وہ لوگ ششدر رہ گئے ان میں سے بعض کو خیال آیا ہوگا کہ شاید آپکے معجزہ سے ہمیں نقصان پہنچے اس لئے وہ ذرا سہمے ہوئے تھے۔ ان کو خاموش دیکھ کر پھر آپ نے سوال کیا "کسے تلاش کرتے ہو؟" ان میں سے ایک نے کہا "عیسیٰ ناصری کو" آپ نے کہا "میں کہہ چکا سنو کہ میں ہی عیسیٰ ناصری ہوں۔ کہو کیا کام ہے؟" پھر ان میں سے کوئی شخص کچھ نہ بولا کیونکہ انہیں خیال تھا کہ خدا جانے ہاتھ لگاتے ہی سر سلامت رہیگا یا نہیں۔ یہوداہ نے جب یہ رنگت دیکھی تو اُسے خیال ہوا کہ اگر فوری کارروائی نہ کی گئی تو کام بگڑ جائیگا لہذا اُس نے آگے بڑھ کر بناوٹی لہجہ میں کہا "اے ربی!" اور یہ کہکر آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ آپ نے یہوداہ سے پوچھا "کس نیت سے یہاں آئے ہو؟" وہ یہ سُنکر چپ ہوگیا کیونکہ اس کے پاس اس کا جواب ہی کیا تھا؟ مگر اس کا مطلب پورا ہوگیا کیونکہ لوگوں نے دیکھا کہ وہ مکار اور دغا باز آدمی صحیح و سلامت کھڑا تھا اور آپ نے اس کے ساتھ کوئی بُرا سلوک نہیں کیا۔ پس ان کی ہمت بندھ گئی اور ان میں سے ایک نے آگے بڑھکر گرفتاری کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ مگر حضرت نے کچھ نہ کہا نہ کچھ مزاحمت کی۔ بلکہ بخوشی

اپنے آپ کو اُن کے حوالہ کر دیا۔ پطرس کو اس بات کی برداشت نہ ہوئی اُس نے فوراً میان سے تلوار نکالی اور سردار کاہن کے ملازم کے سر پر وار کیا لیکن بوجہ عجلت وار اوچھا پڑا اور بجائے سر کے اُس کا کان کٹ گیا۔ آپ نے یہ حال دیکھ کر پطرس کو تنبیہ کی اور کہا "اپنی تلوار میان میں کر، جو شخص تلوار چلاتا ہے، تلوار ہی سے اسکا خاتمہ بھی ہوتا ہے" اور اس زخمی شخص کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا "مہربانی کر کے اس شخص کو معاف کر دے، تیرا کان میں ابھی اچھا کئے دیتا ہوں" پھر آپ نے اسکا کان چھوا، اور وہ شخص بالکل اچھا ہو گیا گویا کوئی زخم ہی اُسے نہ پہونچا تھا۔ پھر آپ نے پطرس سے کہا۔ "جو دوسروں کے ساتھ سختی کرتا ہے اُسکے ساتھ بھی سختی ہی کا برتاؤ کیا جاتا ہے، اگر میں اسوقت خدا سے فرشتوں کی فوج طلب کروں تو وہ فوراً بھیجیگا لیکن اگر میں اسوقت اپنی جان بچاؤں تو آسمانی کتب کا نوشتہ کیونکر پورا ہوگا؟ لہذا مجھکو وہ پیالہ جو خدا کی طرف سے میرے لئے تیار کیا گیا ہے بخوشی پینا چاہئے"۔ پطرس کا غصہ ان الفاظ سے ٹھنڈا ہو گیا۔ جب حواریوں نے دیکھا کہ ہمارا آقا ذرا بھی مزاحمت نہیں کرتا اور وہ گرفتار ہو گیا اور اسکے سبب ہم بھی گرفتار ہو جائینگے تو وہ سب کے سب فرار ہو گئے۔ اور حضرت مسیح تنہا دشمنوں کے نرغے میں رہ گئے۔ تب آپ نے یہودی علماء سے فرمایا "کیا تم کسی ڈاکو یا بدمعاش سے مقابلہ کرنے چلے تھے جو اس طرح تلوار و تیر سے مسلح ہو کر آئے ہو؟ یہ تمھارا کام نہیں کہ رات کو لوگوں کی گرفتاری کے لئے نکلو! یہ تو پولس کا کام ہے۔ اور اگر مجھے گرفتار ہی کرنا تھا تو میں برسوں دن میں ہیکل کے اندر تبلیغ کر رہا تھا۔ اس وقت کیوں نہ گرفتار کیا؟" یہودی علماء نے آپکی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ بلکہ اپنے ملازمین سے کہا "جلد اس شخص کی مشکیں کس لو۔ خبردار بھاگنے نہ پائے اور ہمارے ساتھ لے چلو" یہود کو نہ اس قدر فرصت تھی نہ لیاقت کہ وہ آپ کی باتوں کا جواب دیتے۔ آخر سپاہیوں نے بہت بیدردی کے

ساتھ آپ کی مشکیں کس لیں، اور کشاں کشاں لیچلے۔ شاگرد تو سب بھاگ گئے تھے مگر اس شور و غل کو سُنکر ایک شخص موقعہ واردات پر پہونچ گیا، انجیلوں سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ شخص کون تھا مگر وہ بھی محض اس خیال سے کہ دیکھیں مسیحؑ پر کیا گذرتی ہے عقب میں ہو لیا نہ ہوا سپاہیوں کو اسکا چلنا ناگوار ہوا۔ انہوں نے اُسے بھی گرفتار کرنا چاہا مگر وہ بھی بھاگ گیا۔

قصہ مختصر سپاہی اور علماء آپ کو گرفتار کر کے سردار کاہن کے پاس لیگئے۔

حضرت مسیحؑ کا اِنّاس کے سامنے جانا

(دیکھو انجیل متی ۲۶: ۵۷)

اِن لوگوں کا منشا یہ تھا کہ راتوں رات حضرت مسیحؑ کو مذہبی عدالتوں میں پیش کر کے اور مجرم قرار دیکر صبح ہوتے ہی رومی عدالت میں پیش کر دیا جائے اور قبل اسکے کہ عوام الناس کو خبر ہو آپ کے قتل کا فتویٰ عدالتِ عالیہ سے حاصل کر لیا جائے پھر کسی کے بنائے کچھ نہ بن سکیگا۔ لہذا اس خیال سے وہ لوگ سب سے پہلے آپ کو اِنّاس کے مکان پر لائے۔ اِنّاس بہت بارسوخ اور باثر شخص تھا مدتوں سردار کاہن یعنی مذہبی پیشوا رہ چکا تھا اور موجودہ سردار کا خُسر تھا، اور رومی حکومت کی طرف سے اس کو مجسٹریٹی کے اختیارات بھی حاصل تھے۔ اُس نے اس خیال سے کہ مسیحؑ کی زبان سے کوئی قابل گرفت بات نکل جائے، یہ سوال کیا "تم لوگوں کو کیا تعلیم دیتے ہو؟" آپ نے فرمایا" میں نے جو کچھ تعلیم دی وہ علانیہ طور پر دی۔ کوئی بات صیغۂ راز میں نہیں رکھی جو بات کہی وہ مجمع عام میں کہی، پس آپ مجھ سے کیا سوال کرتے ہیں؟ اُن لوگوں سے دریافت کیجیے جنھوں نے میری تعلیمات کو سُنا ہے۔ یہ جو مجھے گرفتار کر کے لائے ہیں انہیں میں سے بعض نے مجھے تعلیم دیتے ہوئے سُنا ہے ان سے دریافت کیجیے۔"

جب آپ اِنّاس سے سرگرم گفتگو تھے تو پطرس اور ایک اور حواری

اینّاس کے محل میں داخل ہوئے۔ جب اندر آئے تو ایک عورت نے پطرس کیطرف غور سے دیکھا اور بولی "کیا تو بھی اس مجرم کا شاگرد ہے؟" پطرس نے کمال متانت سے جواب دیا "میں تو اس شخص سے واقف بھی نہیں ہوں" اور یہ کہکر جھٹ ہاتھ پاؤں سینکنے کے بہانے سے آگ کے الاؤ کی طرف چلا گیا تاکہ وہ عورت نہ کچھ اور نہ پوچھے۔ جب حضرت مسیح علیہ السلام نے سردار کاہن کو ایسا مدلل جواب دیا تو ایک شخص نے آپ سے کہا "اے مجرم! تو سردار کا ادب نہیں کرتا، تو بہت بڑا گستاخ ہے" یہ کہکر اُس نے بڑے زور سے ایک طمانچہ آپ کے رخسار پر مارا، اور یہ طمانچہ ذلت و حقارت کے برتاؤ کی ابتدا رتھی۔ مگر آپ نے کمال متانت سے فرمایا "اگر میں نے کوئی بری بات کہی ہے تو تم اس کے گواہ رہو۔ لیکن اگر مناسب اور درست جواب دیا ہے تو مجھے مارنے سے تمھیں کیا مل جائیگا؟" یہ سُنکر وہ شخص ایک طرف چلا گیا۔

اینّاس نے دیکھا کہ آپ اس کے قابو میں نہیں آسکتے لہذا اُس نے آپ کو پابزنجیر قائفس کے پاس بھیجدیا۔

حضرت کا قایافس کے سامنے حاضر ہونا

(دیکھو انجیل متی ۲۶: ۵۹ تا ۶۶)

رات کے تین یا ساڑھے تین بجے ہونگے جب حضرت علیہ السلام سردار کاہن کی عدالت میں پیش ہوئے۔ قایافس نے فوراً اہل مشورہ کو طلب کیا اور سینہڈرم (مجلس مذہبی) کے چند خاص اراکین اسکے گرد جمع ہو گئے اور یہ سوچنے لگے کہ کسی نہ کسی طرح آپ کے خلاف کوئی جھوٹی شہادت بہم پہونچائی جائے۔ لہذا حاضرین میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا "جناب! یہ شخص ہماری مقدس عبادت گاہ کی توہین کا مرتکب ہوا ہے۔ اِس نے بر ملا لوگوں سے کہا کہ میں اس ہیکل کو گرا دونگا اور تین دن میں دوسری نئی ہیکل تیار کر دونگا۔ اسی طرح اور لوگوں نے جھوٹی سچی باتیں آپ کے

خلاف کہیں۔ تب قیافا ضن نے کہا "اے شخص تیرے پاس ان اعتراضات اور الزامات کا کیا جواب ہے؟ اور صاف صاف بتا کیا تو فی الحقیقۃ مسیح موعود ہونے کا مدعی ہے؟" آپ نے کہا "ہاں میں مسیح موعود ہوں اور عنقریب تم ابن آدم کو خدا کے داہنے ہاتھ پر بیٹھا ہوا دیکھو گے۔" یہ سُنکر اراکین مجلس غصہ اور مذہبی جنون سے دیوانے ہو گئے۔ اور مارے غصہ کے اپنی اپنی کرسیوں سے اُٹھکر کھڑے ہو گئے اور ایک زبان ہو کر بولے "کیا تو مسیح موعود ہے؟" آپ نے فرمایا "ہاں میں مسیح موعود ہوں" یہ سُن کر سردار کاہن مارے غصّہ کے آپے سے باہر ہو گیا، اور اس نے اپنا گریبان چاک کرتے ہوئے مجمع سے خطاب کیا" اللہ اکبر! کس قدر شدید کفر ہے! یہ شخص واقعی گردن زدنی اور کشتنی ہے۔ اب اسکو مجرم اور کافر ثابت کرنے کیلئے کسی شہادت خارجی کی ضرورت نہیں۔ تم لوگوں نے اس کے کفر آمیز کلمات اچھی طرح سُن لیے۔ اے اراکین انجمن! اور اے حامیانِ دین متین! اب تمھارا فیصلہ اس شخص کے بارہ میں کیا ہے؟" سب نے متفق ہو کر کہا:۔

"اس کافر کو سولی دینی چاہیئے۔"

آخر کار یہودیوں کی مراد پوری ہو گئی مجلس مذہبی کے اراکین اور سردار کاہن نے آپ کو واجب القتل قرار دے کر ساری قوم کا دل ٹھنڈا کر دیا۔

اس وقت رات کا پچھلا پہر تھا غالباً چار بجے کا عمل ہو گا، قاعدہ کے بموجب یہ فیصلہ ساری مجلس کے اراکین کی طرف سے صادر ہونا چاہیئے تھا لیکن سارے ممبر اسوقت جمع نہیں ہو سکتے تھے لہذا اُن کے انتظار میں حضرت مسیح کو سپاہیوں کی حراست میں دیدیا گیا۔ سپاہی بہت متعصب یہودی تھے جب انھوں نے دیکھا کہ یہ شخص مسیح کاذب کی حیثیت سے مصلوب کیا جائیگا تو انھوں نے آپ کے ساتھ ہر قسم کی گستاخی اور بے ادبی کرنی شروع کی۔ آپ کی آنکھوں پر پٹی باندھی گئی۔ اور سپاہیوں نے آپ کے سر پر مکے مارنے شروع کئے۔ بعضے لوگوں نے لاتیں اور گھونسے بھی مارے اور جو زیادہ

شقی القلب تھے انھوں نے علاوہ زدو کوب کے گالیاں بھی دیں اور تھوکا بھی۔ بعضوں نے ازراہ تمسخر کہنا شروع کیا " اے شخص! اگر تو سچ مچ مسیح موعود ہے تو بتا تو سہی تیرے اوپر کس نے تھوکا؟ " مگر آپ نہایت استقلال کے ساتھ ہر ذلت کو برداشت کر رہے تھے اور بالکل خاموش تھے۔ کسی کی بات کا کوئی جواب نہ دیتے تھے۔

بطرس کا انکار کرنا

(دیکھو انجیل متی ۲۶: ۶۹ تا ۷۵)

اوپر لکھا جا چکا ہے کہ یحییٰ اور بطرس ایوانِ عدالت کے حصۂ زیرین میں موجود تھے۔ ایک خادمہ جو سردار کاہن کے ہاں ملازمہ تھی ادھر آئی اور اُس نے بطرس کو آگ کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھا اور کہنے لگی " تو بھی تو اُس ناصری ملزم کے ساتھ تھا " بطرس نے گھبرا کر کہا " میں نہیں سمجھ سکتا کہ تیرا اس بات سے کیا مطلب ہے؟ میں تو اُس آدمی سے مطلق واقف نہیں ہوں " فوراً مرغ نے اذان دی اور بطرس وہاں سے اٹھکر باہر دروازہ کی طرف چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد چند آدمیوں کا اُس طرف گذر ہوا، اُنھوں نے بطرس سے کہا " تو بھی شاید اُس ملزم کا ساتھی ہے " بطرس نے قسم کھا کر کہا " میں اُس آدمی کو بالکل نہیں جانتا " اور دوبارہ مرغ نے اذان دی۔ اس انکار کے بعد حضرت مسیح نے معنی خیز نگاہوں سے بطرس کی طرف دیکھا۔ نظر ملتے ہی بطرس کو آپ کا قول یاد آیا کہ مرغ کے بانگ دینے سے پہلے تو تین دفعہ میرا انکار کریگا۔ بطرس کو اب اپنی اخلاقی اور ایمانی کمزوری کا احساس ہوا اور شرم کے مارے سامنے سے ہٹ گیا۔ باہر جاکر زار وقطار رونے لگا اور اُسے محسوس ہوا کہ میں نے بہت کمزوری دکھائی۔

مجلس مذہبی کا قتل کے فتوی کی تصدیق کرنا

(دیکھو انجیل متی ۲۷: ۱ و ۲)

دن نکلنے سے ذرا دیر پہلے سارے ارکین ایوانِ عدالت میں جمع ہوئے حضرت مسیح کو

کشاں کشاں اُن کے سامنے لایا گیا۔ اور انہوں نے متفقہ طور پر آپکے قتل کی تجویز پر صاد کیا۔ اور اب صرف اس بات کی کسر رہ گئی کہ آپ کو پلاطوس کی عدالت عالیہ میں پیش کیا جائے اور حاکم وقت سے باقاعدہ طور پر آپ کے قتل کی اجازت لی جائے۔ چنانچہ اسکا انتظام کیا گیا۔

یہوداا سخر یوطی کا خود کشی کرنا (دیکھو انجیل متی ۲۷: ۳ تا ۱۰)

جب یہوداہ نے یہ سُنا کہ مجلس مذہبی نے حضرت عیلسیٰؑ کے قتل کا فتویٰ صادر کردیا تو اُسے اپنے فعل پر سخت ندامت ہوئی۔ اور اسکا دل اس خیال سے کانپ اُٹھا کہ میں نے چند رُپوں کی خاطر ایک بیگناہ شخص کا خون اپنے سر پر لیا۔ کاش یہ شخص اب بھی حضرت مسیح کے پاس حاضر ہو کر اپنے قصور کی معافی مانگتا۔ تو یقیناً اُسے معافی مِلجاتی۔ لیکن وہ بدبخت، اپنے نادان دوستوں کے پاس گیا۔ اور رو کر کہنے لگا " میں بڑا بدقسمت ہوں، کہ میں نے ایک بیگناہ شخص کو تمھارے ہاتھ میں دیدیا" انھوں نے اُس کے احساسات کی مطلق پرواہ نہ کی۔ اور بڑی لاپرواہی کے ساتھ بولے۔ پھر ہم کیا کریں تو جانے تیرا کام جانے۔ تو نے ہمارا کام کیا، ہم نے تجھے اسکا معاوضہ دیدیا، اگر اچھا کیا تو تو نے اور بُرا کیا تو تو نے اب ہمارے پاس کیوں آیا ہے؟ جا یہاں سے " یہوداہ نے زرمعاوضہ جیب سے نکالکر وہیں پھینکدیا۔ اور چپ چاپ وہاں سے چلا آیا اور کسی طرف چلا گیا۔ حقیقی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا کیا حشر ہوا۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ اُس نے ایک درخت میں رسّی باندھ کر اور پھندا گلے میں ڈال کر خود کشی کر لی۔ بعض کہتے ہیں کہ اسکا جسم پھول گیا اور وہ کسی گاڑی کے نیچے آکر دب گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ اور کسی طرح ہلاک ہو گیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت مسیح کا پلاطوس کے سامنے جانا (دیکھو انجیل متی ۲۷: ۱۱ تا ۱۴)

۱۸ ر مارچ ۲۹ء کو صبح کے وقت سردار کاہن کے سپاہی، حضرت مسیح کو پا بجولاں ، پلاطوس کے محل میں لائے جو کوہ زیتون پر واقع تھا ۔ یہ محل دراصل ہیرودیس کا تھا۔ اور بڑے تہواروں کے موقعہ پر گورنر انتظام کی خاطر، امن وامان قائم رکھنے کے لئے یہاں آکر مقیم ہوتا تھا۔ زندگی میں پہلی اور آخری بار حضرت عیسٰی نے شاہی عمارت میں قدم رکھا، اور اس شان سے کہ آپ کا تمام بدن مار دھاڑ سے سوجا ہوا آنکھیں کسی ہوئیں، نہ کوئی مونس نہ غمخوار۔ جب آپ اُس شخص کے سامنے کھڑے ہوئے جو دراصل آپ کی جوتی کا تسمہ کھولنے کے بھی لائق نہ تھا تو پلاطوس بالائی منزل میں آرام کر رہا تھا۔ ملازم نے کمرہ میں داخل ہوکر عرض کی" حضور والا! ایک بہت بڑا مجرم، مجلس مذہبی کی طرف سے ماخوذ ہوکر حاضر عدالت کیا گیا ہے، لہذا نیچے تشریف لے چلئے اور فیصلہ صادر فرمائیے" پلاطوس نے خیال کیا کہ تہوار کے سلسلہ میں کوئی ہنگامہ ہوگیا ہے پس وہ نیچے اُتر آیا اور کرسئ عدالت پر بیٹھ گیا۔ یہودی خوش ہو رہے تھے کہ بیت المقدس کے باشندوں کے بیدار ہونے سے پہلے پہلے ہم نے اپنے دشمن کو رومی گورنر کی عدالت میں پہونچا دیا۔ پلاطوس نے قایافس سے دریافت کیا" اس شخص پر کونسا جرم عائد کیا گیا ہے؟" اس نے جواب دیا:-

"جناب! اگر یہ شخص بڑا بھاری مجرم نہ ہوتا تو ہم کاہے کو آپ کے پاس لاتے؟ معمولی جرائم میں سزا دینے کا تو ہمیں خود ہی اختیار ہے لیکن اس شخص کا جرم بہت سنگین ہے اور ایک نہیں بلکہ کئی جرموں کا یہ شخص مرتکب ہوا ہے۔ یہ شخص قوم کے اخلاق بگاڑتا ہے، لوگوں کو رومی حکومت کے برخلاف اُبھارتا ہے اور اپنے آپ کو یہود کا بادشاہ مشہور کرتا ہے، حالانکہ ہمارا سب کا ایک ہی بادشاہ ہے اور وہ قیصر روم ہے اور یہ ایک نئی بادشاہت قائم کرنے کا مدعی ہے"

پلاطوس نے حضرت مسیح سے دریافت کیا" کیا تو یہودیوں کے بادشاہ ہونے کا مدعی ہے؟" آپ نے اُس سے کہا" آپ یہ سوال از خود کرتے ہیں

یا کسی دوسرے نے یہ بات آپ سے کہی ہے؟" پلاطوس نے کہا" میں تو یہودی نہیں ہوں خود تیری قوم کے لوگ تیرے خلاف الزامات لگا رہے ہیں، تیرے پاس ان الزامات کا کیا جواب ہے؟ آپ نے کہا" ہاں میں بادشاہ ہوں مگر میری بادشاہت دنیاوی نہیں ہے۔ اگر میں دنیاوی بادشاہ ہوتا تو میرے پاس فوج ہوتی جو میری طرف سے جنگ و جدال کرتی" پلاطوس نے کہا" اچھا تو تو بادشاہ ہے؟ آپ نے کہا" بیشک تو سچ کہتا ہے، میں بادشاہ ہونے کے لئے ہی تو پیدا ہوا تھا تاکہ صداقت کی بادشاہت دنیا میں قایم کروں۔ اور وہ تمام لوگ جو صداقت کے جویا ہیں میری رعایا ہیں، میری بادشاہت دنیاوی نہیں بلکہ آسمانی ہے" پلاطوس نے کہا" صداقت کیا چیز ہے؟ اور اس لفظ کو بغاوت سے کیا تعلق ہے؟ اُسے یہ خیال ہوا کہ یہ شخص کوئی فلاسفر ہے جو ایسی باتیں کرتا ہے اور عدالت کا رعب مطلق اس کے دل میں نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص مجرم نہیں ہے پس اُس نے یہودی علماء کی طرف مخاطب ہو کر کہا" جہانتک میرا خیال ہے یہ شخص مجرم نہیں ہے" اراکین مجلس مذہبی نے متفقہ طور پر پلاطوس کی مخالفت کی اور بولے" جناب یہ شخص بڑا مجرم ہے، بڑا خوفناک ہے، اس نے تمام ملک میں قیصر روم کے خلاف بغاوت کی آگ بھڑکا رکھی ہے اور گلیل سے بیت المقدس تک کوئی قصبہ ایسا نہیں ہے جہاں کے لوگ اسکے ہمخیال نہوں۔ اس کا زندہ رہنا کسی طرح مناسب نہیں۔ ورنہ یہ شخص ہماری قوم کی تباہی کا باعث ہو جائیگا" مجبوراً پلاطوس نے پھر آپ کی طرف خطاب کیا" اے شخص تو سنتا ہے یہ لوگ تیرے خلاف کیا کیا الزامات لگا رہے ہیں؟ حضرت مسیح بالکل خاموش رہے اور ایک لفظ بھی مُنہ سے نہ کہا۔ پلاطوس نے جب یہ سُنا کہ یہ ملزم گلیل کا رہنے والا ہے تو اُس نے کہا۔ ہیرودیس حاکم گلیل ہے اگر وہ اس مقدمہ کا فیصلہ کرے تو مناسب ہوگا۔ پس اُس نے آپ کو ہیرودیس کے پاس بھیجدیا۔ جو حسب معمول عید کے موقعہ پر بیت المقدس ہی میں موجود تھا۔ سپاہی آپ کو اُس کی عدالت میں

لے گئے۔

حضرت مسیح کا ہیرودیس کے سامنے پیش ہونا

(دیکھو انجیل لوقا ۲۳ : ۴ تا ۱۲)

ہیرودیس کی جائے قیام پلاطوس کے محل سے نزدیک تھی، راستہ میں بہت سے آدمی اس عجیب نظارہ کو دیکھنے کے لئے آپ کے ہمراہ ہو گئے۔ اطلاع ملنے پر ہیرودیس باہر نکل کر آیا۔ یہ شخص حضرت یحییٰ کا قاتل تھا اور بہت ظالم تھا۔ چونکہ حضرت مسیح کو اس شخص سے نفرت تھی، لہذا آپ نے اپنی نفرت کا اظہار اس طرح کیا کہ اسکے کسی سوال کا جواب ہی نہ دیا۔ ہیرودیس اس خاموشی سے بہت بگڑا۔ اور اپنی توہین کا بدلہ اس طرح لیا کہ آپ کو سفید لباس پہنا کر دوبارہ پلاطوس کے پاس بھیجدیا (سفید لباس شاہی لباس سمجھا جاتا تھا، اسکے پہنانے سے یہ غرض تھی کہ حضرت مسیح چونکہ بادشاہی کا دعویٰ کرتے ہیں اسلئے بطور طعن کے سفید کپڑے پہنائے جائیں)

پلاطوس کا مسیح کو بری کرنے کی کوشش کرنا

(دیکھو انجیل لوقا ۲۳ : ۱۳ تا ۱۷)

راستہ میں لوگوں نے وہ سفید لباس آپ کے جسم سے اُتار لیا اور معمولی لباس پہنا دیا اور بڑی ذلت وخواری کے ساتھ پھر پلاطوس کے پاس لائے۔ پلاطوس نے آپ کے بشرہ سے یہ بات اچھی طرح معلوم کر لی کہ آپ مجرم نہیں ہیں لہذا اُس نے علماء و اراکین مجلس سے کہا "مجھے تو یہ شخص بے قصور نظر آتا ہے اور ہیرودیس نے بھی اسپر کوئی الزام نہیں لگایا پس میں چاہتا ہوں کہ محض تنبیہ کر کے اس شخص کو چھوڑ دوں اور تمہارا تو یہ دستور بھی ہے کہ تہوار کے موقعہ پر ایک مجرم کو رہا کراتے ہو۔ اسوقت میرے سامنے دو مجرم موجود ہیں ایک یہ شخص اور دوسرا بارابس۔ پس اگر تمہاری مرضی ہو تو میں اس شخص کو رہا کر دوں" یہودی علماء نے عوام کو ترغیب دی کہ بارابس کی رہائی کے لئے رائے دیں۔ لہذا عوام

نے شور مچانا شروع کیا کہ ہم باراباس کی رہائی منظور کرتے ہیں۔" پلاطوس نے دوبارہ علماء
اور ارکین اور عوام سے پوچھا، انھوں نے پھر متفق ہو کر کہا "ہم چاہتے ہیں کہ ناصری ملزم
کو صلیب دی جائے اور باراباس رہا کیا جائے۔" لہذا پلاطوس نے عوام کے جذبات
کا لحاظ کرکے آپکے قتل کا حکم صادر کر دیا۔ حکم صادر ہوتے ہی سپاہیوں نے آپ کو
ارغوانی جبہ پہنایا، جو خونی مجرم کا لباس تھا اور کوڑے مارے۔ سر پر کانٹوں کا تاج
رکھا اور نرکل بطور عصائے شاہی آپکے ہاتھ میں دیا۔ اور شور مچا کر کہا "دیکھو یہ یہود کا بادشاہ
ہے۔" آؤ اسکی تعظیم بجا لاؤ اور سلام کرو۔" لوگوں نے آپ کے منہ پر تھوکا اور لاتیں گھونسے
مارتے ہوئے ایوان عدالت سے باہر لائے۔ باہر لاتے وقت پلاطوس نے مجمع کیطرف
خطاب کیا "لو تمھارا مجرم تمھارے حوالہ کیا جاتا ہے مگر میں اسے بے قصور سمجھتا ہوں اور
اُس نے طشت میں پانی منگوا کر سب کے سامنے اپنے ہاتھ دھوئے جو اس بات کا نشان تھا
کہ میں اسکے خون سے بری الذمہ ہوں۔ مجمع نے باآواز بلند کہا بیشک اسکا خون ہماری
گردن پر! ہم اسے صلیب دینگے، یہ شخص ہماری شریعت کے مطابق ضرور واجب القتل
ہے، انسان ہو کر خدائی کا دعوی کرتا ہے۔ پلاطوس سے نہ رہا گیا اور اُس نے پھر آپسے
پوچھا "اے شخص تو کون ہے، کیا تو سچ مچ یہودیوں کا بادشاہ ہے؟ آپنے اس کی بات
کا کوئی جواب نہ دیا۔ اُس نے پھر کہا "اے شخص تو کچھ جواب نہیں دیتا کیا تجھے معلوم نہیں
کہ میں چاہوں تو تجھے قتل کر دوں اور چاہوں تو تجھے رہا کر دوں۔ تیری موت اور زیست
دونوں میرے اختیار میں ہیں۔ آپنے فرمایا" جب تک خدا تجھے اختیار نہ بخشے تو مجبور
محض ہے۔ اس میں شک نہیں کہ تو نے مجھکو بے قصور جاننے کے باوجود قتل کا سزاوار
قرار دیا ہے لیکن تجھ سے بڑھ کر قابل مواخذہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے مجھے گرفتار کرکے تیرے
سامنے پیش کیا اور تجھے اس ناپاک فعل کی ترغیب دی کہ تو ایک بیگناہ انسان کو
قتل کرا کے اپنے ضمیر کا خون کرتا ہے۔" پلاطوس پر اس تقریر کا بہت اثر ہوا اور وہ پھیر

اراکین مجلس سے کہنے لگا کہ یہ شخص بے قصور معلوم ہوتا ہے لیکن یہود نے دوسری چال چلی۔ کہنے لگے "اگر آپ اس مجرم کو رہا کرتے ہیں تو اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ قیصر روم کے وفادار خادم نہیں ہیں کیونکہ یہ شخص تو قیصر روم کا دشمن ہے۔ آپ کس طرح ایک باغی کی حمایت کر سکتے ہیں؟" پلاطوس نے سوچا کہیں ایسا نہو کہ اس شخص کی طرفداری میں میری پوزیشن نازک ہو جائے، مبادا قیصر روم کو خبر لگ جائے اور میں معزول کر دیا جاؤں۔ لہذا اُس نے مجمع سے کہا "اپنے مجرم کو لیجاؤ" لوگوں نے خوشی کے نعرے بلند کئے اور آپ کو زعفرانی لباس کی جگہ اب پھر معمولی لباس پہنا دیا گیا۔ جمعہ کا دن تھا اور شاید نو بجے ہونگے جب حضرت عیسےٰ مصلوب ہونے کے لئے مقتل کی طرف چلے۔ محل سے باہر نکل کر چوبی صلیب آپ کے کندھوں پر رکھدی گئی۔ کیونکہ دستور تھا کہ مجرم اپنی صلیب خود اٹھاتا تھا۔

حضرت مسیح کا مقتل کی طرف جانا

(دیکھو انجیل لوقا ۲۳: ۲۶ تا ۳۳)

حضرت مسیح اپنی صلیب کاندھوں پر رکھکر مقتل کی طرف چلے۔ جسمانی لحاظ سے آپ بہت کمزور تھے، تھوڑی دور چلکر آپ پر ضعف طاری ہو گیا، اور قریب تھا کہ غش کھا کر گر پڑیں۔ اتفاقاً ایک غیر ملکی یہودی شمعون نامی راستہ میں جا رہا تھا۔ سپاہیوں نے اُسے بیگار میں پکڑ لیا اور صلیب اسکے کندھے پر رکھدی۔ تب حضرت عیسےٰ پیدل چلنے لگے۔ راستہ میں مخلوق بکثرت جمع تھی۔ سڑک کے دونوں جانب عورتیں مرد جوان بوڑھے اور بچے غرض سبھی تماشہ دیکھ رہے تھے۔ بعض بعض لوگ رو بھی رہے تھے۔ آپ کا دل ان کی ہمدردی سے بہت متاثر ہوا، اور ان کی طرف یوں خطاب کیا "اے بیت المقدس کی بیٹیو! میرے لئے مت روؤ، اپنی حالت زار پر آنسو بہاؤ۔ اگر تم بنی اسرائیل کی بدقسمتی پر روتی ہو تو بجا ہے۔ کیونکہ انکی تباہی کا زمانہ نزدیک آگیا ہے اور عنقریب لوگ کہینگے "مبارک ہیں وہ عورتیں جو

بانجھ ہیں! اے پہاڑو آؤ ہمارے اوپر گر پڑو۔ بنی اسرائیل کی ذلت اور بیت المقدس کی تباہی کا زمانہ سر پر آگیا"۔ حضرت عیسٰی کے ساتھ دو ملزم اور بھی تھے جو شاید قتل و غارت کے الزام میں ماخوذ ہو کر سزایاب ہوئے تھے۔ الغرض یہ لوگ قتل گاہ میں پہنچے۔ (دیکھو انجیل لوقا ۲۳: ۲۴تا ۳۹)

حضرت عیسٰیؑ کا صلیب پر لٹکایا جانا

اس مقام کا نام جہاں آپ کو مصلوب کیا گیا آرامی زبان میں گولگتا اور لاطینی میں کلواری یعنی کاسۂ سر" تھا۔ جب وہاں پہونچے تو آپ کے سب کپڑے اتار لئے گئے اور صرف ایک لنگوٹی باندھ دی گئی، پھر صلیب کو زمین پر رکھکر آپ کو اسکے اوپر لٹایا گیا اور دونوں ہاتھوں میں میخیں اور دونوں پاؤں کو ملا کر ایک میخ ٹھونک دی گئی۔ تب آپ نے کہا " اے خدا! ان کو معاف کر دے کیونکہ یہ لوگ نہیں جانتے کہ ہم کیا کر رہے ہیں اور کسے مصلوب کر رہے ہیں"۔ اسکے بعد صلیب زمین پر نصب کر دی گئی۔ آپ کے دائیں بائیں دونوں چور لٹکائے گئے۔ قاعدہ تھا کہ تکلیف کا احساس کم کرنے کے لئے مجرموں کو شراب پلایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک پیالہ تلخ شراب کا آپ کو بھی دیا گیا لیکن آپ تلخ شرابکے عادی نہ تھے، پس آپ نے ہونٹوں سے پیالہ لگا کر واپس کر دیا۔ پلاطوس کے حکم سے آپ کی صلیب پر تین زبانوں میں یہ تحریر لگائی گئی "عیسٰے ناصری شاہِ یہود"۔ آپ کا لباس سپاہیوں نے آپس میں تقسیم کر لیا اور عبا پر قرعہ ڈالا گیا اس طرح زبور ۲۲: ۱۸ کی پیشین گوئی پوری ہوئی " انھوں نے میرے کپڑے آپس میں تقسیم کر لئے اور کوٹ پر قرعہ ڈالا"۔ اسکے بعد سپاہی آرام سے ایک طرف بیٹھکر لہو و لعب میں مشغول ہو گئے اور یہود کی باری آئی۔ یہ لوگ اردگرد کھڑے تماشہ دیکھ رہے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ آپ صلیب پر آویزاں ہو گئے اور نیچے نہیں اُترے (بذریعہ معجزہ) تو انھوں نے لعن طعن

شروع کی" آپ وہی ہیں جو بیت المقدس کو تین دن میں بنانے کا دعویٰ کرتے تھے ذرا صلیب سے نیچے اُتر کر دکھا دو" علماء نے کہا" دوسروں کو بچانے کا تو بڑا لمبا چوڑا دعویٰ کرتا تھا مگر اپنے کو نہیں بچا سکتا۔ اگر تو صلیب سے نیچے اُتر آئے تو ہم تجھے مسیح موعود تسلیم کر لینگے" بعض سپاہیوں نے بھی لعن طعن میں حصہ لیا۔ ایک بولا "معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص شیطان کی مدد سے معجزات دکھایا کرتا تھا اور وہ اسے اب چھوڑ کر چلا گیا ہے لہذا یہ بالکل بیدست دپا ہو گیا ہے۔ جو ڈاکو آپ کے قریب سولی پر لٹکائے گئے تھے بولے" ہم نے تو سُنا تھا کہ تو مسیح موعود ہے اور بڑے بڑے معجزات دکھانا تیرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے حتیٰ کہ تو نے مُردے بھی جلائے اگر یہ سچ ہے تو پھر دیر کیا ہے صلیب سے نیچے اُترا اور ہمیں بھی اُتار آخر یہ معجزات کی قوت کس دن کام آئیگی؟" معلوم ہوتا ہے کہ تو جھوٹا موٹ کے دعوے کرتا تھا اور معجزات محض دھوکہ کی ٹٹی تھے" دوسرے ڈاکو نے اُسے سرزنش کی" اے نالائق شخص! چپ رہ تیرا وقت قریب آگیا اب دوسروں پر لعن طعن مت کر بلکہ اپنے قصوروں پر نادم ہو اور خوفِ خدا کر۔ اس شخص کو ستانا سراسر نازیبا ہے کیونکہ یہ شخص بالکل بے گناہ ہے اور ہم تو اپنے کیے کی سزا پا رہے ہیں، پھر اُس نے حضرت عیسیٰ کی طرف رُخ کرکے کہا" اے عیسیٰ جب تو دوبارہ اپنی بادشاہت میں آئے تو مجھے بھی یاد کیجیو" آپ نے اُس سے فرمایا" یقین کر کہ تو آج کی رات میرے ساتھ بہشت میں ہوگا" آپ کے ان کلمات سے اس چور کو بہت تسلی ہوئی اور دوسرا چور بھی اس گفتگو کو سُن کر چپکا ہو گیا۔

(دیکھو انجیل یوحنا ۱۹ : ۲۵ تا ۲۷)

حضرت عیسیٰ کا اپنی والدہ کو یحییٰ کی کفالت میں دینا

آپ کے ایک جانب وہ مستورات کھڑی آنسو بہا رہی تھیں جو یا تو آپ کی رشتہ دار تھیں یا مرید تھیں۔ آپ کی والدہ، خالہ اور مریم مگدالہ والی وغیرہ

گیارہ حواریوں میں سے صرف ایک یعنی یحیٰی وہاں موجود تھا جو اُن عورتوں کو تسلی دے رہا تھا۔ آپ نے یحیٰی کی طرف اشارہ کر کے اپنی والدہ سے کہا "آج سے یہ شخص تمہارا خادم ہے اُسے اپنا بیٹا سمجھنا" پھر والدہ کی طرف اشارہ کر کے یحیٰی سے کہا "آج سے یہ عورت تمہاری مخدومہ ہے اُسے اپنی ماں سمجھنا"، یحیٰی نے دل و جان سے ان الفاظ پر عمل کیا۔

تین گھنٹہ اذیت اٹھانے کے بعد آپ نے درد سے بیتاب ہو کر بآواز بلند کہا "ایلی ایلی، میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟" پھر آپ نے کہا مجھے پیاس لگی ہے۔ جو لوگ قریب کھڑے تھے اُن میں سے ایک نے اسفنج شراب میں تر کر کے نرکل پر رکھ کر آپ کے ہونٹوں تک پہونچا دیا۔ آپ نے اُسے چوسا اور کہا "اب کچھ باقی نہیں رہا" تھوڑی دیر بعد آپ نے بآواز بلند کہا "اے خدا! میں اپنی روح تیرے ہاتھ میں سونپتا ہوں" یہ کہکر آپ کی روح پرواز کر گئی۔

عیسائیوں اور مسلمانوں میں اس جگہ اختلاف ہے۔ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ مصلوب ہونے سے پیشتر آسمان پر اٹھا لئے گئے۔ عیسائی کہتے ہیں مصلوب ہو کر آسمان پر گئے۔

یہ واقعہ قریب چار بجے کا ہے، چونکہ سر شام سے سبت شروع ہو جاتا ہے اور قاعدہ کے موافق سبت کے دن کوئی نعش صلیب پر آویزاں نہیں رہ سکتی۔ یہودی علماء نے پیلاطوس سے درخواست کی کہ ان مجرموں کی ٹانگیں توڑ دی جائیں اور صلیب سے اُتار دئے جائیں، لہذا سپاہیوں نے دونوں چوروں کی ٹانگیں توڑ دیں لیکن حضرت مسیح فوت ہو چکے تھے اسلئے اُن کی ٹانگیں نہیں توڑی گئیں۔ ایک سپاہی نے آپکے پہلو میں برچھا مارا جسکی وجہ سے کچھ خون اور کچھ پانی زخم سے نکلا۔ یہود کی دلی مراد پوری ہوئی۔ مسیح موعود کو مصلوب دیکھ لیا۔ ان کی تمام کوششیں یہاں آکر ختم ہو گئیں

اور باطمینان اپنے گھروں کو واپس آئے۔

حضرت عیسیٰؑ کی تجہیز و تکفین

(دیکھو انجیل مرقس ۱۵: ۴۲ تا ۴۵) (انجیل متی ۲۷: ۵۷ تا ۶۱)

یوسف ساکن آرمینا نے جو ایک شریف اور خدا ترس انسان تھا۔ آپ کی نعش پلاطوس سے مانگ لی اور کفن دفن کا انتظام کیا۔ نقودیمس بھی شریک تھا۔ یہ دونوں یہودی دراصل حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لے آئے تھے مگر اس خیال سے علانیہ اقرار نہیں کرتے تھے کہ سوشل پوزیشن جاتی رہیگی، قتل گاہ کے قریب ایک باغ تھا جو یوسف کی ملکیت تھا، وہاں لا کر آپ کو غسل دیا گیا، کفن پہنایا گیا۔ اور نعش مبارک ایک چٹان میں کھدی ہوئی قبر کے اندر رکھدی گئی۔

شنبہ، قبر کی حفاظت کے لئے گارد مقرر ہونا

(دیکھو انجیل متی ۲۷: ۶۲ تا ۶۶)

صبح کو یہود نے خیال کیا مبادا حواری آپ کی نعش کو چرا کر لیجائیں اور کسی نامعلوم مقام پر دفن کر دیں اور لوگوں میں یہ مشہور کر دیں کہ آپ مر کر جی اٹھے۔ لہذا سردار کاہن نے پلاطوس سے اجازت لیکر قبر پر پہرہ مقرر کر دیا اور پتھر کو قبر کے منہ پر مضبوطی سے جما دیا۔

یکشنبہ، مریم کا معہ سلومی قبر پر آنا

(دیکھو انجیل متی ۲۸: ۱ تا ۸)

اتوار کی صبح کو مریم اور سلومی خوشبویات لے کر قبر پر پہونچیں:۔

پہلی ملاقات:۔ قبر کا پتھر ہٹا ہوا پایا۔ لہذا مریم، پطرس کے پاس آئی اور یہ واقعہ بیان کیا۔ پطرس اور یحییٰ دونوں قبر پر آئے۔ جھانک دیکھا کہ کفن خالی پڑا ہوا ہے کچھ دیر تعجب کرتے رہے پھر واپس چلے گئے۔ مگر مریم وہیں روتی رہ گئی۔ تھوڑی دیر بعد پھر قبر کے نزدیک آئی تو دیکھا کہ اندر دو فرشتے بیٹھے ہوئے ہیں۔ انھوں نے کہا

"کس کی تلاش ہے؟" مریم نے کہا "میں اپنے آقا کو تلاش کرتی ہوں" انھوں نے کہا "گھبراؤ مت تمھارا آقا جی اُٹھا ہے اور وہ تم سے عنقریب ملیگا"۔ جب مریم وہاں سے چلی تو اُس نے دیکھا کہ ایک آدمی چلا آرہا ہے اُسے باغبان سمجھ کر کہنے لگی "تو مسیحؑ کی نعش کے متعلق کچھ علم رکھتا ہے؟" اُس شخص نے کہا "مریم! یہ آواز تو جانی پہچانی تھی۔ بے تابانہ بولی" میرے پیارے آقا!" یہ کہکر قدموں پر گرنا چاہتی تھی لیکن حضرت مسیحؑ نے روکا اور فرمایا" میں چاہتا ہوں کہ تم فوراً حواریوں کو مطلع کردو کہ میں نے حضرت مسیحؑ کو دیکھا اور وہ جلد تمھارے خدا اور اپنے خدا کے پاس جانے والے ہیں۔ چنانچہ مریمؑ نے یہ واقعہ حواریوں سے بیان کیا۔

دوسری ملاقات (دیکھو انجیل لوقا ۲۴: ۱ تا ۹)

بعض دیگر مستورات بھی خوشبو لیکر قبر پر آئیں لیکن قبر کا پتھر سرکا ہوا پایا اور ایک فرشتے نے انہیں مطلع کیا کہ مسیح جی اٹھا ہے، اسکے حواریوں سے کہو کہ وہ گلیل کے علاقہ میں اُن سے ملیگا۔ چنانچہ راستہ میں آپ اُن عورتوں سے ملے اور اُن سے کہا کہ حواریوں کو اطلاع دو کہ گلیل کی طرف روانہ ہوجائیں، وہاں اُن سے ملاقات ہوگی۔

سردار کاہن کو اس واقعہ کی اطلاع (دیکھو انجیل متی ۲۸: ۱۱ تا ۱۵)

جب سپاہیوں نے دیکھا کہ قبر خالی ہے تو وہاں قیام کرنا بے سود تھا، سردار کاہن کے پاس آئے اور سارا ماجرا بیان کیا۔ سردار کاہن نے علماء سے مشورہ کیا انہوں نے کہا "ان سپاہیوں کو رشوت دو تاکہ یہ تمام لوگوں میں مشہور کردیں کہ ہمارے جانے سے پہلے ہی حواری راتوں رات عیسٰی کی نعش نکال کر لیگئے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور یہودی آج تک یہی بیان کرتے ہیں

تیسری ملاقات۔ دو حواریوں سے ملنا (دیکھو انجیل لوقا ۲۴: ۱۳ تا ۳۲)

اُسی دن آپ کے دو حواری امّاوس نامی گانوں کو جارہے تھے۔ راستہ میں آپ اُن سے

ملے مگر انھوں نے آپ کو مطلق نہ پہچانا۔ آپنے اُن سے پوچھا "کہو بھائی! بیت المقدس کی کیا خبر ہے؟" انھوں نے کہا تازہ واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص عیسٰی ناصری نامی جو بڑا عظیم الشان نبی تھا اور اس نے بڑے بڑے معجزات دکھائے تھے پرسوں یہودی علمار کے ہاتھوں مصلوب ہوگیا۔ ہم تو سمجھتے تھے کہ وہ بنی اسرائیل کی حکومت قائم کریگا، لیکن اُس کے مصلوب ہوجانے سے ہماری ساری امیدوں کا خاتمہ ہوگیا۔"
آپ نے کہا "تم نے انبیار کی پیشینگوئیاں مسیح موعود کے متعلق نہیں پڑھیں؟ ضروری ہے کہ مسیح موعود دشمنوں کے ہاتھوں اذیت اٹھا کر مصلوب ہو۔ آپ اسی طرح باتیں کرتے ہوئے اُن کے ساتھ گانوں میں داخل ہوئے، جب کھانا کھانے بیٹھے تو آپنے خدا کا شکر ادا کیا۔ اسوقت اُن لوگوں کی آنکھوں سے حجاب دور ہوگیا اور انھوں نے پہچان لیا مگر آپ فوراً نظروں سے نہاں ہوگئے۔

چوتھی ملاقات:۔ آپ شمعون بطرس کو راہ میں ملے۔

پانچویں ملاقات:۔ (دیکھو انجیل یوحنا ۲۰: ۱۹ تا ۲۳)

پیر کی شام کو سارے حواری سوائے توما کے ایک بند مکان میں بیٹھے تھے کہ یکایک آپ اُن پر ظاہر ہوئے حواری خوفزدہ ہوگئے لیکن آپنے فرمایا "گھبراؤ مت میں مسیح ہوں" پھر آپنے میخوں کے نشانات دکھائے۔ اور کھانے کو مانگا۔ انھوں نے بھنی مچھلی کا قتلہ آپ کو دیا۔ آپ نے شوق سے کھایا۔ پھر کہا "میں تم کو تبلیغ حق کے لئے مامور کرتا ہوں اور تمھارے دلوں کو روح قدس سے مضبوط کرتا ہوں" یہ کہکر آپنے اُن پر دم کیا اور کہا "جسکے گناہ تم معاف کردوگے، خدا تعالیٰ بھی اسکے گناہ معاف کردیگا" یہ کہہ کر آپ غائب ہوگئے۔

چھٹی ملاقات:۔ (دیکھو انجیل یوحنا ۲۰: ۱۹ تا ۲۹)

جب حواری توما سے ملے تو انھوں نے واقعہ بیان کیا مگر توما کو یقین نہ آیا۔

آٹھویں دن شام کے وقت جبکہ تمام حواری ایک بند مکان میں بیٹھے ہوئے تھے حضرت عیسیٰ ظاہر ہوئے اور توما سے کہا "چونکہ تمہیں یقین نہیں آیا تھا لہٰذا آؤ میری ہتھیلی دیکھ لو اور اپنا اطمینان کر لو۔" توما نے آپ کے جسم کو دیکھا اور اسے یقین ہو گیا۔ آپ نے کہا "تم نے اطمینان کر لیا تب ایمان لائے مبارک وہ لوگ ہیں جو بلا دیکھے ہوئے ایمان لائیں گے۔"

ساتویں ملاقات (دیکھو انجیل یوحنا ۲۱: ۱ تا ۲۰)

ان بیانات سے معلوم ہو گا کہ حضرت عیسیٰؑ نے واقعۂ صلیب کے بعد حواریوں کے ساتھ مثل سابق بود و باش نہیں کی۔ آپ گاہے گاہے اُن پر ظاہر ہوتے تھے۔ جی اُٹھنے کے بعد چالیس دن تک آپ اس زمین پر رہے لیکن یہ معلوم نہیں ہے کہ کہاں رہے۔ آپ لکایک اُن پر ظاہر ہو جاتے تھے۔

آپ کی ہدایت کے موافق شمعون توما نیتھین فلپ اندریاس وغیرہ گلیل کی طرف واپس گئے اور وہاں ماہی گیری کا شغل اختیار کیا۔ ایک شب مچھلیاں پکڑ رہے تھے کہ ایک شخص کنارے پر ظاہر ہوا اور کہنے لگا "تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ انھوں نے کہا افسوس ایک مچھلی بھی نہیں پھنسی" آپ نے کہا "اچھا اس دفعہ یہاں جال ڈالو"۔ ایسا ہی کیا گیا اور بہت سی مچھلیاں پھنسیں۔ اس واقعہ نے اُن کی توجہ آپ کی طرف منعطف کر دی اور انھوں نے آپ کو پہچان لیا۔ اور مچھلیاں بھون کر آپ کے سامنے رکھدیں۔ سب نے ملکر کھانا کھایا۔ پھر آپ نے پطرس سے کہا "شمعون پطرس اگر تو مجھے عزیز رکھتا ہے تو میری اُمت کی نگہبانی کر" اُس نے اقرار کیا۔ تب تین دفعہ اسی طرح کہا اور اقرار لیا پھر فرمایا یاد رکھو آگے چلکر تم پر بہت سے مصائب آئیں گے ثابت قدم رہنا۔ تمھارا کوئی مارو مددگار نہ ہو گا۔"

اس کے بعد آپ غائب ہو گئے۔

آٹھویں ملاقات (دیکھو انجیل متی ۲۸: ۱۶ تا ۲۰)

اس کے بعد حضرت مسیح حواریوں اور دیگر شاگردوں کو ایک پہاڑ پر ملے اور حواریوں سے فرمایا "روئے زمین میں انجیل کی منادی کرو۔ خدا نے کل جہان کا اختیار مجھے دیدیا ہے اور اطمینان رکھو میں ابسے لیکر زمانہ کے آخر تک تمہارے ساتھ ہوں یہ کہکر آپ غائب ہو گئے۔

نویں ملاقات (دیکھو انجیل ۱۵: ۳ تا ۸)

پولوس کا خط پہلا اہل کارنتھ کے نام پولوس نے اہل کارنتھ کے نام جو پہلا تبلیغی خط روانہ کیا تھا اس میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ بعد واقعۂ صلیب قریباً پانصد شاگردوں پر ظاہر ہوئے تھے۔

آخری ملاقات (دیکھو انجیل لوقا ۲۴: ۵۰ تا ۵۳)

اس بار آپ بیت المقدس میں حواریوں پر ظاہر ہوئے اور انھیں سمجھایا کہ صحف سماوی کی پیشینگوئیوں کے بموجب ضرور تھا کہ میں مصلوب ہوں، اب میں اپنے خدا کے پاس جاتا ہوں جب تک تمہارے لئے کوئی آسمانی حکم نہ آوے، یہیں قیام کرو، غرضکہ آپ ان سے باتیں کرتے ہوئے بیت عینا تک آئے اور یہاں آکر آپنے حواریوں کو برکت دی اور ان کی آنکھوں کے سامنے آسمان پر چلے گئے اور یہ لوگ بیت المقدس میں واپس آگئے۔

حضرت مسیح کا حلیہ اور خصائص شخصی

انجیلوں میں آپ کا حلیہ مندرج نہیں ہے لیکن اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ آپ عوارض جسمانی سے پاک تھے۔ تندرستی بہت ہی اچھی تھی۔ چہرہ سے کوئی غیر معمولی بات مترشح نہ ہوتی تھی۔ تمام عمر تجرد میں بسر کی۔ آپ کی نگاہوں میں غیر معمولی

کشش تھی، گفتگو میں جاذبیت تھی، عادتاً آپ خلیق رحمدل اور مہمان نواز تھے۔

رومی افسر کا قلمبند کردہ حلیہ:۔ ایک رومی افسر نے آپ کا حلیہ اس طرح قلمبند کیا تھا:۔" عیسیٰ ناصری ایک لانبے قد کا آدمی ہے، شریف صورت، آنکھوں میں ایسی کشش ہے کہ ہر شخص محبت کرنے لگتا ہے۔ سر کے بال بہت سیاہ گھونگر والے کندھوں پر پڑے ہوئے اور بیچ میں سے مانگ نکلی ہوئی۔ پیشانی صاف شفاف، جس سے متانت ٹپکتی ہے، چہرہ صاف اور بیداغ اور خوش نما، رنگ گورا، داڑھی گھنی اور بھری ہوئی، آنکھیں چمکدار اور دل فریب، کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔"

آپ کی عادت اور معاشرت:۔ آپ آزادانہ لوگوں سے ملتے جلتے تھے۔ اور ان کی تقاریب میں شرکت فرماتے تھے، دعوت ہمیشہ قبول فرماتے تھے، آپ کی زندگی سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ترک لذات کے حامی نہ تھے، مال و دولت سے جائز فائدہ اٹھانے سے کسی کو نہیں روکا۔ ہاں اُس دولت سے ضرور منع کیا جو خدا سے دور کر دے (انجیل لوقا ۱۲: ۹) آپ ہر دنیاوی خوشی میں بلا تکلف شریک ہوتے تھے، آسایش دنیوی کے خلاف نہ تھے بلکہ جائز لباس اور خوراک کو نعمت فرماتے تھے (انجیل متی ۶: ۳۲) آپ کا منشا دلی یہ تھا کہ لوگ دوسروں کے ساتھ حُسنِ سلوک کریں اور کسی کو شکایت کا موقعہ نہ دیں۔ آپ کی زندگی ایک پُرامن شہری کی زندگی تھی، حکومت کے خلاف کوئی تعلیم نہیں دی، بلکہ یہ کہا کہ " قیصر کا حق قیصر کو دو، اور خدا کا حق خدا کو دو" عاجزی اور فروتنی آپ کی طبیعت تھی اور آپ نے شاگردوں کو عملاً ان کا سبق دیا۔ چھوٹے بچوں سے بھی آپ کو بڑی محبت تھی، آپکا دل رحم سے بھرا ہوا تھا، ستانے والوں کو بھی دعا ہی دی۔

آپ کی تعلیمات:۔ آپ کی تعلیمات مختلف عنوانات کے ماتحت اس کتاب میں شروع سے آخر تک مندرج ہے، پس ہم ان کا اعادہ فضول خیال کرتے ہیں۔

لیکن ناظرین کی سہولت کی خاطر چند سطور میں ان کا ملخص پیش کئے دیتے ہیں :-

(۱) طریقہ تعلیم :- بعض اوقات ایک فقرہ ایسا بول جاتے تھے جس میں دریا کوزہ میں بند معلوم ہوتا تھا اور معترض فوراً لاجواب ہو جاتا تھا۔ اور بعض ارشادات ایسے برجستہ اور مختصر مگر جامع اور دلپذیر ہوتے تھے کہ سننے والا وجد میں آجاتا تھا جو باتیں آپ کے مقصد سے خارج ہوتیں اُن کی طرف توجہ نہ کرتے بلکہ سوال کو مفید مطلب بنا دیتے مثلاً جب حواریوں نے ایک شخص کے نابینا ہونے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے کرم کی فلاسفی کی جگہ یہ بتایا کہ یہ شخص اس لئے اندھا پیدا ہوا کہ خدا کی قدرت ظاہر ہو۔

معترض کی بات کا جواب اس طرح دیتے تھے کہ اُسے اپنی حماقت کا بھی احساس ہو جائے بعض اوقات زریں نکات بھی مختصر الفاظ میں بیان فرماتے تھے جن کو سُنکر کوئی شخص بھول نہیں سکتا تھا مثلاً "جس پیمانہ سے تم ناپتے ہو اُسی سے ناپے جاؤ گے ۔ جو اپنے کو سب سے چھوٹا سمجھیگا وہی سب سے بڑا کیا جائےگا۔ اندھا اندھے کی رہنمائی کریگا تو دونوں ہلاک ہونگے"۔

آپنے جا بجا اپنی تعلیمات میں دل کی پاکیزگی پر بہت زور دیا ہے یعنی انسان کو لازم ہے کہ محض ظاہری رسوم کی پابندی پر اکتفا نہ کرے بلکہ خیالات پاک رکھے۔ اور جو بات اخلاقی طور پر مضر ہو، اُسے ترک کرے خواہ روایات قومی یا احساسات ملی کے خلاف کیوں نہ جانا پڑے ۔ لوگوں کی پرواہ نہ کرے ۔ روحانی پاکیزگی آپ کے نزدیک اہم ترین شریعت تھی ۔ یہی نہیں کہ زنا کا ارتکاب نہ کرو بلکہ بُرے اور ناپاک خیالات بھی دل میں پیدا نہوں (انجیل مرقس ۷ : ۲۰) آپ نے فرمایا "جس نے غیر عورت کی طرف شہوت کی نگاہ سے دیکھا میرے نزدیک وہ زنا کا مرتکب ہو چکا" جس شخص کا دل پاک ہے وہ شخص پاک اور طاہر ہے ۔ اور جسکا دل خراب خیالات کا آماجگاہ ہے وہ ناپاک ہے خواہ

وہ سبت کا احترام کرنیوالا، تسبیح گھمانے والا، اور شرعی لباس پہننے والا کیوں نہ ہو۔ آپ نے فرمایا کہ لوگوں کو ان کے الفاظ سے پرکھو (انجیل متی ۷ : ۱۷) آپ نے اعمال میں نیت پر بہت زور دیا ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا اگر معبد میں آنے سے غرض یہ ہو کہ لوگ مجھے دیندار سمجھیں تو معبد میں نہ آنا عین عبادت ہے۔ گھر میں پوشیدہ طور پر عبادت کرلو۔ تاکہ ریاکاری سے بچ جاؤ کیونکہ ریا، اخلاق کے لئے بمنزلہ سمِ قاتل ہے۔ بنی نوع آدم کی خدمت پر بھی آپنے خاص زور دیا ہے (انجیل لوقا ۱۲ : ۱ ومابعد) آپ نے بار بار حواریوں سے کہا کہ اگر مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے احکام پر عمل کرو اور ایسی زندگی بسر کرو کہ لوگوں کے لئے نیک نمونہ قائم ہو۔

آپ نے اس امر کی بھی صراحت فرمائی کہ میں کوئی نئی شریعت نہیں لایا بلکہ شریعت موسوی کی تکمیل کے لئے آیا ہوں تاکہ جو غلط خیالات یہود میں رائج ہو گئے ہیں ان کی اصلاح کروں۔ آپ نے کوئی نیا خدا پیش نہیں کیا، آپ کا خدا وہی بنی اسرائیل کا خدا ہے جسکا ذکر بار بار توریت میں آتا ہے چنانچہ جب کبھی یہود نے آپ سے شریعت کا سب سے بڑا حکم پوچھا تو آپ نے یہی کہا کہ پہلا حکم جو اصل مذہب ہے یہی ہے کہ ایک خدا کی عبادت کرو، اس کے سوائے اور کوئی خدا نہیں ہے (انجیل متی ۲۳ : ۹) ہاں خدا کے متعلق آپ نے دو باتوں پر زور دیا ایک یہ کہ وہ ہمارا باپ ہے دوسرے یہ کہ وہ محبت کرنے والا خدا ہے۔ چنانچہ روزمرہ کی گفتگو میں آپ خدا کو باپ ہی کہکر پکارتے تھے۔ اور شاگردوں کو جو دعا سکھائی وہ بھی یوں شروع ہوتی ہے " اے ہمارے باپ تو جو آسمان پر ہے الخ "

۸۶

حضرت عیسیٰؑ کی نسبت مسلمانوں کا خیال

میں نے یہ کتاب تاریخی حیثیت سے لکھی ہے، اور اسی واسطے اس کا نام تاریخ مسیح رکھا گیا ہے۔ چونکہ یہ کتاب انجیلوں اور عیسائی مصنفوں کی کتابوں سے مدد لیکر لکھی گئی ہے اس واسطے اسکے بیانات عیسائی عقائد کے بموجب ہیں، اور عیسائی عقائد اسلامی عقائد سے بالکل جدا ہیں، مسلمان اسکو تسلیم نہیں کرتے کہ حضرت عیسیٰؑ کو صلیب دی گئی۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح زندہ آسمان پر اُٹھا لیے گئے، اور قیامت کے قریب پھر دنیا میں آئیں گے اور حضرت امام مہدیؑ کی اطاعت کرینگے۔ اور حضرت امام مہدی کے ساتھ ملکر تمام دنیا میں امن اور ہدایت پھیلائیں گے۔

قرآن مجید میں بھی کئی جگہ یہی بیان پایا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کو نہ قتل کیا گیا نہ سولی دی گئی، بلکہ وہ آسمان پر اُٹھا لیے گئے۔ اور قرآن مجید میں ایک لفظ یہ بھی ہے کہ یہودیوں کو دھوکہ ہوگیا۔ انھوں نے صلیب کسی اور شخص کو دی، اور سمجھا یہ کہ ہم نے حضرت مسیح کو سولی دیدی۔

قادیان میں مرزا غلام احمد صاحب مرحوم نے یہ دعویٰ کیا کہ حضرت عیسیٰ کو نہ سولی دی گئی اور نہ وہ آسمان پر اٹھائے گئے بلکہ وہ کشمیر کے ملک میں چلے آئے تھے، اور یہیں انکا انتقال ہوا، اور کشمیر ہی میں انکی قبر ہے۔ لیکن مرزا صاحب کا یہ دعویٰ صرف انہی کی جماعت تسلیم کرتی ہے۔ باقی تمام دنیا کے مسلمان یہی مانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر اُٹھا لیے گئے اور وہ چوتھے آسمان پر زندہ موجود ہیں۔

قرآن مجید کی تصدیق | قرآن مجید نے بہت سے پیغمبروں کا ذکر کیا ہے لیکن سب سے زیادہ اور جگہ جگہ تذکرہ حضرت موسیٰؑ کا ہے، اور ان کے بعد سب سے زیادہ تعریف قرآن مجید نے حضرت عیسیٰؑ کی فرمائی ہے اور عیسائیوں کی تعریف بھی یہودیوں کے مقابلہ میں

قرآن مجید میں بہت زیادہ ہے۔ اگر عیسائیوں اور مسلمانوں کی سیاسی لڑائیاں نہ ہوئی ہوتیں جو صدیوں تک ہوتی رہیں، تو دنیا میں سب سے زیادہ محبت اور دوستی عیسائیوں اور مسلمانوں میں ہوتی۔ جو عیسائی قرآن مجید کو پڑھتے ہیں، اور جو مسلمان قرآن مجید پر غور کرتے ہیں، وہ دونوں حیران ہوکر کہتے ہیں کہ قرآن مجید نے حضرت عیسےٰؑ کی اتنی زیادہ تعریف کی ہے کہ اتنی تعریف عیسائی بھی حضرت عیسیٰ کی نہیں کرتے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ عیسائی مسلمانوں سے نفرت کرتے ہیں اور مسلمان عیسائیوں سے نفرت کرتے ہیں۔ میں ان کو بتاتا ہوں کہ اسکی وجہ محض سیاسی لڑائیاں ہیں۔ اگر مسلمانوں کی اور عیسائیوں کی ملکی لڑائیاں نہ ہوئی ہوتیں، تو یہ دونوں قومیں ایک دوسرے کی دوست نظر آتیں۔

دونوں کو تلقین مگر اب وقت آگیا ہے کہ عیسائی اور مسلمان ایک دوسرے کو پہچانیں اور ہر قوم دوسری قوم کی تعلیم سے پوری طرح آگاہ ہو۔ اور یہ واقفیت نیک نیتی سے حاصل کی جائے، کیونکہ حالت یہ ہوگئی ہے کہ جب مسلمان عیسائی مذہب کی تحقیقات کرنی چاہتے ہیں تو ان کی نیت اعتراض کرنے کی ہوتی ہے، اس واسطے وہ عیسائی قوم اور عیسائی مذہب کی خوبیاں نہیں دیکھتے، صرف برائیاں تلاش کرتے ہیں تاکہ اپنر اعتراض کرسکیں، اور مسلمانوں کو عیسائیوں سے نفرت دلائیں۔ اور عیسائی بھی مسلمانوں اور اسلام کو نیک نیتی سے سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے، انکی نیت بھی یہی ہوتی ہو کہ قرآن مجید اور اسلامی تعلیم میں برائیاں تلاش کریں، اور عیسائیوں کو اسلام سے نفرت دلائیں۔

اس واسطے میں یہ کتاب عیسائیوں اور مسلمانوں میں صلح اور ملاپ کرانے کے لیے شائع کرتا ہوں اور یہی وجہ ہے کہ میں نے یہ تمام کتاب عیسائیوں کی کتابوں سے مضامین لیکر تیار کی ہے تاکہ مسلمان قوم عیسائی مذہب کے پیشوا اور عیسائی مذہب کی تعلیم سے واقف ہو جائے۔ اور کوئی بات عیسائی مذہب کے خلاف اور عیسائی تعلیم و تلقین کے خلاف اپنی طرف سے بطور اعتراض کے نہیں لکھی۔ تاکہ مسلمان قوم میں نیک نیتی سے

عیسائی مذہب پر غور کرنے کا رواج ہو۔

ایسا ہی میں عیسائی مورخوں اور مصنفوں سے درخواست کرونگا کہ وہ بھی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایسی صداقت اور نیک نیتی سے کتابیں لکھیں اور اپنی عیسائی قوم کو اصلیت سے آگاہ کریں۔ اب سیاسی لڑائیوں کا وقت نہیں ہے اور ضرورت ہے کہ ہر قوم دوسری قوم کو پہچانے۔ اور دل کی کدورتوں کو جو غلط فہمیوں اور غلط بیانیوں سے پیدا ہوگئی ہیں، دور کرنے کی کوشش کریں۔

اسلامی علم ادب میں حضرت عیسٰی کا ذکر

عیسائی قوم کو معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت عیسٰی کی تعریف محض قرآن مجید ہی میں نہیں ہے، بلکہ مسلمانوں کا تمام علم ادب حضرت عیسٰی کی تعریف سے لبریز نظر آتا ہے، فارسی اور اردو کی شاعری حضرت عیسٰے کے بیان سے لبالب بھری ہوئی ہے۔ اور کوئی شاعر مسلمانوں کا ایسا نہیں گذرا جس نے دس بیس سو پچاس ہزار دو ہزار جگہ حضرت عیسٰی کا عمدہ الفاظ میں ذکر نہ کیا ہو جس طرح اسلامی شعراء نے ایران کے شیریں فرہاد اور عرب کے لیلےٰ مجنوں کو گھر گھر مشہور کردیا اور جس طرح اسلامی شعراء نے جنگی ہتھیاروں کو شاعری کا ایک بڑا جزو بنادیا، اسی طرح اسلامی شعراء نے حضرت عیسٰی کا نام بھی اپنی شاعری کا ایک مستقل باب قرار دے لیا ہے جسمیں ہر شاعر نے مختلف طریقوں سے حضرت عیسٰی کی تعریف لکھی ہے، اس کے مقابلہ میں عیسائی قوم غور کرے کہ اس نے بھی مسلمانوں کے پیشوا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت کچھ لکھا ہے یا نہیں؟ میرے علم میں عیسائی شعراء کا ایک شعر بھی ایسا نہیں آیا جسمیں آنحضرتؐ کی تعریف کی گئی ہو۔

ذیل میں چند نامور شعراء کا اردو فارسی کلام درج کیا جاتا ہے جو سرسری طور پر شعراء کے کلام سے چھانٹا گیا ہے۔ اگر تمام شعراء کا کلام ایک جگہ جمع کردیا جائے جسمیں حضرت عیسٰیؑ کی تعریف کی گئی ہے تو میرا خیال ہے کہ وہ مجموعہ انسائیکلو پیڈیا کی موجودہ

جلدوں سے بھی زیادہ ضخیم ہو جائے گا

میں نے اسلامی شعراء کے کلام کا یہ نمونہ تاریخ مسیح میں محض اسی لیے شریک کیا ہے کہ عیسائی قوم مسلمان قوم کی ایک اندرونی محبت سے آگاہ ہو، جو مسلمانوں کی تمدنی زندگی کا ایک جزو ہو گئی ہے اور پھر عیسائی قوم بھی مسلمانوں کے پیشوائے اعظم کے ساتھ اسی قسم کا برتاؤ کرنا سیکھیں۔

حاصل کلام اس کتاب میں جو کچھ بیانات ہیں، وہ عیسائیوں کے عقائد کے موافق عیسائی تعلیم کا نمونہ دکھانے کے لئے ہیں، اس میں مسلمانوں کو اپنے اسلامی عقائد اور اسلامی تعلیم کے خلاف کوئی بات نظر آئے تو مسلمان یہ نہ سمجھیں کہ مجھ حسن نظامی کے عقائد و خیالات بھی یونہی ہیں کیونکہ میں پیٹ ولا سے پکا مسلمان ہوں، اور میں نے جو کچھ اس کتاب میں لکھا ہے، وہ تاریخی حیثیت سے لکھا ہے اور اس تحریر کو ذاتی خیالات و عقائد سے کچھ سروکار نہیں ہے۔

پس حاصل اور خلاصہ مطلب یہ ہے کہ میں یہ کتاب لکھ کر اردو زبان میں ایک ایسی چیز کا اضافہ کرنا چاہتا ہوں جو تاریخی حیثیت سے پہلے اردو میں موجود نہ تھی، اور اردو کیا انگریزی وغیرہ زبانوں میں بھی حضرت مسیح کی ذاتی لائف مکمل طور سے موجود نہیں ہے، اور میں نے اپنی فرصت اور معلومات کے موافق پوری تلاش اور کوشش کے ساتھ یہ کتاب تیار کی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ عیسائیوں اور مسلمانوں کو آپس میں محبت و اخلاص سے رہنے کی توفیق عطا فرمائے، جو اس کتاب کی تحریر کا حقیقی اور اصلی مقصد ہے۔

حسن نظامی

درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء دہلی

۲ر نومبر ۱۹۲۶ء

۶۸۶

حضرت امیر خسرو — عیسی جانی و یک دم میدادی — زندگانیم کہ بود نیست ہماندم بود ست

" — مسیح و خضر را آں رہ سے بنمائے — بکش جاناں مرا گر زندہ مانند

" — آں عیسی اگر دم نزدے — امید بزیستن کرا بود

" — اے عیسی بیماراں در ہجر تو رنجورم — شاید نہ خبر داری از حالت بیمارے

حافظ شیرازی — مژدہ اے دل کہ مسیحا نفسے مے آید — کہ ز انفاس خوشش بوئے کسے می آید

" — سایہ سرو تو بر قالبم اے عیسی دم — عکس روحیست کہ بر عظم رمیم افتادہ است

" — ہمیشہ وقت تو اے عیسی صبا خوش باد — کہ جان عاشق دل خستہ زندہ شد بدمت

" — چوں دم عیسی نسیم از لطف او — مردہ صد سالہ را بخشد حیات

" — بار غمم کہ خاطر ما خستہ کردہ بود — عیسی دمے خدا بفرستاد و برگرفت

" — طبیب عشق مسیحا دم است و مشفق لیک — چو درد در تو نہ بیند کرا دوا بکند

" — ہوا مسیح نفس گشت و باد نافہ گشا — درخت سبز شد و مرغ در خروش آمد

" — ز دست شاہد شیریں عذار عیسی دم — شراب نوش و رہا کن حدیث عاد و ثمود

" — ز انفاس عیسی از لب لعلت لطیفہ — شرح جمال حور ز رویت روایتے

" — باکہ ایں نکتہ تواں گفت کہ آں سنگیں دل — کشت مارا و دم عیسی مریم با اوست

ماجد — بادے کہ وزد وقت خرام تو ز داماں — مانند دم عیسی دہد نسیم سحری را

عرفی — نوشدارو نشہ علت نہد در جان ما — در خمار عجز افتد عیسے از درمان ما

عرفی　دل زندہ دار قدر مسیح و مرا مسنج　　غافل مباش آں نفسے بود این دم است

〃　زحمت مکش طبیب کہ بیمارِ عشق را　　دارو نداد عیسیٰ مریم کہ آشنا ست

〃　مگذر از دارالشفائے عشق کز بہر علاج　　ہر نفس آید مسیح آنجا و بیمار آورد

〃　دارو ے عیسوی بعلاج داشتم و لیک　　مشفق نداشتم کہ مرا در گلو کند

〃　من ز دارو ے ازل چارۂ دل یافتہ ام　　اے مسیح ار بود بہتر ازیں چارہ بیا

〃　بہ تیغ غمزہ مارم کہ صد جاں بشکند در دل　　بدستِ معجز عیسیٰ اگر آرند بیرونش

〃　از بہر افسون و لم عیسیٰ نمی آید کہ من　　ایں مشت خاک خستہ و ترا مین یادش کنم

〃　کن بہ بستر تا بو تم یک جلوہ بر عنائی　　اے در لبِ لعل تو اعجازِ مسیحائی

عاجز جہاں آبادی　ز دو د آئے کہ در یادِ تو جانم بلب آمد　　لعل لب جاں بخش مسیحائے تو بوسم

شادماں　آنکہ لبِ از شرم لعلِ او مسیحا بستہ است　　تہمتِ معجز بیانی بر لب جاں بستہ است

〃　خواہد دوائے درد مرا کرد عشقِ یار　　بیمارم و بدستِ مسیحا فتادہ ام

نامعلوم الاسم　فیض روح القدس ار باز مدد فرماید　　دیگراں نیز کنند آنچہ مسیحا می کرد

〃　مارو بھی جِلاؤ بھی آسان ہے سب تم کو　　آنکھوں میں ہلاہل ہے ہونٹوں میں مسیحائی

〃　بیمار کی اپنے کوئی پروا نہیں کرتے　　تم کیسے مسیحا ہو کہ اچھا نہیں کرتے

شہریارِ دکن میر عثمان علی خاں صاحب　آں قمِ معجز نمائے عیسوی　　لفظے یا الفاظ و گفتہا و گوئے تو

نامعلوم الاسم　آپ سے اپنا مداوا بھی نہیں ہو سکتا　　کیسے عیسیٰ ہو کہ جب دیکھو ہیں بیمار آنکھیں

جاہ بدایونی　مرضِ عشق کا بیمار جو اچھا ہو گا　　لب جاں بخش سے اعجازِ مسیحا ہو گا

شاعر	مصرع اول	مصرع ثانی
جگر فیض آبادی	زہر ہے آب بقا عشق کے بیماروں کو	یوم عیسیٰ ہے دم تیغ دل افگاروں کو
جنون بنارسی	کبھی عیسیٰ کا میں طالب ہوں کبھی قاتل کا	دیکھوں کون آئے مرے پاس قضا سے پہلے
حسن بریلوی	جان لینی ہو تو حاضر ہے مگر یہ جان لو	جاں ستانی لائق شان مسیحائی نہیں
حیا دہلوی	مسیح کو بھی جلانا مرا نہیں منظور	مرے جلانے پہ وہ جان کر نہیں آتا
جلیل مانکپوری	مسیحا جب کرم فرما ہوا پھر پوچھنا کیا ہے	دوا ہو یا نہ ہو بیمار اچھا ہو ہی جاتا ہے
"	کسی کا درد دل ہو بے اثر یہ غیر ممکن ہے	مریضوں پر کرم فرما مسیحا ہو ہی جاتا ہے
"	کھل جائیگا یہ اب وہ مسیحا ہیں یا نہیں	اچھا ہے ہم جو ہو گئے بیمار کیا ہوا
"	لب جاں بخش پہ مرتے ہوئے لاکھوں کو دیکھا ہے	مسیحا کہنے سے قاتل مسیحا ہو نہیں سکتا
"	لب اعجاز بیاں اپنی مسیحائی دکھائیں تو	کوئی باتیں بنانے سے مسیحا ہو نہیں سکتا
"	کیا کیا دکھا رہی ہے کرشمے جہان کو	قاتل ادائے دوست مسیحا ادائے دوست
"	دیکھنا کشتۂ رفتار جیے اُٹھتے ہیں	حشر اٹھا ترے کوچے سے مسیحا بن کر
"	یار کی آنکھ جلا لیتی ہے ہم کشتوں کو	کام کر جاتے ہیں بیمار مسیحا بن کر
"	پھول ہر تازہ دم ایسے کہ ہنسے دیتے ہیں	روح پھونکی ہے صبا نے دم عیسیٰ بن کر
"	عیسیٰ نہ یہ بتا کے گئے آسمان پر	ملتی ہے درد دل کی دوا کس دکان پر
"	اُن مریضوں میں مرے عیسیٰ نے رکھا ہے مجھے	جنکے حق میں درد اچھا ہے دوا اچھی نہیں
"	کیا حسرت دیدار کہوں عیسیٰ دوراں	آنکھوں میں دم اٹکا ہے دم چارہ گری ہے
"	کس مسیحا کی تہ مقتل میں الٰہی آمد	موت بھی آج مری جاتی ہے مرنے کیلئے

جلیل مانکپوری — ہم ہیں بیمارِ محبت جب سے ۔۔۔ نہ مسیحا نہ مسیحائی ہے

〃 — لطف دیکھو جو ہے قاتل میرا ۔۔۔ اُس کو دعوائے مسیحائی ہے

〃 — کیا تماشہ ہے کہ لیتے ہیں وہ جان ۔۔۔ لوگ کہتے ہیں مسیحائی ہے

〃 — وہ در پردہ مسیحائی کا یوں اظہار کرتے ہیں ۔۔۔ صبا سے پوچھتے ہیں نرگسِ بیمار کیسی ہے

〃 — کیا جانے کب بنیگی مسیحا نگاہِ ناز ۔۔۔ دردِ جگر یہاں مرے عیسیٰ ابھی سے ہے

نامعلوم الاسم — ملک الموت اڑے ہیں کہ میں جاں لیکے ٹلوں ۔۔۔ سر بسجدہ ہیں مسیحا کہ مری بات رہے

نوح ناروی — مسیحا ہیں جو اٹھوں بسترِ غم سے تو کیا اٹھوں ۔۔۔ وہ ضعف اب ہے کہ دل میں درد بھی مشکل سے اٹھتا ہے

داغ — کشتۂ ناز کو کیوں زندہ کریں آ کے مسیح ۔۔۔ تمھیں ٹھکراؤ کہ ہے آپ میں کرامات ہما کیا

〃 — میں وہ بیمار ہوں جی جاؤں اگر یہ سن لوں ۔۔۔ قتل کو آئے ہیں تلوار مسیحا لے کر

〃 — تیرے بیماروں کا جو تھے آسمان پر دماغ ۔۔۔ کوئی لیجائے انھیں اب عیسیٰ مریم کے پاس

〃 — وصفِ لبِ عیسیٰ کروں تقریر سحر آگیں سنوں ۔۔۔ ہو فرقِ اعجاز و فسوں وہ کہے میں یوں کہوں

〃 — دنیا کا حال حضرت عیسیٰ سے پوچھئے ۔۔۔ کیا آسمان والوں میں اہلِ زمیں نہیں

〃 — مسیحائی اگر آتی ہے تم کو ۔۔۔ ادائے جانفزائی کیوں نہ آئی

〃 — نغمہ دلکش ہو تو مساز دمِ عیسیٰ ہے ۔۔۔ کبھی آجاتی ہے کانوں میں صدا تھوڑی سی

ناقب میرٹھی — پلادو شربتِ دیدار عیسیٰ ۔۔۔ میں بیماروں میں ہوں بیمار عیسیٰ

〃 — مسیحا تیرے دیوانے کا ہر چھالا دل ہی آبلہ پا ہر ۔۔۔ اُسے چاہے بیاباں ہو اُسے چاہے گلستاں ہو

〃 — بادۂ عشق مسیحا سے تو ایسا مست کر ۔۔۔ جس سے ہو مشہور ای ساقی ترا میخانہ آج

تاثیر میرٹھی — آفتابِ نورِ عیسیٰ جب ہوا جلوہ فگن — ہستیٔ امکاں کا ہر ذرّہ مہِ تاباں ہوا

" — بارگاہِ حق میں وہ مقبول بندہ ہو گیا — آپ کا ادنیٰ کرم جس پر مسیحا ہو گیا

" — کیوں نہ وہ کشتۂ اعجازِ مسیحائی ہو — جس نے تیرے لبِ جاں بخش کی بو پائی ہو

" — مسیحا بھی سمجھتے ہیں تمہیں سب اور قاتل بھی — چلاؤ تیغ لیکن نبضِ بسمل دیکھتے جاؤ

عابد گورکھپوری — تمہیں چھوڑوں مسیحا مجھ سے ایسا ہو نہیں سکتا — تمہارا ہو کے بندہ اب کسی کا ہو نہیں سکتا

" — خدا کا شکر ہے وصلِ مسیحا کی ہوئی صورت — ہوا ہے درد وہ پیدا کہ اچھا ہو نہیں سکتا

صابر دہلوی — دوا پانی خلافِ طبع چھوٹے قیدِ ہستی سے — ہوا ہے خطِ آزادی ہمیں نسخہ مسیحا کا

تاسف لکھنوی — مسیحا کی صورت نہ آئی نظر — مریضِ غمِ ہجر مرتا رہا

تجلی فیض آبادی — کہتا ہے وہ مسیح ہے عالم مرا ہوا — میں ایک جان کے مُردے جلاؤں کہاں کہاں

" — کہیگا مسیحا نہ کوئی جہاں میں — نہ بیمار کی گر دوا کیجیے گا

ترساں لکھنوی — دیکھ کر آج مسیحا نے دیا مجھکو جواب — اب مُعالج ہو خدا اس تری بیماری کا

تسلی حیدرآبادی — مسیحا ہو مرحبا یہ مسیحائی کی باتیں ہیں — نہ پوچھا بھول کر بھی حالتِ بیمار کیسی ہے

بیخود دہلوی — تسلی دردمندوں کو ستمگر دے نہیں سکتے — لبِ بیجاں شکن تیرا مسیحا ہو نہیں سکتا

" — کہتے ہیں سُنا ہے مسیحا کا علاج — ہم کرینگے آج سے تیرا علاج

" — زندہ کرو گے دلِ مُردہ کو کتنے دنوں — تم کو آ جائیگا اعجازِ مسیحا کب تک

" — یہ مسیحائی کا انداز تو دیکھا ہی نہیں — آپ کا چاہنے والا کوئی مرتا ہی نہیں

" — سو جان سے قربان ہوں تو بھی تو ہے تھوڑا — بیٹھا ہے مرا رشکِ مسیحا مرے آگے

بیخود دہلوی — ٹھوکر سے اُسنے لاکھوں مُردے جلا دیے ہیں — اعجازِ عیسوی ہے یا یہ فسوں گری ہے

اکبر الہ آبادی — جو بتھائے لبِ جاں بخش کا شیدا ہوگا — اُٹھ بھی جائیگا جہاں سے تو مسیحا ہوگا

〃 — انکارِ وصل اُن کے لبوں پر پہ نہیں ہے — پیغام میں سُنتا ہوں مسیحا قضا کا

〃 — جو نہ تھے خود راہ پا اوروں کے ہادی بن گئے — کیا نظر تھی جسنے مُردوں کو مسیحا کردیا

〃 — کیا ہی عاشق اک پردہ نشیں کا مجکو قسمت نے — میں وہ بیمار ہوں جو جا نہیں سکتا مسیحا تک

صوفی صدیقی میرٹھی — کہیں شکلِ موسیٰ کہیں شکلِ عیسےٰ — کہیں سرورِ دو جہاں بن کے آیا

〃 — اے مسیحا مریضِ دردِ فراق — اچھا ہوتا نظر نہیں آتا

〃 — تم مسیحا تو ہو عشق کے بیمار بہت — جلوہ دکھلاؤ تو تم طالبِ دیدار بہت

〃 — روز جی اُٹھتے تھے زندہ روز ہو جاتے تھے ہم

〃 — اُن کی اُلفت کیا تھی اے صوفی مسیحا تھی ہمیں

〃 — تم مسیحا ہو تو قبروں کو نہ ٹھکرا کے چلو — جان پڑ جائے نہ دیکھو کہیں بیجانوں میں

〃 — کیا عجب قبر سے مُردے نکل آئیں باہر — ٹھوکروں میں تری اعجازِ مسیحائی ہے

غالب دہلوی — لبِ عیسیٰ کی جنبش کرتی ہے گہوارہ جنبانی
قیامت کشتۂ لعلِ بُتاں کا خوابِ سنگیں ہے

امانت لکھنوی — ناتواں حد سے زیادہ ہوں نکل جائے نہ دم
ہاتھ میری نبض پر رکھ اے مسیحا دیکھ کر

〃 — دم ہوگیا فنا لبِ جاں بخش کے حضور — لو مر گیا مریض مسیحا کے سامنے

رونق دہلوی ہے بدنظر اُن کو اعجازِ مسیحائی — گرتے ہیں ہزاروں ہی بیمار تلے اوپر

" کھل گیا لبِ جان بخش سے یہ بھی عقدہ — کہ جلا دیتے ہیں مُردے کو مسیحا کیونکر

تائب میرٹھی خوابِ غفلت میں پڑی سوتی ہے کیوں بے خبر — آپ کی اُمّت کو یہ کیا اے مسیحا ہو گیا

رسا بریلوی میں غلام ابن مریم ہوں مجھے کچھ غم نہیں — دشمنِ جاں گو مرا سارا زمانہ ہو گیا

" شربتِ دیدارِ عیسیٰ ہے کہ ہے آبِ حیات — جسکے پیتے ہی مریضِ ہجر اچھا ہو گیا

راہب بدایونی دیکھ لو لکھا ہوا ہے بائبل میں صاف صاف — عاشقِ عیسیٰ ہوا جو وہ خدا کا ہو گیا

ختم

الحمد للہ آج ۱۶ دسمبر ۱۹۲۶ء کو یہ کتاب تاریخ مسیح پوری ہو گئی۔

اشعار کی نسبت مجھے یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ ان کا انتخاب شاعری کے کمالات کو ملحوظ رکھکر نہیں کیا گیا، بلکہ محض جن اشعار میں حضرت عیسیٰ مسیح کا نام آیا ان کو لکھدیا تاکہ عیسائی فرقہ اندازہ کر سکے کہ مسلمان شعراء نے حضرت مسیح کے نام کو کس طرح فارسی و اردو لٹریچر میں جمع کیا ہے۔

حسن نظامی